www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مسافت

طارق اسماعیل ساگر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanned & PDF By: Qamar Abbas

Email:qamarabbas277@gmail.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پیش لفظ

مئی 2003ء کی ایک تپتی دوپہر کو جب امریکی فوجیں بغداد کو تاخت و تاراج کر کے قریباً ہر قابل ذکر عمارت کو کھنڈرات کا ڈھیر بنا چکی تھیں، بغداد شہر آشوب دکھائی دے رہا تھا اور امریکن افواج کے مسلح جوان بڑے بڑے ٹرکوں اور جیپوں میں فاتحانہ انداز میں سارے شہر میں دندناتے پھر رہے تھے۔ عزت، جان و مال سب کچھ غیر محفوظ تھا۔ کوئی قانون کسی پر لاگو نہیں رہا تھا۔ اندھیر نگری مچی تھی اور صرف طاقت کی زبان بولی اور سمجھی جا رہی تھی۔ عین اُن لمحات میں اپنے کرمفرما صاحبزادہ میجر (ر) ابراہیم شاہ صاحب کے ساتھ میں شہنشاہ بغداد امام ربانی محبوب سبحانی حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے حضور میں اپنی تمام تر بداعمالیوں، سیاہ کاریوں کے ساتھ عجز گذار رہا تھا۔ میرے ہم سفر کے جذبات مجھ سے الگ نہیں تھے ہم دونوں سسکیاں لے کر روتے ہوئے نذرانہ عقیدت پیش کر رہے تھے۔ احساس عدم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

تحفظ نے بغداد پر آسیب پھیلا رکھا تھا۔ ہر کوئی وحشت زدہ اور غیر محفوظ دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار مبارک پر صرف پندرہ بیس لوگ موجود تھے جن میں سے صرف ہم دو غیر ملکی تھے اور وہاں موجود باقی مقامی نمازی یا پھر مزار شریف کے متولی تھے جو ہم دونوں کی یہاں موجودگی کو ''معجزہ'' سمجھ رہے تھے کیونکہ ان حالات میں جب بغداد چرند پرند کے لیے بھی ظالموں نے غیر محفوظ کر دیا تھا اور مقامی لوگ بھی سہم کر اپنے گھروں تک محدود ہو گئے تھے ہم دو پاکستانی وہاں پہنچے کیسے؟

اس سوال کا جواب ہمیں ہی معلوم نہیں تھا انہیں کیا بتاتے۔ بس دربار غوثیہ میں حاضری کے احساس سے سارا جسم سرور و انبساط اور عجز و نیاز سے سرشار تھا۔ جی چاہتا تھا وصال کی یہ گھڑیاں کبھی ختم نہ ہوں لیکن خادمین نے بتایا کہ دربار پاک کا تالا آج اس وقت صرف ہمارے لیے کھولا گیا ہے ورنہ تو موجودہ حالات کے پیش نظر ملحقہ مسجد میں لوگ نماز پڑھنے کے فوراً بعد چلے جاتے ہیں اور صرف مخصوص اوقات میں ہی دربار شریف کے دروازے کا تالا کھولا جاتا ہے۔

ہم انہیں کیا بتاتے کہ یہ تالا کس کے حکم سے کھلا ہے؟ بس دل ہی دل میں شکر گزار ہو رہے تھے کہ ایک عمر سے جو خواہش نہاں خانہ دل میں کروٹیں لے رہی تھی آج وہ اللہ نے پوری کر دی۔

سیدنا غوث پاکؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابراہیم ادھمؒ، شبلیؒ اور درجنوں دیگر اولیائے کرام کے علاوہ امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کے میزائل سے چھلنی مزار مبارک پر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے جب اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو دل کا عجب عالم تھا کہ ایک پل ٹھہرتا ہی نہیں تھا۔

بغداد کے مختصر قیام میں بار بار یہ سوال میرے دل و دماغ کو جھنجھوڑتا رہا کہ

آخر اولیاء کے اس مدفن کو کس نے شہر آشوب میں تبدیل کر دیا؟ اور بغداد میں کیا سارا عالم اسلام ہی اس کیفیت سے گزر رہا ہے۔ کہیں طاغوتی طاقتیں خود موجود ہیں اور کہیں اُن کے مسلط کردہ حکمران محکوم مسلمانوں پر وائسرائے بن کر بیٹھے ہیں۔

یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اور ہمارے ہی ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

اس دنیا میں صرف مسلمان ہی نہیں بستے اور بھی مذاہب کے پیروکار بھی موجود ہیں۔ وہ بھی امریکہ کی مروجہ ''دہشت گردی'' کی تعریف پر پورے اترتے ہیں لیکن اُن کے ہنستے بستے گھر نہیں اجڑ رہے۔ اُن کی بستیوں پر آتش و آہن نہیں برسایا جا رہا۔ ان سے کوئی حساب کتاب نہیں لیا جا رہا۔ اُن کی دہشت گردی کو ''عالمی امن'' کے لیے خطرہ نہیں سمجھا جا رہا۔

یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

کیا اسرار ہے؟ کیا بھید ہے؟

بہت غور و خوض کے بعد دماغ نے دل کی یہ بات تسلیم کر لی کہ ہم دراصل اسلام کی روح کو سمجھ ہی نہیں سکے، اپنے اپنے انداز سے مختلف توجیہات کرتے رہے اور اس حال کو پہنچ گئے۔ ہم نے اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کی تعلیمات کو جو بغداد میں آسودہ خاک ہیں کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی حالانکہ اُن کا بتایا ہوا راستہ ہی ہماری نجات کا راستہ ہے کیونکہ جس اسلام کی وہ تبلیغ کرتے تھے وہ حلم، امن، آشتی، بھائی چارے اور اپنے اعمال صالحہ سے دلوں کو مسخر کر لینے والا اسلام تھا۔ ہم صرف تیر و تفنگ کی باتیں کرتے ہیں۔ تب مجھے چھ سات سال پہلے امریکہ میں دوران قیام وہ ''کالے مسلمان'' یاد آئے جو حضرت بلال حبشیؓ کے اسوہ کی جیتی جاگتی تصویر اور ایک زندہ مثال اسلام کی حقانیت کا ثبوت بنے میرے سامنے موجود تھے۔ ان لوگوں نے خود پر ''اسلام کو نافذ'' کیا تھا اور قرون اولٰی کے مسلمان دکھائی دیتے تھے۔ یہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

لوگ جو آج لاکھوں کی تعداد میں امریکہ اور بلاد یورپ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے پیامبر بنے موجود ہیں جس مرد درویش کے دست حق پرست پر "بیعت" ہوئے تھے اُس کا تعلق بھی سیدنا غوث اعظمؒ سے تھا اور سلسلہ قادریہ کی نمائندگی کرتا تھا۔

راہ سلوک کے اس مسافر کا احوال جاننے کے لیے میں نے اس سے درجنوں ملاقاتیں کیں اور بالآخر اس اسرار کو پا لیا کہ اس صوفی منش درویش خدامست کے پاس وہ کون سی کرامت ہے جس نے لاکھوں دلوں کو مسخر کر رکھا ہے جبکہ وہ خود کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کرتا، کسی سے ملنے کا روادار نہیں، جلوت کے بجائے خلوت پسند ہے اور شہر کی رونقوں سے دور پہاڑوں، جنگلوں اور بیابانوں کو اپنا مسکن بنائے رکھتا ہے۔ بعد از خرابی بسیار یہ بات سمجھ آئی کہ پیر، فقیر، ولی، قطب ہونے کے تو بہت سے دعوے دار موجود ہیں لیکن اصل میں "فقیری" تب ہی نصیب ہوتی ہے جب اس کی سند دربار رسالت مآب ﷺ سے جاری ہو اور آقائے نامدار اپنی غلامی میں لے کر "بادشاہی" عطا فرمائیں۔

"مسافت" اسی راہ سلوک کے مسافر کی کہانی ہے۔ جس میں ہمارے آج کے مسائل کا حل اور لاینحل سوالوں کا جواب بھی موجود ہے اور ہمارے تمام دکھوں کا مداوا بھی۔

طارق اسمٰعیل ساگر

اگست 2004ء لاہور

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنے جلا رہا ہے
وہ مرد درویش حق نے جس کو دیے ہیں انداز خسروانہ

علامہ اقبال

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مدینہ لائبریری
عقب کوتوالی روڈ جھنگ صدر
فون 620773

مسافروں میں بے چینی پیدا ہونا فطری بات تھی۔ قریباً پون گھنٹہ پہلے پائلٹ کی طرف سے جہاز لینڈ کرنے کی اطلاع دی گئی تھی اور تب سے اب تک فضائی عملہ بھی اپنی اپنی سیٹوں سے بندھا بیٹھا تھا۔ لیکن جہاز ابھی تک فضا میں چکر کاٹ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے بھئی؟"

ایک خاتون جس کا بچہ بندھی بیلٹ سے آزاد ہونے کے لیے مسلسل بضد تھا، قدرے اونچی آواز سے بڑبڑائی!

"مذاق بنا رکھا ہے ان لوگوں نے۔"

دوسری سیٹ سے کسی پروفیسر نما بزرگ نے عینک کے شیشوں کے اوپر سے جھانکتے ہوئے کہا کیونکہ وہ اپنی سیٹ کے سامنے رکھے رسالوں کی ورق گردانی کرتے کرتے اب تنگ آ چکے تھے۔

"ان لوگوں کی عادت ہے جی۔ دو گھنٹے پہلے سے پسنجرز کو باندھ کر بٹھا دیتے ہیں۔ بے چارے سارے راستے خدمت کر کے تنگ آ چکے ہوتے ہیں ناں......"

ایک اور نوجوان نے طنز کی۔

"بھائی صاحب پریشان نہ ہوں یہ تو معمول کی کارروائی ہے...... ابھی تو اگلے اعلان کے لیے تیار رہیں۔"

ایک گھاگ قسم کے مسافر نے جس کی آنکھیں ماتھے کے اندر دھنسی محسوس ہو رہی تھیں، قدرے اونچی آواز میں کہا تو اکانومی کلاس کے مسافر چونکے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا بیٹا؟"

اُس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھے مولوی صاحب نے دریافت کیا۔

"حضرت جی یہ تو کچھ بھی نہیں...... دو ماہ میں ایک چکر تو میرا ضرور لگتا ہے امریکہ کا...... اکثر یہ لوگ نیویارک کا اعلان کر کے جہاز واشنگٹن پر اُتار دیا کرتے ہیں۔ او جی! انہیں وہ سمجھتے کیا ہیں...... جگہ خالی ہو گئی تو اُترنے کی اجازت دے دیں گے ورنہ لگاتے رہیں چکر فضا میں۔"

نوجوان کے اس انکشاف نے کم از کم اُن مسافروں کو جو پہلی مرتبہ امریکہ آ رہے تھے قدرے بے چین کر دیا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کریں۔ کیونکہ اُن کے رشتہ دار تو نیویارک کے جے ایف کے ائرپورٹ پر ہی انہیں لینے آئے ہوں گے۔ نوجوان کی بات ختم ہوتے ہی اکانومی کلاس کے ان مسافروں نے اپنا اپنا احتجاج ریکارڈ کروانا شروع کر دیا۔

پیرس سے پاکستانی ائرلائن کی اس پرواز میں سوار ہونے والے مائیکل کے لیے سوائے خاموشی سے ان باتوں کو سنتے رہنے کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اُردو اُسے آتی نہیں تھی لیکن یہ بات وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ کس بات پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ واقعی پون گھنٹہ پہلے سے وہ لینڈنگ کے لیے کمر کس کر بیٹھے تھے اور ابھی تک کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بھی اپنے جذبات شیئر کرنا چاہتا تھا لیکن سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس سے کرے؟

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ائرلائن کے فضائی عملے نے باقی ائرلائنوں کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مقابلے میں اُن کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ مائیکل کا تعلق نیوجرسی سے تھا۔ وہ کالے مسلمانوں کا ہمسایہ اور خود بھی نیگرو ہونے کے ناطے گذشتہ دو ماہ سے اسلام میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ آج کل بھی ایک انگریزی ترجمے والا قرآن اُس کے زیر مطالعہ تھا۔

جب سے اُس کی دلچسپی اسلام میں بڑھنے لگی تھی اُس کے نشست و برخاست کے انداز بھی بدلنے لگے تھے۔ اپنے ہمسایہ مسلمانوں کے گھروں میں پکنے والا حلال میٹ اس کی عادت بن چکا تھا۔ پی آئی اے کے ذریعے سفر کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کیونکہ اس ائرلائن پر اُسے پاکستانی کھانے ملتے تھے جو اب اُس کی عادت بن چکے تھے۔ پندرہ بیس روز میں اُسے اپنی کمپنی کی طرف سے ایک مرتبہ ضرور پیرس جانا ہوتا تھا۔ وہ ایک بڑے ملٹی نیشنل میں سیلز ایگزیکٹو کی نوکری کر رہا تھا۔ معقول مشاہرہ اور وی آئی پی سہولیات اُس کی خصوصی تعلیم اور دن رات کی محنت کی مرہون منت تھیں۔ اُس نے مارکیٹنگ کی دنیا میں ایسے ایسے کمالات دکھائے تھے جنہوں نے کمپنی کے اعلیٰ حکام کو اُس کا گرویدہ کر رکھا تھا۔ یوں بھی وہ شاندار تعلیمی ریکارڈ کا حامل تھا۔

پی آئی اے سے سفر میں سوائے اس کے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی کہ اکثر اس پرواز کو دنیا کی دوسری بڑی ائرلائنوں جیسا پروٹوکول نہیں ملتا تھا۔ مائیکل جانتا تھا اس کی وجہ ائرلائن کی نالائقی نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کے ائرپورٹس پر موجود زمینی عملے کا تعصب ہے جو انہیں جان بوجھ کر زچ کرتے تھے لیکن بعض مجبوریوں اور مصلحتوں کی وجہ سے ائرلائن اس پر احتجاج نہیں کر سکتی تھی۔

ایسا اکثر ہوتا تھا لیکن آدھ گھنٹے سے پہلے وہ لینڈ کر جایا کرتے تھے جبکہ آج خلاف معمول پون گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اب تو اُسے بھی غصہ آنے لگا تھا۔

اُس نے اپنے ہمسفر پر نظر ڈالی جو آنکھیں بند کیے شاید کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اس بڑبڑاہٹ کا اندازہ اُسے اپنے ہمسفر کے ہونٹوں کی حرکات سے ہوا۔ مائیکل کو اپنا ہمسفر بڑا پراسرار لگنے لگا تھا۔ پیرس سے نیویارک تک وہ ایک انگریزی کتاب کا مطالعہ کرتا آیا تھا۔

کیا مجال جو اُس نے نظر اٹھا کر بھی کسی اور طرف دیکھا ہو۔ بس کبھی کبھی وہ اپنے دائیں ہاتھ میں پہلے سے موجود تسبیح پر آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنے لگتا یہی دراصل اُس کے آرام کا وقفہ ہوتا تھا۔

مائیکل کو شروع ہی سے وہ شخص کچھ پراسرار لگا۔

لیکن...... خدا جانے اُس کی آنکھوں میں کیا اسرار تھا کہ جب بھی دونوں کی آنکھیں آپس میں ٹکراتیں مائیکل کو اپنے سارے بدن میں نامعلوم سی طمانیت کا احساس ہونے لگتا۔ ایک گداز سا اُس کے احساسات پر طاری ہو جاتا۔

ڈھلتی عمر کے اس بھاری جسم والے شخص کی ڈاڑھی قدرے گھنی تھی جس میں سے کچھ سفید بال اُس کی بزرگی اور عظمت کی چغلی کھا رہے تھے۔ جبکہ اُس کا چہرہ بہت پرسکون تھا۔

ایک دم گہرے سمندر کی طرح شانت۔

پیرس سے یہاں تک اُس نے بمشکل دو مرتبہ پانی اور ایک مرتبہ کافی پی تھی۔ اس کے علاوہ وہ کتاب کا مطالعہ کرنے یا پھر دوران مطالعہ اچانک آنکھیں بند کر کے کسی گہری سوچ میں مستغرق ہوتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے پڑھ پڑھ کر پھینکتا آیا تھا۔

کتنی ہی مرتبہ مائیکل کا دل چاہا کہ اُس سے کوئی بات کرے کیونکہ اُسے اس بات کا بخوبی اندازہ ہونے لگا تھا کہ شکل سے **Saint** (صوفی) نظر آنے والا یہ شخص انگریزی اچھی طرح سمجھتا ہے۔ لیکن جب بھی اُس نے کچھ کہنا چاہا نجانے کیوں مناسب الفاظ ہی میسر نہ آ سکے۔

اُسے اپنے ہمسفر کا نام تو معلوم نہیں تھا لیکن اُس کے دماغ میں مسلسل "صوفی" لفظ کی تکرار ہو رہی تھی۔ یہ صوفی کا لفظ بھی اُس کے دماغ میں شاید اس لیے آ گیا تھا کہ جن مسلمانوں کا وہ ہمسایہ تھا اُن کے گھروں میں اُسے کسی مسلمان صوفی کی ایک تصویر اکثر

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

دکھائی دیا کرتی تھی جو بالکل اُس کے ہمسفر جیسا لگتا تھا۔ اس تصویر کی مناسبت سے ہی اُس نے اسے Saint سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

مائیکل کو امید تھی کہ موجودہ صورت حال جس کا اکانومی کلاس کے قریباً سب ہی مسافر شکار دکھائی دے رہے تھے پر صوفی صاحب کی طرف سے بھی کوئی Comment (تبصرہ) ضرور آئے گا لیکن حیرت انگیز طور پر اُس کا ہمسفر صبر و تسلیم کا مجسمہ بنا دکھائی دے رہا تھا۔ کیا مجال جو ایک لمحے کے لیے اُس کے چہرے کی کیفیت ہی بدلی ہو۔

یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے بالکل بے خبر کسی اور ہی دنیا کا مسافر بنا یہاں موجود تھا۔

"جہاز لینڈ ہی نہیں کر رہا...... کافی دیر سے پہیے کھل چکے ہیں۔"

مائیکل نے یہ فقرہ بڑی ہمت سے ادا کیا تھا۔ الفاظ اُس کے حلق سے پھنسے پھنسے ہونٹوں تک پہنچے تھے۔ اب وہ کن اکھیوں سے صوفی صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا جنھوں نے پہلی مرتبہ اپنا چہرہ اُس کی طرف گھمایا۔

مائیکل کی نظریں صوفی صاحب سے ٹکرائیں تو ایک زوردار جھٹکا اُس کے سارے بدن میں ہوا۔ لیکن اس کا ردعمل اُس کی زندگی کا لطیف ترین تجربہ تھا۔ مائیکل کو یوں لگا جیسے صوفی صاحب کی آنکھوں سے ایک دودھیا روشنی براہ راست اُس کے دل پر اُتر رہی ہے جس نے مائیکل کے سارے بدن میں ایک عجیب و غریب گداز پیدا کر دیا تھا۔

اُسے اپنا جسم ہلکا ہو کر فضا میں تیرتا محسوس ہونے لگا۔ گردوپیش کی ساری آوازیں آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگیں۔ جہاز کے انجنوں کے گڑگڑاہٹ، مسافروں کی چہ میگوئیاں، سب کچھ دور پیچھے رہ گیا تھا اور اس کا جسم بہت دور فضاؤں میں معلق ہو کر رہ گیا۔

صوفی صاحب کے ہونٹوں پر ایک ملکوتی حسن بیدار ہوا۔ اُن کے ہونٹوں نے جنبش کی اور مائیکل کے کانوں میں ایک پُرسکون سی سرگوشی تیرنے لگی۔

"میرے عزیز! وقت سے پہلے اور قسمت سے زیادہ نہ کچھ ہوتا ہے نہ ہی کسی کو

ملتا ہے۔ جب میرے اللہ کا حکم ہوگا جہاز زمین پر اُتر جائے گا۔"

مائیکل حیرت اور سرور کی عجیب و غریب کیفیت سے دوچار صوفی صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کے کانوں میں جلترنگ سی بجنے لگی تھی۔ اُس کے لیے اپنے سوال کا یہ جواب بڑا عجیب اور چونکا دینے والا تھا۔ صوفی صاحب مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر انھوں نے اپنا چہرہ دوبارہ کھڑکی کی طرف کر لیا اور ہاتھ میں پکڑی تسبیح پر کچھ بڑبڑانے لگے۔

اس کے ساتھ ہی مائیکل کو جھٹکا لگنے کا احساس ہوا۔

"یہ کیا؟"

اچانک ہی اُس کے منہ سے نکلا اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ جہاز زمین پر لینڈ کر چکا تھا۔

"ناممکن! ناممکن! یہ کیسے ہوا؟ کیسے ہو گیا؟"

اُس نے خود کلامی شروع کر دی............

واقعی یہ اُس کے لیے بہت بڑا اچھبا تھا۔ اچانک جہاز آسمان کی وسعتوں سے زمین پر آ گیا۔

"یہ کب کیسے ہو گیا۔"

اُس نے قدرے بوکھلاہٹ میں دوبارہ صوفی صاحب کی طرف دیکھا۔

"بس! ایسے ہی ہوتا ہے! جب میرا اللہ چاہتا ہے ایسے ہی ہو جاتا ہے۔ میرے عزیز! دنیا کا نظام صرف انسانی سگنلز کا محتاج نہیں ہے۔ یہ نظام ہستی کوئی اور چلا رہا ہے۔"

صوفی صاحب نے اتنے اطمینان سے سوال کا جواب دیا کہ مائیکل کو اپنے دل کی رفتار گھٹتی محسوس ہوئی۔

جہاز اب ٹیکسی کرتا رن وے کی طرف جا رہا تھا۔ مائیکل حیرت سے کبھی صوفی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

صاحب کی طرف دیکھتا کبھی اپنا جائزہ لیتا اور کبھی جہاز کے اندر کے ماحول سے خود کو آشنا کرنے کی کوشش میں جُت جاتا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جہاز کو جیسے نادیدہ قوت نے ہاتھوں سے پکڑ کر چند سیکنڈ میں زمین پر اُتار دیا تھا۔

یہی تھی وہ توجیہہ جو اُس کے دل و دماغ نے پیش کی۔ اُسے اپنا سر گھومتا محسوس ہوا لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا۔

جہاز رُک گیا تھا۔ انجن بند ہو گئے تھے اور مسافر بڑی افراتفری کے عالم میں اپنے سروں پر موجود سامان کے بکس کھول کر اپنا اپنا سامان نکال رہے تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں دوبارہ وہ فضا میں نہ پہنچ جائیں یا جہاز کو اچانک دوبارہ اڑنے کا حکم نہ مل جائے۔

صوفی صاحب اپنی جگہ خاموشی سے بیٹھے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مائیکل نے اُن کی طرف دیکھا اور نہ چاہتے ہوئے پوچھ لیا۔

''آپ کہاں جائیں گے شیخ؟''

''معلوم نہیں''

جواب ملا۔

''میرا مطلب ہے آپ نیویارک سے کہاں جائیں گے؟''

مائیکل پھر الجھ گیا۔

''جہاں تقدیر لے جائے۔ جس نے یہاں بھیجا ہے وہی اگلی منزل بھی جانتا ہو گا۔''

صوفی صاحب نے یہ الفاظ اتنی طمانیت سے ادا کیے تھے کہ مائیکل کو اپنا وجود ٹھنڈا پڑتا محسوس ہوا۔

وہ ہکا بکا صوفی صاحب کی طرف عجیب وغریب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

شاید ''شیخ'' کو اُس کی حالت پر رحم آ گیا۔ اُس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھا اور مائیکل کو شیخ کی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی سنائی دی۔

''میں بے اختیار ہوں۔ ''صاحب اختیار'' وہ ہے جس نے مجھے یہاں بھیجا۔ میں تو اُس کا اطاعت گزار ہوں۔ میرے قدم میری مرضی کے تابع نہیں۔ مجھے تو اگلے لمحے کا بھی علم نہیں۔ اگلی منزل کا کیا معلوم؟''

سحر زدہ مائیکل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ اُس کے اردگرد خاصی جگہ خالی ہو گئی تھی۔ اُس نے اپنے سر پر دھرا بریف کیس اٹھایا۔ شیخ کی طرف دیکھا اور کسی غیر مرئی قوت کے تابع اپنا سر سینے کی طرف جھکاتے ہوئے اطاعت گزار کر مسافروں کی اُس قطار میں شامل ہو گیا جو جہاز کے کھلے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھے۔

رینڈی کے لیے یہ سب معمول کی کارروائی تھی حالانکہ اُس کے تمام ساتھی بڑی ٹینشن محسوس کر رہے تھے۔ پاکستان سے آنے والی فلائیٹ پر جن لوگوں کی ڈیوٹی لگتی تھی انہیں یوں تو پہلے ہی سے خاصا بریف (Brief) کیا ہوتا تھا لیکن کچھ دنوں سے بطور خاص ان فلائٹوں کی امیگریشن بڑی سختی سے کی جاتی تھی۔

رینڈی کی عمر تو چالیس سال سے زیادہ تھی لیکن پہلی نظر میں وہ کبھی پچیس سال سے زیادہ محسوس نہیں ہوئی۔ اُس کا تعلق نوجوانوں کے اُس گروپ سے تھا جسے ایف بی آئی کے خصوصی کورس کروانے کے بعد امیگریشن ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا گیا تھا۔ رینڈی کو اُس کے تجربے، تربیت اور سب سے بڑھ کر ذاتی تعصب نے جو ایک یہودی ہونے کے ناطے وہ مسلمانوں کے لیے رکھتی تھی، اس بات کا قائل کر دیا تھا کہ پاکستان سے آنے والی فلائیٹ کا ہر دوسرا مسافر مشکوک ہے۔ امریکن پاسپورٹ اور گرین کارڈ رکھنے والوں کی قطاریں الگ سے لگائی جاتی تھیں جبکہ رینڈی کی ڈیوٹی "others" والے کاؤنٹر پر ہوتی تھی۔

اُس کے کاؤنٹر کے سامنے مسافروں کی قطار میں یوں تو بمشکل پچیس تیس مسافر ہی کھڑے تھے لیکن سب سے زیادہ سست رفتاری کا مظاہرہ یہیں ہو رہا تھا۔ ان بے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

چاروں کو ویزہ حاصل کرنے کے لیے اتنے سخت سوالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا جو ریزڈی اُن سے کر رہی تھی۔ ہر مسافر کو بہت جرح کے بعد ہی بیریئر کراس کرنے کی اجازت ملتی تھی۔ اب تک وہ دو مسافروں کو "مشکوک" قرار دے کر اُس بنچ پر بٹھا چکی تھی جو ان "بیچاروں" کے لیے وہاں پہلے ہی سے دھرے ہوئے تھے۔

✿✿✿✿✿

صوفی صاحب بھی اسی قطار میں موجود تھے لیکن جسمانی طور پر۔ اُن کی روح جیسے اپنے جسم سے الگ ہو کر کہیں اور پہنچ چکی تھی...... وہیں جہاں سے انھیں "اذنِ رخصت" عطا ہوا تھا۔

اُس روز وہ معمول کے مطابق تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے جب پہلے بہت سے واقعات کی طرح انھیں بارگاہِ نبوت ﷺ میں طلب کر لیا گیا!

"امریکہ چلے جاؤ۔"

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حکم دیا۔

اطاعت گزار اور عشقِ نبوی سے سرشار شیخ نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

اگلے روز اُس نے اپنا پاسپورٹ پکڑا اور ڈرائیور کو امریکن قونصلیٹ کی طرف چلنے کے لیے کہا۔ قونصلیٹ کے باہر لگی لمبی قطار نے ایک مرتبہ تو ڈرائیور پر گھبراہٹ طاری کر دی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کے "مرشد" کو عام دنیاداروں کی طرح ویزے کے لیے ذلت اٹھانی پڑے۔ لیکن کوئی نادیدہ قوت اُس کے کانوں میں یہ سرگوشی بھی کر رہی تھی کہ اُس کا مرشد اپنی مرضی کے تابع نہیں۔ جس نے اُسے یہاں بھیجا ہے وہی سارے بندوبست بھی کر دے گا۔

اور ایسا ہی ہوا............

اُس نے ڈرائیونگ ایریا پر گاڑی روکی۔ اپنے مرشد کو دروازہ کھول کر باہر نکالا اور گاڑی پارکنگ کی طرف لے گیا۔

شیخ نے ایک نظر سامنے لمبی قطار پر ڈالی پھر آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور قطار کی طرف بڑھنے لگا۔ اچانک ہی زمین نے اُس کے قدم جکڑ لیے۔ ایک باوردی مسلح گارڈ اُسی کی طرف تقریباً بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔"

اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔"

شیخ نے اُس کی طرف دیکھا۔

"آپ گیلانی صاحب ہیں نا ں؟"

گارڈ نے بڑے تیقن سے کہا۔

شیخ نے صرف و ثبات میں سر ہلایا۔

"سر! آپ اِدھر آ جائیں۔"

گارڈ نے مخالف سمت اشارہ کیا اور بڑا مؤدب ہو کر اُس کی راہنمائی قونصلیٹ کے اُس دروازے کی طرف کرنے لگا جس کے باہر ایک سفید رنگ کے بورڈ پر بڑے بڑے سرخ الفاظ سے لکھا ہوا تھا۔

"خبردار! یہ راستہ صرف قونصلیٹ کے ملازمین استعمال کر سکتے ہیں۔"

گیٹ کے سامنے پہنچ کر اُس نے گیٹ کے کونے میں کھڑے دوسرے گارڈ سے کچھ کہا جس نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ دروازے کے اندر موجود انٹرکام پر اُس نے کسی کو گیلانی صاحب کی آمد سے مطلع کیا اور اگلے پندرہ منٹ بعد وہ انٹرویو والی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا جس کے پیچھے شیشے کے آر پار کرخت چہرے اور غصیلی آنکھوں والے ویزہ آفیسر نے اُس کا پاسپورٹ طلب کیا۔

شیخ نے پاسپورٹ اور وہ ویزہ فارم کھڑکی سے اندر کر دیا جو اُس نے ابھی چند منٹ پہلے اس کھڑکی سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھ کر پُر کیا تھا۔ وہ صرف اپنی تین

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

تصاویر ساتھ لایا تھا جو پاسپورٹ اور ویزہ فارم کے ساتھ ہی اُس نے اندر بڑھا دیں۔

عام حالات میں اگر کوئی پاکستانی اس طرح لاپروائی کا مظاہرہ کرتا تو ویزہ افسر اُسے دھکے دے کر باہر نکلوا دیتا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر کرخت چہرے اور غصیلی آنکھوں والے اسی ویزہ آفیسر نے اُس کے فارم کے ساتھ تصاویر خود چسپاں کیں۔ اُس سے کوئی سوال تک نہ کیا۔

"تشریف رکھیں۔ ابھی آپ کو زحمت دیتے ہیں۔"

اُس نے گیلانی کی طرف دیکھ کر بڑے ملتجی لہجے میں کہا اور گیلانی کچھ فاصلے پر دھری کرسیوں میں سے ایک کونے والی کرسی پر بیٹھ کر حسب عادت تسبیح پڑھنے لگا۔ بمشکل دس منٹ ہی گزرے تھے جب اُس نے ویزہ آفیسر کو اپنی طرف آتے دیکھا جس نے اپنے ہاتھ میں اُس کا پاسپورٹ پکڑ رکھا تھا۔

یہ قطعاً خلاف معمول تھا۔

یہاں موجود ہر شخص حیرت و استعجاب میں ڈوبا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا پروٹوکول تو آج تک کسی وی آئی پی کو بھی نہیں ملا تھا۔ ویزہ آفیسر نے بڑے احترام سے پاسپورٹ اُس کی طرف بڑھایا اور وہاں موجود گارڈ کو ہدایت کی کہ گیلانی صاحب کو اُسی گیٹ سے باہر چھوڑ آؤ۔

گارڈ کے لیے اپنی پندرہ سالہ ملازمت میں یہ پہلا اس نوعیت کا تجربہ تھا۔ اُس نے اطاعت گزاری اور گیلانی کے ہمراہ چل دیا۔

سب لوگ حیران تھے سوائے گیلانی کے!!

وہ جانتا تھا یہ سب دنیاوی کارروائی ہے۔ جس بارگاہ سے اُسے حکم سفر ملا ہے وہاں دنیا کی کوئی سرحد، زمین، قانون پرکاہ جتنی اہمیت نہیں رکھتا۔

یہ اُس کا پہلا سفر نہیں تھا۔

مسافت اُس کا مقدر تھی۔

اپنی پیدائش کے بعد سے اس مسافر کا کوئی بھی عمل اپنی مرضی کے تابع نہیں رہا تھا۔ اُسے تو حکم ملتا تھا۔

اور وہ چل دیتا تھا.........

دنیاوی تقاضے پورے کرنے کے لیے اُس نے پاسپورٹ بنا رکھا تھا کیونکہ اپنی روحانی تربیت کے مطابق وہ بہرحال "ظاہر کا مُکلف" تھا۔ دنیاوی تقاضے پورے کرنے اُس کے لیے لازم تھے۔ اُسے بہرحال یہ "پردہ" تانے رکھنا تھا...... حکم تھا کہ "پردہ" نہیں اٹھانا۔ کیونکہ ہر منظر ہر کسی کے لیے نہیں ہوتا۔ ہر آنکھ ہر منظر کی تاب نہیں لا سکتی...... یہ قانون فطرت تھا جس کا احترام لازم تھا۔

تین روز بعد وہ پی آئی اے کی اسی فلائیٹ کے ذریعے عازم امریکہ تھا......!!

اُسے کہاں جانا ہے؟

اُس کا کون سا ٹھکانہ ہوگا؟

رین بسیرا کہاں کرنا ہے؟

میزبان کون ہیں اور آمد کا مقصد کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات کا تجسس کرنا اُس کے نزدیک کفر کے مترادف تھا۔

بارگاہ نبوت ﷺ سے حکم سفر ملا اور وہ چل دیا۔ اس کے علاوہ کچھ سوچنا، کوئی انتظام و انصرام کرنا، کسی کو اپنی آمد سے مطلع کرنا اور امریکہ کے ہوائی اڈے پر اُترنے کے بعد اگلی منزل کا گمان رکھنا، یہ سب اُس کا کام نہیں تھا۔ وہ یہ سب مناسب نہیں جانتا تھا۔ جن کے حکم پر سفر اختیار کیا تھا، اُس بارگاہ میں سوال کرنے کا تصور ہی محال تھا۔ وہاں تو صرف اطاعت ہی اطاعت تھی............ اور اس نے کی۔

* * * * *

قریباً آدھ گھنٹہ کھڑے رہنے کے بعد اُس کی باری آئی اور وہ رینڈی کے کیبن کے سامنے پہنچ گیا۔ دونوں کے درمیان ایک شیشہ حائل تھا جس کے آر پار سب کچھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

آسانی سے دیکھا اور سنا جاسکتا تھا۔ اُس نے رینڈی کی طرف دیکھے بغیر اپنا پاسپورٹ اُس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

"الشیخ السید محی الدین علی الگیلانی۔"

رینڈی نے قدرے بلند آواز سے اُس کا نام دہرایا اور اُس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

دوسری طرف خاموشی تھی۔

"یونائیٹڈ سٹیٹس میں آمد کا مقصد کیا ہے؟"

اُس نے رٹا رٹایا سوال دہرایا اور اپنے سامنے کھڑے شیخ گیلانی کی طرف دیکھا۔ جس نے مسلسل تسبیح کرتے ہوئے اپنے سینے سے نظر اٹھا کر ایک نظر اُس پر ڈالی تھی۔

"اوکے۔ اوکے۔ آل رائیٹ آل رائیٹ"

رینڈی پر عجیب طرح کا دورہ پڑا تھا۔ اُس نے کسی میکانکی عمل کے ماتحت اپنے سوال کے جواب کا انتظار کیے بغیر اُس کے پاسپورٹ پر داخلے کی مہر ثبت کی اور خلاف معمول کھڑے ہو کر بیرل ہٹانے کا بٹن دبایا۔ جب تک شیخ گیلانی بیرل کراس نہ کر گیا وہ اپنی جگہ کھڑی رہی پھر اچانک نارمل ہوگئی۔

رینڈی کے لیے یہ حیرت انگیز تجربہ تھا۔ آج تک اُس سے ایسی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی کہ کسی کو سوال و جواب کے بغیر اُس نے آسانی سے امریکہ میں داخلے کی اجازت دی ہو۔ اُسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب ہوا کیسے۔ وہ تو کسی میکانکی عمل کے تحت سب کچھ کرتی چلی گئی۔ اگر اُس کے ساتھی اس طرح کھڑے ہو کر کسی پاکستانی پاسپورٹ رکھنے والے مسافر کو تعظیم دے کر رینڈی کے کارنر سے گزرتا دیکھ لیتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا۔

ابھی تک رینڈی سکتے کی سی کیفیت کا شکار تھی...... جب تک اُس کی قطار کا

آخری مسافر چیک ہوا وہ شیخ گیلانی کے متعلق ہی سوچتی رہی۔

✪✪✪✪✪

مائیکل بمشکل بیس منٹ بعد لاؤنج میں آ چکا تھا۔ امریکن پاسپورٹ کی وجہ سے کس کی مجال تھی جو اُسے چیک کرتا۔ ریوالونگ بیلٹ سے سامان اُٹھا کر اُس نے ٹرالی پر رکھا اور اب وہ لاؤنج میں ایک عجیب سے تذبذب کا شکار کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔

اُس کا دماغ ابھی تک جہاز کی لینڈنگ کا معمہ حل نہیں کر پایا تھا۔ نجانے شیخ گیلانی کی شخصیت میں کیا بھید تھا جس نے اُسے مسخر کر لیا۔ وہ خود اس معمے کو ابھی تک سمجھ نہیں پایا تھا کہ آخر وہ اب یہاں لاؤنج میں کھڑا کس کا انتظار کر رہا ہے۔

اچانک ہی اُس نے شیخ گیلانی کی خیریت جاننے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ ایک مرتبہ پھر گیلانی سے ملے۔ اس سے آگے ابھی اس نے کچھ نہیں سوچا تھا۔ اُس کے پاس گیلانی سے دوبارہ ملنے کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ وہ ایک مصروف امریکی نوجوان تھا جس کی زندگی منٹوں میں تقسیم ہوتی ہے لیکن وہ ایک گھنٹے سے یہاں گیلانی کا منتظر تھا۔

اُس کی نگاہیں Exit (اخراج) والے اُس دروازے پر تکی تھیں جس سے گزر کر فلائیٹ کے مسافر باہر آ رہے تھے۔ اُن کی رفتار بہت آہستہ تھی۔ اس کی وجہ بھی وہ جانتا تھا۔

خدا خدا کر کے گیلانی کا چہرہ دکھائی دیا۔

اُس نے ایک ہاتھ میں چھوٹا سے بیگ پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے مسلسل تسبیح کے دانے گرا رہا تھا۔ مائیکل اُسے دیکھتے ہی تیزی سے گیلانی کی طرف لپکا۔

"آپ نے بہت دیر کر دی۔"

اُس نے بالکل اس انداز میں گلہ کیا جیسے برسوں سے گیلانی کو جانتا ہو۔

"وقت کی تقسیم میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جواب ملا۔

اور...... مائیکل پر وہی کیفیت طاری ہونے لگی جس کا وہ جہاز میں شکار ہوا تھا۔

''آپ کہاں جائیں گے؟ کوئی آپ کو لینے آیا ہے کیا؟''

اُس نے قدرے بے چینی سے دریافت کیا۔

''کہاں جاؤں گا''...... گیلانی نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور اُس کی بات کو سوالیہ انداز میں دہرا کر ایک گہرا سانس لیا۔ اُس کی آنکھوں اور چہرے پر پھیلی طمانیت اور گہری ہونے لگی تھی...... ''مجھے علم نہیں کہاں جانا ہے...... جس نے یہاں بھیجا ہے اگلی منزل کا بھی اُسی کو علم ہوگا۔''

گیلانی کے جواب نے ایک مرتبہ پھر مائیکل کو گڑبڑا دیا۔ گو کہ ایک امریکی نوجوان کے لیے یہ جواب کسی حواس باختہ شخص کا جواب ہی ہو سکتا تھا، لیکن مائیکل کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ گیا تھا۔

اُس نے حیرت، ہمدردی اور محبت کے ملے جلے جذبات سے اُس کی طرف دیکھا۔

''آپ میرے ساتھ چلیے...... بہت رات ہو گئی ہے۔ فلائیٹ لیٹ تھی ناں...... صبح آپ جہاں کہیں گے میں آپ کو خود چھوڑ آؤں گا۔''

اُس نے ایسے ملتجی لہجے میں یہ بات کی، گیلانی چلتا چلتا رک گیا۔ دونوں لاؤنج کے باہر آ گئے تھے۔ جہاں نیویارک کی برفیلی ہوا ہڈیوں میں اُترتی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن مائیکل جیسے احساسات سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

گیلانی نے اُس کے سوال کا جواب دینے سے پہلے آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا۔ پھر چند ثانیے کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور اُس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

''اگر میرے اللہ کو یہی منظور ہے تو ایسا ہی سہی۔''

شیخ گیلانی نے کہا اور مائیکل کو یوں لگا جیسے کسی نے اُس کے سر پر دھری بھاری گٹھڑی اُتار کر زمین پر رکھ دی ہو۔ شیخ کے جواب نے اُس پر سرشاری کی کیفیت طاری کر دی تھی۔ بالکل ایسی سرشاری جیسے اُس نے کوئی بڑی فتح حاصل کر لی ہو۔

شیخ کے ''ناں ناں'' کرنے کے باوجود اُس نے بیگ ٹرالی پر رکھ لیا۔ ائرپورٹ پر موجود ایک ''سروس'' سے کار منگوائی اور اب وہ شیخ گیلانی کے ساتھ نیو جرسی جا رہا تھا۔

چند گھنٹے سفر کا ساتھی شیخ گیلانی اُسے اپنی زندگی بھر کی متاع سے عزیز محسوس ہو رہا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

نیویارک کے جان ایف کینیڈی ائرپورٹ سے گاڑی نیوجرسی ٹرن پائیک پر مڑ گئی۔ جہاں سے ایگزٹ فور (Exit-4) لینے کے بعد اب وہ ساؤتھ 295 پر بھاگ رہی تھی۔ آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا اور مائیکل کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ کیونکہ اُس کا ہمسفر پچھلی سیٹ پر اُس کے ساتھ بیٹھا ضرور تھا لیکن مائیکل کو یقین تھا کہ وہ یہاں نہیں ہے۔ اُس کا جسم ضرور اس جگہ موجود تھا۔ اگر اُس کے دائیں ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے مسلسل نہ گر رہے ہوتے تو اُس کے بے حس و حرکت جسم کو دیکھ کر یہ گمان کرنا بھی مشکل تھا کہ وہ زندہ ہے۔ مائیکل کی شدید خواہش تھی کہ وہ کوئی بات کرے لیکن گیلانی آنکھیں موندے کسی اور ہی جہان کی سیر کر رہا تھا۔ مائیکل کے لیے یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں تھی کہ گیلانی سو رہا ہے کیونکہ اُس کے دائیں ہاتھ میں مسلسل حرکت ہو رہی تھی۔ البتہ اُس نے آنکھیں ابھی تک نہیں کھولی تھیں۔

یہ خاموشی اب مائیکل کو کھلنے لگی تھی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

''آپ پہلے کبھی امریکہ آئے ہیں کیا؟''

اُس نے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ گیلانی آنکھیں کھول کر اُس سے بات کرے۔

''نہیں''

گیلانی کی طرف سے مختصر جواب ملا۔ البتہ اُس نے اپنی آنکھیں کھول لی تھیں۔ اس جواب نے مائیکل کو پھر گڑبڑا کر رکھ دیا۔ اُسے حیرت ہو رہی تھی کہ امریکہ میں پہلی مرتبہ آنے والا ایک ایسا شخص جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں کوئی جاننے والا نہیں اتنا مطمئن کیسے ہو سکتا ہے؟

کہیں وہ اُس کے مزید سوالات سے بچنے کے لیے تو ایسا نہیں کہہ رہا؟

''لیکن آپ جتنی روانی سے انگریزی بولتے ہیں، اُس سے یہ تو یقین نہیں آتا کہ آپ نے یورپ کا سفر نہ کیا ہو۔''

مائیکل نے اپنی بے یقینی ختم کرنے کے لیے اگلا سوال کیا تھا۔

''ہاں میں نے کہا ناں...... میں اپنی مرضی سے کہیں نہیں جاتا۔''

گیلانی نے پھر مائیکل کو الجھا دیا۔

''میں جاننا چاہتا ہوں...... کیوں نہیں؟''

مائیکل کا تجسس بڑھنے لگا۔

''میرے عزیز ماننے کے لیے جاننا شرط نہیں۔ پہلے مان لو...... پھر خود ہی جان جاؤ گے۔''

گیلانی کے اگلے جواب نے اُسے چاروں شانے چت کر دیا۔

جو زبان گیلانی بولتا تھا وہ مائیکل کے لیے نئی ضرور تھی لیکن سمجھ میں آنے والی بھی تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ گیلانی کی شخصیت میں کوئی ایسی بات ضرور ہے جو اُسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے ورنہ مائیکل اُسے یوں اپنے گھر نہ لے کر آتا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اچانک ہی اُسے خیال آ گیا کہ وہ گیلانی کو اپنے گھر کیوں لے کر جا رہا ہے؟

اس عجیب وغریب سوال نے اُسے پھر الجھا لیا۔ ایسا زندگی میں شاید پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ وہ کامیاب امریکن تھا جس کے پاس ضائع کرنے کے لیے زندگی کا ایک منٹ بھی نہیں تھا۔ اُس کا تعلق انسانوں کی جس نسل سے تھا وہ صرف اور صرف دماغ سے سوچتی تھی۔ اُن کے پاس دل ضرور تھا لیکن اس کا کوئی جذباتی استعمال انہوں نے نہیں سیکھا تھا۔

کیا یہ میرے دماغ کا فیصلہ ہے؟

''نہیں''

جواب ملا۔

''لیکن میں نے تو کبھی دل سے......''

اچانک اُس کی سوچ کا دھارا پلٹا کھانے لگا اور کسی نادیدہ طاقت نے اُسے احساس دلانا شروع کیا کہ یہ اُس کے دماغ کا نہیں دل کا فیصلہ تھا اور ایسے فیصلوں پر اختیار نہیں ہوتا۔

کیا وہ کمزور ہو گیا ہے؟

ایک اچھا منیجر ہونے کے لیے...... ایک بڑی کمپنی کا سیلز آفیسر ہونے کے ناطے یہ اُس کے لیے اچنبھے کی بات تھی کہ اب اُس نے اپنے دل کے فیصلے ماننے شروع کر دیے ہیں۔ کہیں میں کمزور تو نہیں پڑ گیا؟ یہ کوئی اچھا سائن نہیں؟ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

اچانک ہی گیلانی نے گردن گھما کر اُس کی طرف دیکھا۔ صرف ایک لمحے کے لیے۔ پھر اپنی نظریں کار کی کھڑکی کے باہر بھاگتے مناظر پر گاڑ دیں۔ لیکن...... یہ ایک لمحہ مائیکل کی سائیکی پر بم شیل کی طرح پھٹا اور اُسے یوں لگا جیسے کسی نے اچانک اُس کے دل پر برف کا بڑا سا ٹکڑا رکھ دیا ہو۔

''ہم انسان مجبور محض ہیں...... کوئی کتنا ہی چالاک ہوشیار کیوں نہ ہو...... ایک

حد سے آگے نہیں جا سکتا۔ ہمارے افعال، ارادے، سوچ سب کچھ ارادی نہیں ہوتا۔ اختیاری نہیں ہوتا...... کئی فیصلے ایسے ہوتے ہیں عزیز من! جو قدرت ہم سے کرواتی ہے...... جو اُس کے کسی عمل کا ردعمل ہوتے ہیں۔ اللہ کی پلاننگ کا حصہ ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس نیچرل پراسیس میں حصہ دار بنتے ہیں۔''

گیلانی کے منہ سے نکلے الفاظ مائیکل کے کانوں کے راستے اُس کی روح میں اُتر رہے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گیلانی نے اُس کے دل کا چور پکڑ لیا ہو۔ جو کشمکش اُس کے اندر چل رہی تھی، جن سوالات نے اچانک سر اُٹھانا شروع کیا تھا، اُن کا جواب گیلانی کی طرف سے مل گیا تھا۔ اُسے علم ہو گیا تھا کہ اُس کے تمام افعال واعمال اختیاری نہیں۔ کچھ غیر اختیاری بھی ہیں۔

مائیکل حیرت، سکون اور عقیدت کا مرقع بنا اُس کی طرف کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے اپنی گرینڈ ما (Grand Ma) سے اس بات کا علم تو ہوا تھا کہ کچھ Saint ایسے ہوتے ہیں جو انسانی دماغ کے راستے دل میں اُتر جاتے ہیں۔ لیکن ایسے کسی Saint سے اُس کا واسطہ بھی زندگی میں پڑے گا، اس کا گمان اُسے نہیں تھا۔ اُسے اپنی ''گرینڈ ما'' کی باتوں کا یقین اس لیے نہیں تھا کہ وہ کوئی پڑھی لکھی خاتون نہیں تھی۔ اپنی ساری جوانی اُس نے غلامی میں بسر کی تھی۔ جب امریکنوں نے کالے غلاموں کو انسانوں کا درجہ دیا تو اُس کی دادی اپنی عمر کا زیادہ حصہ غلامی کی بھینٹ چڑھا چکی تھی۔ لیکن اُس کے حواس بحال تھے۔

مائیکل بچہ تھا۔ اُس کا باپ کسی فیکٹری میں زندگی کی بھٹی کا ایندھن بنا رہتا اور وہ اپنی دادی کے پاس۔ ماں تو اذنِ آزادی ملتے ہی اُس کے باپ کو چھوڑ گئی تھی۔ اُسے یہ اچھی طرح یاد تھا کہ اُس کی ماں غضب کی گلوکارہ تھی...... قدرت کی طرف سے اُسے سریلا گلا نصیب ہوا تھا اور جیسے ہی مکمل انسانی حقوق جو امریکن آئین نے دیے تھے حاصل ہوئے اُس کی ماں نے اپنا کیریئر سوچنا شروع کر دیا۔ اُسے اپنا خاوند بُرا لگنے لگا جو پہلے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کیلیفورنیا کے کھیتوں میں جانوروں کی طرح کام میں جُتا رہتا تھا اور اب کسی لوہا پگھلانے والی فیکٹری کے چولھوں میں ایندھن جھونکتا رہتا تھا۔ جب سیموئیل شام کے بعد فیکٹری کی بس کے ذریعے گھر واپس لوٹتا تو اس کے کالے چہرے پر فیکٹری کی آلودگی کی ایک اور تہہ بھی جمی ہوتی تھی۔

مائیکل کی ماں کو یہ کچھ پسند نہیں تھا۔

وہ مغنیہ بن کر اپنا مستقبل سنوارنا اور اپنے ایام غلامی کا بدلہ لینے کا عزم رکھتی تھی۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور ایک روز اُس کے باپ سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ امریکن قانون سے حاصل بے پناہ مراعات اور سہولتوں نے یہ مرحلہ صرف تین دنوں میں طے کروا دیا اور ایک روز وہ دو سال کے مائیکل کو چھوڑ کر چلی گئی۔

اُس کی ماں نے کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ نہ ہی بلند ہونے کے باوجود اُس کے باپ یا دادی نے ماں سے متعلق کچھ بتایا۔ حیرت انگیز بات تو یہ ہوئی کہ اُس کا باپ دادی سے پہلے مرگیا...... دادی نے باپ کی موت کے پانچ سال بعد تک تو اُس کا ساتھ دیا لیکن ایک روز وہ بھی زندگی کی گاڑی سے چپ چاپ اُتر گئی۔

مائیکل کو ایک ویلفیئر ادارے نے اپنے زیر کفالت کر لیا۔ اُس نے ''آرفن ہاؤس'' (یتیم خانہ) میں اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد پایا تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کر کے ایک کامیاب آدمی بننا۔

اور وہ بن گیا۔

آج نجانے کیوں اُسے اپنی دادی کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔

ایک بات تو طے تھی کہ یہ شیخ گیلانی جو کوئی بھی تھا کچھ الگ قسم کا ضرور تھا۔ وہ جہاز سے یہاں تک اُس کے حواس پر چھایا ہوا تھا اور مائیکل اُس کے قرب سے بوجھ کے بجائے خوشی محسوس کر رہا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

گاڑی اب اُس رہائشی علاقے میں داخل ہو رہی تھی جو اُن کی منزل تھا۔ ایک ''سیون الیون'' کے سامنے مائیکل نے گاڑی کھڑی کروائی اور گیلانی کو ''ایکسکیوزمی'' کہہ کر باہر نکل گیا۔ اُس کی واپسی بمشکل پانچ منٹ بعد ہوگئی تھی اور وہ دو بڑے بڑے شاپنگ بیگز کے ساتھ واپس لوٹا تھا جو اُس نے گاڑی کی ڈگی میں رکھوا دیے تھے۔

مائیکل نے اپنے اندازے سے شیخ گیلانی کے لیے کھانے پینے کی اشیاء خریدی تھیں۔ زندگی میں شاید پہلی مرتبہ اُس نے کوئی بھی شے خریدنے سے پہلے اس کے ڈبے پہ لکھے اجزائے ترکیبی کو اتنے غور سے پڑھا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شیخ گیلانی صرف ''حلال'' کھائے گا۔

اگلے پندرہ منٹ بعد دونوں گھر کے اندر داخل ہو چکے تھے۔

مائیکل کا سارا گھر بے ترتیبی کا شکار تھا۔ تین کمروں کے اس اپارٹمنٹ میں کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر موجود نہیں تھی اور اُس نے کبھی اس کا تردد بھی نہیں کیا تھا۔ زندگی اُس نے ضرور ترتیب سے بسر کی تھی لیکن اپنے گھر میں کبھی ڈسپلن کا اہتمام نہیں کیا تھا۔

یہاں آتا ہی کون تھا؟

گذشتہ دو سال سے تو اُس نے کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں رکھی تھی۔ کبھی کبھی کوئی اِسکالر اگر آ بھی جاتا تو اُسے خلاف توقع ماحول نہیں ملتا تھا۔ یہاں کی زندگی میں کسی بھی اکیلے آدمی سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ اپنی آفس کی زندگی کی طرح اپنے گھر کو بھی maintain کر سکے گا۔

لیکن...... شیخ گیلانی کی یہاں موجودگی نے اُسے زندگی میں پہلی مرتبہ اس کا احساس دلایا اور وہ قدرے شرمندگی محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ تو خیریت گزری کہ اُس نے روانگی سے ایک روز پہلے اپنا سٹنگ روم وائپر کرنے کے بعد سیٹ کیا گیا تھا اور وہ گیلانی کو سیدھا وہیں لے گیا۔

''معافی چاہتا ہوں۔ اصل میں اکیلا آدمی ہوں ناں......''

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اس نے اپنے احساس ندامت کو چھپانا چاہا۔

''میرے عزیز! یہ زیادہ ضروری نہیں...... بمشکل آدھا گھنٹہ لگے گا اور سارے گھر کی تم جھاڑ پونچھ کر لو گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ جس صفائی پر بہت وقت لگتا ہے وہ تمہیں حاصل ہے۔ تمہارا اندر صاف ہے مسٹر مائیکل...... اور یہ زیادہ خوشی کی بات ہے۔''

شیخ گیلانی نے اُس کی آنکھوں میں جھانکا تو اُسے طمانیت قلب کا احساس ہوا۔

''آپ کا شکریہ شیخ! ہم امریکن لوگ اصل میں ایسی باتوں کے عادی نہیں ہوتے ناں۔''

اُس نے مسکرانا چاہا۔

''ہو جاؤ گے۔''

شیخ نے سرگوشی کے انداز میں قریباً بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اُسے سمجھ نہ آئی کہ شیخ گیلانی نے کیا کہا ہے لیکن مائیکل نے تجسس نہ کیا۔

''آپ آرام کریں۔ میں آپ کے لیے کچھ لے آؤں۔''

اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

''اس کی ضرورت تو نہیں......''

گیلانی نے جواب دیا۔

''پلیز! کچھ کھائیے...... میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے۔ سب ''حلال'' ہے۔''

اُس نے کچھ ایسے انداز سے کہا کہ گیلانی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

''واش روم کدھر ہے؟''

گیلانی نے اگلا سوال کیا۔

اُس نے گیلانی کی راہنمائی واش روم تک کی اور خود کچن کا رخ کیا۔ قریباً بیس منٹ بعد جب وہ ابلی ہوئی سبزیوں اور سلائس کے ساتھ کافی کا ایک مگ تھامے کمرے میں

داخل ہوا تو گیلانی ایک جائے نماز پر مصروف عبادت تھا۔ مسلمان ہمسایوں کی وجہ سے اُسے یہ تو اچھی طرح علم تھا کہ جو کچھ شیخ گیلانی کر رہا ہے اسے ''نماز'' کہتے ہیں لیکن اس حقیقت سے وہ لاعلم تھا کہ اللہ کے وہ بندے جنہیں حضوری کی نعمت حاصل ہو جب نماز سے فراغت پائیں تو ان کے چہرے پر اللہ کے تجمل اور تجلی کا نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ اُن کا چہرہ شفاف، مسکراہٹ ملکوتی اور لہجہ ایسا پاکیزہ ہوتا ہے کہ مخاطب وفور نیاز و تسلیم سے بھیگتا چلا جاتا ہے۔

کچھ یہی کیفیت مائیکل پر طاری ہونے لگی تھی جب شیخ گیلانی نے سلام پھیرنے کے بعد اُس کی طرف دیکھا تو مائیکل کو اُس نور کا سرمدی سا ظہور اپنے وجدان پر محسوس ہوا اور اُسے اپنا وجود ہلکا ہو کر فضا میں اڑتا محسوس ہوا۔

یہ سیدھا سادا سا شیخ گیلانی، جس کی شخصیت میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ کوئی خواہ مخواہ اُس کی طرف متوجہ ہو یا اُس کے متعلق سوچنے لگے۔ وہ پہلی نظر میں کسی درسگاہ کا فارغ التحصیل بھی نہیں لگتا تھا...... لیکن...... مائیکل کو عرصہ بعد اس بات کا علم ہوا کہ خالق کائنات نے ایسے انسان بھی تخلیق کیے جنہیں مہد مادر میں ہی کئی علوم و فنون، قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کر کے انہیں خصوصی انعامات سے نوازا اور اپنا مقرب کر لیا۔ کسی کا باطن صیقل کر دیا تو کسی کی آنکھیں آئینہ ہو گئیں...... کسی کے دل کو گداز بخشا تو کسی کے سینے کو وادی سینا کر دیا...... کسی کو پرواز فکر دے کر مبہوت کیا تو کسی کے طائر فکر کو آشنائے لاہوت کر دیا۔ کسی کو عقل و خرد سے نوازا تو کسی کو دل بینا دے کر دیدہ وری کا حکیم الامت کر دیا۔

السید شیخ محی الدین علی الگیلانی بھی ایسا ہی نابغہ روزگار تھا......! اُسے بیک وقت دو اہم نسبتیں حاصل تھیں۔ سری نگر میں آسودہ خاک تاجدار کشمیر حضرت امیر کبیر شاہ گیلانی'' سے نسبت تو ایک اعزاز تھا ہی لیکن دوسرا بڑا اعزاز اُن کے اجداد میں سے حضرت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سید شریف گیلانی" کی لاہور میں آسودہ خاک حضرت میاں میرؒ کی ہمشیرہ اور سجادہ نشینی کا شرف بھی اسی خاندان کے پاس تھا۔

شیخ گیلانی کی والدہ سیدہ مریم بی بی کے لیے وہ بڑا ہی عجیب وغریب اور یادگار دن تھا جب ایک روز وہ اپنے نومولود صاحبزادے کو اپنے پہلو میں لیے استراحت فرما رہی تھیں کہ اچانک اُن کی آنکھ کسی آہٹ سے کھل گئی۔ سیدہ مریم گھبرا کر اپنے بستر پر ہی بیٹھ گئیں۔ ان کے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ جب اچانک سارے کمرے میں روح کی گہرائیوں تک اتر جانے والی ایک پراسراری خوشبو نے ڈیرہ جمالیا۔

یہ خوشبو اپنے ساتھ پاکیزگی کا ایک بحر بے کراں سمیٹے سیدہ مریم کے حواس پر طاری ہو رہی تھی اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے تیز دھڑکتے دل پر طمانیت کا پھاہا رکھ دیا ہو۔ چند لمحوں میں سیدہ مریم نارمل ہو چکی تھی جب اچانک پاکیزہ خوشبو کے دامن سے روشنی کا ایک ہیولا نمودار ہوا۔

سادات ہونے کے ناطے سیدہ مریم کے لیے ایسے مظاہرہ اچنبھے کی بات نہیں تھی۔ انہوں نے خود بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رسائی پائی تھی اور حضرت امیر کبیر گیلانی" سے انہیں کئی معاملات میں راہنمائی ملتی رہتی تھی۔ جب شیخ گیلانی اُن کی کوکھ میں تھے تو حضرت گیلانی" نے ایک روز انہیں حالت بیداری میں اپنی زیارت سے مشرف کیا اور مبارکباد پیش کرتے ہوئے نوید دی تھی کہ خاندان گیلان کی ولایت اُس کی اولاد کو منتقل ہو رہی ہے۔

عابدہ زاہدہ سیدہ مریم گیلانی نے کئی بزرگ ہستیوں سے حالت بیداری میں فیض حاصل کیا تھا۔ عالم ہوش میں آج تک انہوں نے کبھی تہجد کی نماز قصداً قضا نہیں کی تھی اور سادات گیلانی میں انہیں خاص مقام حاصل تھا۔

لیکن...... آج جس ہستی کی زیارت انہیں نصیب ہو رہی تھی، اُس نے سیدہ مریم پر وجد کا عالم طاری کر دیا تھا کیونکہ یہ امام طریقت اور سادات کے تاجدار حضرت علی

کرم اللہ وجہہ تھے۔ پاکیزگی اور خوشبو کے گرد بندھے نور کے اس ہالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات نمایاں ہوئی تو سیدہ مریم پر عقیدت واحترام اور احساس خوش بختی سے وجد کا عالم طاری ہو گیا۔

"مبارک ہو بیٹی!"

سیدہ مریم کے کانوں میں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ سراپا عقیدت وانکسار سیدہ مریم کے لیے تاب نظارہ نہ تھا۔ اُن کو اپنے دل کی دھڑکن رکنے کا احساس ہوا اور جسم کی تمام حسیات ایک ایک کر کے اُن کا ساتھ چھوڑنے لگیں۔ طاقت گویائی تو جیسے سلب ہو چکی تھی البتہ اُن کے کان آواز سننے پر قادر تھے۔

سیدہ مریم سراپا عجز وانکسار اور مرقع عقیدت بنی اپنی جگہ بیٹھی تھیں۔ اُن کے وجود نے جنبش سے بھی انکار کر دیا تھا مبادا یہ شان حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں گستاخی نہ ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے توقف کے بعد فرمایا......"اللہ نے تجھے سرفراز کیا۔ تیری ریاضتیں رنگ لے آئیں۔"

اس کے بعد تو سیدہ مریم تاب شنوائی سے بھی محروم ہو گئیں۔ بس آنسو تھے کہ اُن کی آنکھوں سے جھرنوں کی طرح پھوٹ رہے تھے۔ دامن ان آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔ سیدہ مریم سسکیاں لے کر رو رہی تھیں۔ جب اُن کی سلب کی ہوئی حسیات واپس لوٹنے لگیں۔

لیکن اب وہ منظر باقی نہیں رہا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُسے سرفرازی کی خبر دے کر تشریف لے جا چکے تھے اور سیدہ مریم سراپا عجز وانکسار وہیں بیٹھی تھیں۔ رات دو پہر بیت چکی تھی جب انہیں ہوش آیا۔ تہجد کے لیے بارگاہ ایزدی میں کھڑی سیدہ مریم جب اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتیں اُس کی حمدیت کا اقرار کرنے کے لیے سجدہ ریز ہوئیں تو عالم جذب میں کافی دیر تک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سجدے ہی میں اللہ کی عظمت و وحدانیت کی تکرار کرتی رہیں۔ احساس تشکر سے اُن کی آنکھوں سے پھر جھڑی لگ گئی۔ مصلحہ بھیگنے لگا اور سیدہ مریم کو اُس وقت سجدے سے سر اٹھانے کا ہوش آیا جب قریبی مسجد سے فجر کی اذان کے لیے موذن نے لاؤڈ سپیکر کو چیک کیا۔

السید محی الدین الشیخ گیلانی کی پرورش سے پہلے کئی اور مبارکبادیں بھی اُن کے والدین کو مل چکی تھیں اور خاندان میں یہ خوشخبری الشیخ گیلانی کی پیدائش سے پہلے ہی پھیل گئی تھی اور پیدائش کے ساتھ ہی وہ علامات ظاہر ہونے لگیں جن سے سیدہ مریم اور خاندان کے باقی لوگوں کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ خاندان سادات کا یہ بچہ اپنے بزرگوں کے پیغام اور تعلیمات کو آگے پھیلائے گا۔

سات آٹھ برس کی عمر تک ایسے درجنوں واقعات ہو چکے تھے جن سے الشیخ گیلانی کی غیر معمولی شخصیت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھنے لگا۔

اُن دنوں اس خاندان کا قیام سری نگر میں تھا جب ایک روز اچانک گیلانی پر وہ خاص کیفیت طاری ہوئی جس میں وہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جایا کرتا تھا۔ اُس کی آواز بدلنے لگی اور سیدہ مریم سمیت خاندان کے باقی سب لوگوں کو بھی واضح الفاظ سنائی دیے کہ یہاں سے ہجرت کر جاؤ......

لیکن کہاں؟

اس سوال کا جواب ابھی تک کسی کو نہیں ملا تھا۔ لیکن اگلے ہی روز اس سوال کا جواب بھی مل گیا جب حضرت میاں میرؒ کے دربار میں شیخ گیلانی کے والد گرامی کی حاضری ہوئی اور حضرت میاں میرؒ نے انہیں بتایا کہ اُن کا لاہور میں انتظار ہو رہا ہے۔

والد گرامی نے زندگی میں کبھی سری نگر سے علیحدگی کا تصور ہی نہیں کیا تھا لیکن اس حکم سے انکار کی تاب اُن میں نہیں تھی۔ انہوں نے سیدہ مریم کو بتایا کہ ہجرت کے حکم کے ساتھ انہیں اگلی منزل بھی بتا دی گئی ہے اور اب وہ اُس کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔

آٹھ سال کی عمر میں الشیخ گیلانی کا خانوادہ سری نگر میں اپنے محلات چھوڑ کر عازم لاہور ہوا اور یہاں پہلے سے موجود اپنے بزرگوں کی رہائش گاہ میں قیام پذیر ہوا۔ شیخ گیلانی کی لاہور میں حاضری کے ساتھ ہی انہیں درگاہ حضرت میاں میرؒ سے فیض حاصل ہونے لگا۔ درگاہ سے ملحق مدرسے میں انہیں ابتدائی مذہبی تعلیم کے لیے داخل کر دیا گیا لیکن اساتذہ کے لیے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ انہیں اگلے روز کا سبق پہلے سے ازبر ہوتا تھا۔ اُستاد بھی سیدزادے اور صاحب نظر تھے۔ جان گئے کہ یہ صرف کارروائی پوری کی جا رہی ہے جبکہ یہاں معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ شاگرد کو تو کیا پڑھاتے اُس سے فیض کے طلبگار ہوئے۔

کم عمری ہی میں الشیخ گیلانی کی حاضری ملاں شاہؒ اور میاں میرؒ کے ہاں لگنے لگی اور اُن کی شہرت نزدیک دور کے دیہاتوں میں پھیلتی چلی گئی۔ لیکن ایک حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ شدت سے خلوت پسند تھا۔ اپنے اردگرد لوگوں کے ہجوم سے اُسے وحشت ہونے لگتی تھی۔ لوگ اُس سے دعا کروانے آتے تو وہ ہاتھ ضرور اٹھا دیتا اُس کی زبان سے کیا لفظ نکلتے تھے؟ وہ کس زبان میں اپنے اللہ سے بات کرتا تھا، سائل کا مسئلہ کس کے آگے پیش کرتا تھا، ان سوالات کا کسی کو کوئی جواب نہ مل سکا۔ بس ایک ہی بات وہ سب کے جواب میں کہتا تھا۔

"نماز پڑھا کر......اللہ خیر کر دے گا۔"

اور......اللہ اُس کے کہے کی شرم رکھنے لگا۔

والدین نے گیلانی کو اپنی دانست میں دنیاوی تعلیم کے لیے سکول میں بھی داخل کر دیا تھا۔ لیکن یہ بات وہ بھی اچھی طرح جاننے لگے تھے کہ اُس کے معلم کون ہیں؟ اور یہ فیض اُسے کہاں سے حاصل ہو رہا ہے۔

دن، ہفتوں مہینوں اور سالوں میں بدلنے لگے۔ تحریک پاکستان اپنے نقطہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

عروج کو چھو رہی تھی اور الشیخ گیلانی اوائل جوانی میں اس تحریک کا متحرک کارکن بن چکا تھا۔ اُس کے اردگرد کی تمام آبادیاں ہندوؤں اور سکھوں کی تھیں جہاں کانگریس کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس علاقے میں سوائے گیلانی سادات کے اور کوئی ایسا قابل ذکر مسلم خاندان نہیں تھا جسے ہندو سکھ خاطر میں لاتے۔ سینکڑوں کانگریس کے جھنڈوں کے درمیان مسلم لیگ کے دو چار ہلالی پرچم جو گیلانی نے اپنے گھر کے چاروں طرف لہرائے ہوئے تھے بڑے عجیب دکھائی دیتے لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اُن کا رعب و دبدبہ سب کے دلوں پر طاری تھا اور خصوصاً یہاں کی غیر مسلم آبادی جس نے کبھی اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس علاقے میں کبھی کوئی پاکستان یا مسلم لیگ کا نام لینے والا بھی پیدا ہوگا اس صورت حال کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

اُس روز نزدیک دور کے غیر مسلم معززین کا ایک گروپ اسی صورت حال پر بات کرنے کے لیے الشیخ گیلانی کے والد کے پاس آیا تھا۔ چونکہ حضرت میاں میرؒ اُن سب کے لیے محترم تھے خصوصاً سکھ تو انہیں اپنے گورو کا درجہ دیا کرتے تھے اس لیے یہ اجتماع دربار شریف کے صحن میں ہوا۔ جہاں کچھ ڈرے سہمے مسلمان الشیخ گیلانی، اُن کے والد ماجد اور خاندان کے کچھ لوگ موجود تھے۔ اپنی آمد کا مدعا بیان کرتے ہوئے غیر مسلموں نے کہا کہ شیخ گیلانی کی طرف سے مسلم لیگ کے حق میں ہونے والا پرچار اور جلسے جلوس بدامنی کا باعث بن سکتے ہیں کیونکہ اس علاقے میں اکثریت اُن لوگوں کی ہے اس لیے یہاں صرف کانگریس کے جھنڈے ہی لہرائے جائیں گے۔

"لیکن کب تک نمبردار صاحب؟"

اچانک ہی نوجوان شیخ گیلانی نے کھڑے ہو کر ہندو نمبردار کو ٹوک دیا۔

سارے مجمع پر سکوت طاری تھا۔ بے چارے غریب مسلمان پہلے ہی سہمے ہوئے تھے۔ اب انہیں یقین ہونے لگا کہ کسی بھی لمحے ان معززین کا پیمانہء صبر چھلکے گا اور وہ تھانے میں بلا کر اُن سب کی چھترول کروا دیں گے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا شاہ جی!"

نمبردار نے جو بہرحال انہیں میاں میرؒ کے متولیوں کی حیثیت سے پہچانتا تھا حیرت اور قدرے غصے سے پوچھا۔

"ہم کوئی کام اپنے اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کرتے نمبردار صاحب! آپ کچھ نہیں جانتے۔ واپس چلے جایئے اسی میں خیریت ہے۔"

شیخ گیلانی نے جس لہجے میں اُسے بات کی تھی وہ لہجہ خود اُس کے لیے بھی اجنبی تھا۔

"کیا بات ہے شاہ صاحب، بہت اونچا اڑنے لگے ہو۔"

ہری چند ذیلدار نے کہا جس کا علاقے میں خاصا رعب داب تھا اور بیٹا پولیس آفیسر لگا ہوا تھا۔

"ذیلدار صاحب آپ جس کام سے ہمیں روکنے آئے ہیں اُس کی تو منظوری کبھی کی ہو چکی ہے۔ ہم کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے۔ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ بابا جی (میاں میر صاحبؒ) نے حکم دیا، تعمیل کر رہے ہیں اور بابا جی نے بتا دیا ہے کہ پاکستان اللہ کا امر ہے۔ اسے قائم ہو کر رہنا ہے۔ یہ زیادہ لمبی نہیں چند مہینوں کی بات ہے، چند مہینوں کی۔"

نجانے شیخ گیلانی کے لہجے میں کیا قہر چھپا تھا کہ جس کیفیت سے چند لمحے پہلے تک مسلمان دو چار تھے اب غیر مسلم اُس کا شکار دکھائی دینے لگے تھے۔ اُس کا آج تک سب نے جمالی روپ ہی دیکھا تھا۔ آج پہلی مرتبہ جلالی روپ سامنے آیا تھا۔

سہمے ہوئے مسلمانوں میں جیسے برق سی لہرا گئی۔ انہوں نے بالکل خلاف توقع وہاں "پاکستان زندہ باد"

"قائداعظم زندہ باد"

"لے کے رہیں گے پاکستان"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"بٹ کے رہے گا ہندوستان"

کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

یہ صورت حال غیر مسلموں ہی نہیں مسلمانوں کے لیے بھی غیر متوقع تھی۔ جو لوگ یہاں نعرہ بازی کر رہے تھے وہ سب ان ہندوؤں اور سکھوں کے ملازم اور مزارعے تھے۔ ان کے صدیوں سے مقروض چلے آ رہے تھے اور آج تک انہیں ان کے سامنے سر اٹھا کر بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔

لیکن ...... شیخ گیلانی نے جیسے اُن کا ضمیر ہی بدل ڈالا تھا۔ وہ تمام خوف اور اندیشوں سے بے نیاز اپنے مالکان کے خلاف ڈٹ گئے تھے۔

غیر مسلم معززین نے اس تبدیلی کو محسوس کیا اور اس سے پہلے کہ یہ انقلاب انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے انہوں نے وہاں سے نکل جانا ہی بہتر جانا۔ لیکن انہوں نے الشیخ گیلانی کی طرف سے اٹھائے اس طوفان کو شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی دبا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں انتظامیہ کی مکمل مدد و حمایت حاصل تھی اور معاشرتی طور پر وہ ہر لحاظ سے مضبوط تھے۔

"ان کے ارادے نیک نہیں۔ ضرور جوابی کارروائی کریں گے۔"

والد ماجد نے اپنا عندیہ ظاہر کیا۔

"اللہ ان کے ارادے ناکام کر دے گا حضور! اور ہمیں بھی وہ کمزور نہیں پائیں گے۔" الشیخ گیلانی نے احترام سے سر جھکایا۔

اُس نے یہ بات یوں ہی نہیں کہہ دی تھی۔ جو خدشہ الشیخ گیلانی کے بزرگوں نے ظاہر کیا تھا اُس کا ادراک گیلانی کو بھی بخوبی تھا اور اس کا بندوبست بھی اُس نے پہلے سے کر رکھا تھا۔

اُس نے عشا کی نماز کے بعد تمام مسلمان نوجوانوں کو میاں میرؒ کے مزار پر جمع

ہونے کے لیے کہا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ مسلمان بزرگ پریشان اور کسی حد تک خوفزدہ بھی تھے کیونکہ ایسا کبھی پہلے نہیں ہوا تھا۔ آج تک وہ اپنے غیر مسلم مالکان کے جائز ناجائز احکامات کی تعمیل ہی کرتے آئے تھے انہوں نے کبھی اُن کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کی تھی۔

عشا کے بعد مسجد کے صحن میں بمشکل دس مسلمان نوجوان ہی دکھائی دیے۔ گیلانی انہیں اپنے ساتھ لے کر میاں میرؒ کے حضور پہنچ گیا۔ اُس نے مودب مسلمان نوجوانوں کو قطار میں اپنے پیچھے کھڑا کیا اور آنکھیں بند کر کے حضرت میاں میرؒ کے حضور پیش ہو گیا۔

"بابا جی ...... سب آپ کے حکم کی تعمیل میں ہو رہا ہے۔ ہمارے سروں پر اپنا ہاتھ رکھیے گا۔" اُس نے اپنے بابا جیؒ سے التجا کی۔

حضرت میاں میرؒ مسکرائے۔ اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ کمر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا۔

"گیلانی خوش قسمت ہو اللہ نے اس کار خیر کے لیے تمہارا حصہ قبول کر لیا......

جاؤ اور بے خوف ہو جاؤ......"

اپنے مرشد پاک کا حکم ملتے ہی گیلانی نے اپنی بند آنکھیں کھولیں اور نوجوانوں کو "مبارکباد" دیتے ہوئے کہا کہ بابا جیؒ نے اُن کی حاضری قبول کر لی ہے۔

یہ تمام نوجوان الشیخ گیلانی کے متعلق یہ بات ضرور جانتے تھے کہ اُس کی ذات سے کچھ اسرار وابستہ ہیں کیونکہ مسلمان اور غیر مسلم سب اُس سے دعا کروانے آیا کرتے تھے اور اُس کی دعا شرف قبولیت بھی حاصل کرتی تھی۔ کسی نادیدہ طاقت نے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ گیلانی سچ بول رہا ہے۔

نوجوانوں کو اپنے ساتھ لے کر وہ گاؤں کے باہر اپنے آبائی ڈیرے پر پہنچا اور پرالی کے ایک ڈھیر کے نیچے سے دس کمانیں اور کچھ تیر نکالے جو اُس نے نجانے کب اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کہاں تیار کیے تھے۔ اُس نے ہر نوجوان کو ایک ایک کمان اور کچھ تیر دے کر کہا۔

''میں نے صرف سنت پوری کی ہے۔ کیونکہ ہم سب ظاہر کے مکلف ہیں۔ میں جانتا ہوں ہندوؤں کے پاس بندوقیں موجود ہیں لیکن وقت آنے پر وہ اُن کے کسی کام نہیں آ سکیں گی...... اور تمہارے یہ تیر کمان توپوں کے گولوں کی طرح اُن پر برسیں گے۔''

نوجوانوں نے آمنا صدقنا کہا۔

اگلے روز سارے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی کہ گیلانی نے نوجوانوں میں تیر کمان تقسیم کیے ہیں۔ دشمن کے پاس جتنی طاقت اور اسلحہ موجود تھا اس کے مقابلے میں یہ صرف مذاق تھا لیکن اپنے ''پیر صاحب'' کے متعلق وہ کوئی ایسی بات منہ سے نکالنے سے خوفزدہ تھے جو بعد میں اُن کے لیے پشیمانی کا باعث بن جاتی۔

لیکن...... تیسرے ہی دن گیلانی کے اندیشے سچ ثابت ہوئے۔

اُس نے گاؤں کے پندرہ بیس نوجوانوں کو اس انداز سے رات کے ''ٹھیکری پہرے'' پر لگا دیا تھا کہ اگر مخالف فریق کی طرف سے کوئی شرارت ہو تو فوراً اس کا علم ہو جائے۔ رات کو وہ خود ساری رات جاگ کر ان پہرے والوں کی خبر گیری کرتا۔ اُس روز بھی وہ لوگ معمول کے مطابق پہرہ دے رہے تھے۔ پو پھٹ رہی تھی جب گاؤں کی شمالی سمت سے انہیں للکارے مارتے ہوئے ایک گروہ اُس طرف آتا دکھائی دیا۔ یہ وہ غیر مسلم نوجوان تھے جو مقامی اُمرا کی اولاد ہونے کے ناطے ان مسلمانوں کو اپنی رعایا جانتے تھے اور انہیں اس بات کا شدید غصہ تھا کہ یہ ''کمی کمین'' اُن کے حکم کے بغیر کیوں مسلم لیگ یا پاکستان کا نام لیتے ہیں۔ وہ انہیں اس گستاخی کی سزا دینا چاہتے تھے۔

آنے والوں کے پاس چھ سات رائفلیں، کرپانیں، کلہاڑیاں اور نیزے تھے جبکہ یہاں صرف دس تیر کمان، کچھ کلہاڑیاں اور ڈنڈے......

گاؤں کی طرف بڑھتے حملہ آوروں کی طرف سے ہونے والی ہوائی فائرنگ سے پہلے تو سب سہم کر رہ گئے پھر بھاگ کر اپنے ''پیر صاحب'' کے گرد اکٹھے ہونے لگے

جو بالکل شانت کسی مجسمے کی طرح اُن کے درمیان کھڑا تھا۔

''شاہ جی! اب کیا ہوگا؟ اُن کے پاس تو رائفلیں بھی ہیں۔''

ایک خوفزدہ آواز بلند ہوئی۔

شیخ گیلانی نے ایک نظر اُس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں اپنے اللہ پر بھروسہ نہیں کیا؟''

اُس کے لہجے میں نجانے کیا قہر چھپا تھا کہ دوبارہ کسی نے سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔

شیخ گیلانی نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ دونوں ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں بلند کیے اور چند ثانیے توقف کرنے کے بعد اُن سے مخاطب ہوا۔

''اگر میری بات مانو گے تو کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ بزدلی دکھائی تو یاد رکھنا یہ لوگ تمہارا وہ حال کریں گے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

اس کے بعد انہیں ہدایات دیتے ہوئے سختی سے اپنی جگہ جمے رہنے کی ہدایت کی۔ گیلانی نے انہیں بالکل پیشہ ور فوجی کمانڈر کی طرح اس طرح گاؤں کے باہر پھیلا دیا کہ کسی بھی سمت سے گاؤں میں داخل ہونے والا اُن کی نظروں سے بچ نہ پاتا۔

اُس نے باری باری تمام نوجوانوں کو اپنے نزدیک بلایا۔ ہر ایک کی پیٹھ کو تھپکی دی اور جس جس کے بدن سے شیخ گیلانی کا ہاتھ چھوا اُسے یوں لگا جیسے اُس کے تن بدن میں بجلیاں بھر دی گئی ہوں۔

دو جوانوں کو اپنے ساتھ لے کر وہ خود گاؤں کے باہر اُس راستے کی طرف چلا گیا جدھر سے بلوائیوں کی آمد متوقع تھی۔

❁❁❁❁❁

کھیم پرکاش فوجی کی کمان میں پچاس ساٹھ ہندو سکھوں کا جلوس جو گاؤں پر حملہ آور ہونے کے لیے آ رہا تھا ایک ہی دن میں تیار نہیں ہوا تھا۔ ان لوگوں کو گذشتہ آٹھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

دنوں سے نزدیک دور کے دیہاتوں سے کھیم پرکاش کی حویلی میں اکٹھا کیا جا رہا تھا اور اب وہ مکمل تیاری کے ساتھ مسلمانوں کو سبق سکھانے جا رہے تھے۔

''خبردار میاں میرؒ کے مزار کے نزدیک نہیں پھٹکنا۔ اُدھر جانے کی غلطی نہ کرنا۔''

روانگی سے پہلے دھنا سنگھ نے نوجوانوں کو چیتاونی دی۔ بہرحال وہ اس مزار کا احترام ملحوظ خاطر رکھ رہے تھے۔

کھیم چند فوجی خود سب سے آگے رائفل تھامے چل رہا تھا۔

وہ وقفے وقفے سے گاؤں کی سمت ایک آدھ فائر کر دیا کرتا تھا جس کے ساتھ ہی باقی بلوائی زور زور سے نعرے بلند کرنے شروع کر دیتے۔ ان میں زیادہ تعداد اُن کی تھی جو شراب کے نشے میں دھت تھے۔

گاؤں سے ابھی اُن کا فاصلہ آدھا فرلانگ سے زیادہ ہی تھا جب ایک عام سا تیر سنسناتا ہوا آیا اور کھیم چند کے حلق میں پیوست ہو گیا۔

کھیم چند اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا اور باقی بلوائیوں کے نزدیک تیر کمان کی حیثیت کھیل تماشے سے زیادہ اور کچھ نہیں تھی۔

لیکن...... کھیم چند کے لیے زمین سے اٹھنا محال ہو رہا تھا۔ دو تین بلوائی اُس کی مدد کے لیے آگے بڑھے۔ اُسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی اور انہیں اپنی زندگی کا بدترین منظر دیکھنے کے لیے ملا۔

کھیم چند کے حلق سے ایسے آوازیں نکل رہی تھیں جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ دو تین نوجوانوں نے حلق سے تیر کھینچ کر نکالنے کے لیے زور لگایا لیکن انہیں یوں لگا جیسے یہ تیر کے بجائے کوئی بھالا یا نیزہ ہے جو گلے میں پیوست ہو گیا ہو۔ کھیم چند پر جان کنی کا عالم طاری تھا۔ اچانک ہی اُس نے یوں تڑپنا شروع کر دیا جیسے کوئی اُسے اندر سے کاٹ رہا ہو اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے پران تیاگ دیے۔

بلوائی خوف اور حیرانگی کے ملے جلے جذبات سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے

جیسے ہی اُس کی جان نکلی تیر بھی گلے سے نکل آیا اور یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ عام حالت میں اس تیر سے چڑیا کوے ہی شکار کیے جا سکتے تھے، کسی انسان کی جان لینا ممکن ہی نہیں تھا۔

''دیکھا دیکھا...... مم میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہاں میاں میرؒ کے متولی بیٹھے ہیں ادھر نہ جاؤ۔''

دھنا سنگھ نے اچانک ہی چیختے ہوئے کہا۔

''اوئے ان مُسلوں کی ایسی تیسی۔''

کسی نوجوان نے شراب کے نشے میں بڑھک ماری اور ''بجرنگ بلی'' کا نعرہ لگایا۔ کچھ لوگ اُس کے ساتھ آگے بڑھے اور ابھی وہ بمشکل چند قدم ہی چلے تھے جب اُن پر ایسے ہی تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس سے پہلے کہ انہیں صورت حال سمجھ آئے اچانک کھیتوں کے سلسلے میں چھپے پندرہ بیس کلہاڑیوں ڈنڈوں اور نیزوں سے مسلح مسلمان اُن پر حملہ آور ہو گئے۔ بمشکل پندرہ بیس منٹ بعد یہ معرکہ ختم ہو گیا۔ تین بلوائی موقعہ پر مارے گئے تھے اور پندرہ بیس شدید زخمی تھے جن میں سے ہر ایک قسمیں کھا کھا کر اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ اُن پر حملہ کرنے والے اس گاؤں کے مکین نہیں کوئی اور تھے۔

حملہ آور کون تھے؟

اس سوال کا جواب بلوائی ہی نہیں، مسلمانوں کو بھی درکار تھے۔ سیدھے سادے اور انتہائی کمزور غریب مسلمان مزارعے جنہیں الشیخ گیلانی غیر مسلموں کے سامنے لے آیا تھا اب تک اس بات پر حیرانگی کا اظہار کر رہے تھے کہ اُن کے بازوؤں نے کیسے حرکت کی؟ اُن میں سے تین چار حلفاً بتا رہے تھے کہ انہوں نے کچھ پراسرار لوگوں کو اپنے ساتھ مدد کرتے محسوس کیا تھا اور جتنے لوگ مارے گئے یا زخمی ہوئے وہ ان مددگاروں ہی کے شکار تھے۔

اگلے روز علی الصباح پولیس نے گاؤں کو گھیرا ڈال لیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

چندو تھانیدار جو پولیس کی اس پارٹی کی کمان کر رہا تھا حضرت میاں میر گا پجاری تھا۔ ہر جمعرات کو مزار شریف پر چراغ جلانا اور ہر گیارھویں کو یہاں سے تبرک گھر لے جا کر تقسیم کرنا اُس کا معمول تھا۔ اُس میں اتنی ہمت ہی کہاں تھی کہ سادات کے کسی گھرانے کے فرد سے کوئی سوال ہی کرتا۔

گاؤں کے لوگوں نے ساری ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ تھانیدار تین چار نوجوانوں کو گرفتار کر کے لے گیا لیکن اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب مخالف فریق کی طرف سے کسی نے مدعی بننے سے انکار کر دیا۔ ایک انجانا سا خوف سب پر طاری تھا اور ابھی تک انہیں رات کے واقعات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جن تیروں سے بلوائیوں کی موت ہوئی تھی انہیں پولیس کے ڈاکٹر نے آلہ قتل تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ ہی عرصہ بعد یہ مقدمہ داخل دفتر ہو گیا۔

جب الشیخ گیلانی سے گاؤں کے بزرگوں نے اس اسرار کی تفصیل دریافت کرنا چاہی تو اُس نے قرآن کی صرف ایک آیت سنا کر چپ سادھ لی:

''اللہ کی راہ میں نکلو تم تھوڑے ہو یا زیادہ۔ اگر ثابت قدم رہے تو تم ہی غالب آ ؤ گے۔''

(القرآن)

✡✡✡✡✡

تحریک آزادی میں گیلانی کے خاندان کا کردار ایک مکمل تاریخ ہے۔

اُس کے والدین اور خاندان کے لوگوں نے خود کو صرف پیری مریدی تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہر مرحلے پر اگلی صفوں میں نمایاں دکھائی دیے۔ پاکستان بن گیا تو مہاجروں کا ایک سیلاب اُمڈ پڑا۔ بھارت سے آنے والوں کا لاہور میں پہلا پڑاؤ والٹن کا مہاجر کیمپ تھا جو گیلانی کے گاؤں سے بمشکل پانچ چھ کلو میٹر دور تھا۔ اُس نے اپنے دن رات مہاجرین کی خدمت کے لیے وقف کر دیے۔ کئی کئی راتیں وہ گھر واپس نہیں لوٹا۔ اُس کی ترغیب پر رضا کاروں کی ایک فوج تیار ہو گئی جس نے ان لٹے پٹے خانماں برباد لوگوں کی ہر ممکن اشک شوئی کی۔ انہیں خوراک، کپڑے، میڈیکل ایڈ غرض جو کچھ بھی اُن کے اختیار میں تھا مہیا کیا اور جب تک یہ کیمپ قائم رہا خدمات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

قیام پاکستان کے تین چار سال بعد ہی ایک روز جب وہ رات کے دوسرے پہر اپنے بزرگ ولی کامل حضرت ملاں شاہؒ کے مزار مبارک پر حاضری دے رہے تھے تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

حضرت ملاں شاہؒ ظاہر ہوئے اور گیلانی کو یہاں سے کوچ کا حکم مل گیا۔

"کہاں جاؤں دادا حضور؟"

اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھ لیا۔

"پہاڑوں میں چلے جاؤ"......

حکم ملا۔

اور......اطاعت گزار شیخ گیلانی نے رختِ سفر باندھ لیا۔

گھر والے حیران کہ اچانک انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کوئی تیاری نہیں۔ کبھی اس مسئلے پر بات نہیں ہوئی۔ پھر یہ اچانک پہاڑوں پر جانے کی کیا سوجھی۔

"حضرت ملاں شاہؒ کا حکم ہے۔"

اُس نے صرف ایک ہی جواب دیا اور کسی کو اگلا سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اُس کی تعلیم کا تسلسل ہمیشہ ٹوٹتا رہا لیکن مریم بی بی جانتی تھی کہ گیلانی کی تعلیم اصل میں کہاں ہو رہی ہے۔

جس روز وہ رختِ سفر باندھ کر رخصت ہوا تو دل گرفتہ والدین نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسو اس لیے باہر نہ آنے دیے کہ مبادا حضرت ملاں شاہؒ ناراض نہ ہو جائیں۔

اُن دنوں سفر کی یہ سہولتیں جو آج حاصل ہیں اُن کا تصور بھی محال تھا۔ خصوصاً پہاڑی راستوں پہ صرف گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کے ذریعے سفر ممکن تھا یا پھر کچھ سرکاری اور فوجی جیپیں ہی ان راستوں پر بھاگتی دوڑتی دکھائی دیا کرتی تھیں۔

شیخ گیلانی کے ساتھ اُس کے پانچ چھ "طالب" تھے اور یہ لوگ دن رات سفر کرتے اُس منزل کی طرف گامزن تھے جس کو اس سے پہلے انہوں نے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سوات کی جانب یہ مختصر قافلہ ذکر و فکر کی محفلیں سجاتا رواں دواں تھا جب اچانک "مانکیال" کے نزدیک انہیں شیخ گیلانی نے رکنے کا حکم دیا۔

دن کے اوقات میں یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ سب استفہامیہ نظروں سے اپنے شیخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب اچانک انہیں پہاڑوں کی بلندیوں سے ایک پراسراری مخلوق اپنی سمت بڑھتی دکھائی دی۔ مریدین نے جن کے دل سوائے اللہ کے خوف کے اور کوئی خوف قبول نہیں کرتے تھے اپنے شیخ کی طرف دیکھا۔

"دوست ہمارے استقبال کے لیے آئے ہیں۔"

شیخ گیلانی نے جن کی زبان سے مسلسل ذکرِ الٰہی جاری تھا، کہا۔

"السلام علیکم یا شیخ محی الدین علی الگیلانی"

سب سے آگے آنے والے جن نے اطاعت گزاری۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

شیخ گیلانی اور اُس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

آنے والے جن نے اپنا نام سلیمان بتایا اور کہا کہ وہ سلسلہ قادریہ سے منسلک ہے۔ آج ہی سیدنا غوث پاکؒ کا حکم ملا تھا کہ ہمارے مہمان آ رہے ہیں انہیں راحت پہنچاؤ اور مدد کرو"

سلیمان نے بتایا۔

شیخ گیلانی اور اُن کے ساتھی خاموش رہے کیونکہ ابھی تک انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ان کی اگلی منزل کون سی ہے؟ انہیں تو بس چلتے چلے جانے کا حکم ملا تھا۔

"آپ کے لیے ٹھکانہ تیار ہو چکا ہے شیخ گیلانی"

سلیمان جن نے کہا۔

شیخ گیلانی نے اُس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو سلیمان جن نے پہاڑ کی چوٹی کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کافی اونچائی پر کسی بہت پرانی اور سالخوردہ عمارت کے آثار دکھائی دیے۔

"طالبین" اور شیخ دونوں کے لیے فی الوقت یہ معمہ تھا کہ وہاں تک پہنچیں گے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کیسے۔ یہ بات تو شیخ گیلانی کو سمجھ آ گئی تھی کہ جس عمارت کی نشاندہی کی گئی ہے وہ شاید کسی دور میں انگریزوں نے یہاں کوئی چیک پوسٹ یا قیام کے لیے بنائی ہوگی اور وہاں تک پہنچنے کا کوئی راستہ بھی ضرور ہوگا۔ لیکن اس وقت راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سارا پہاڑ برف کے دامن میں چھپا ہوا تھا اور بالکل گلیشیئر دکھائی دے رہا تھا۔

"آیئے"............

سلیمان جن نے کہا۔

اور...... اس سے پہلے کہ گیلانی اور اُن کے طالبین کو اگلی بات کی سمجھ آئے وہ سب "مانکیال" کی اُس عمارت کے باہر اپنے سامان سمیت موجود تھے جس کی نشاندہی سلیمان جن نے کی تھی۔

یوں لگتا تھا گذشتہ دس بارہ سال سے یہ عمارت بالکل خالی ہے اور یہاں کوئی نہیں آیا۔ اس بات کا علم تو انہیں بعد میں ہوا کہ جب سے یہاں جنات نے بسیرا کیا تھا گلیشیئر کے اس حصے کی طرف جو ہفتہ دس دن بعد معمولی سی نقل و حرکت ہوا کرتی تھی وہ بھی بند ہو گئی تھی۔

عمارت جو بظاہر باہر سے ناقابل استعمال دکھائی دیتی تھی، جب شیخ گیلانی اور اُن کے ساتھی وہاں پہنچے تو انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا کہ عمارت کو اندر سے اچھی طرح صاف کر کے مہمانوں کے استقبال کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ شیخ گیلانی کے ساتھیوں نے اپنے ساتھ موجود سامان وہاں رکھنا شروع کر دیا اور انہیں وہ راستہ بھی بہت واضح دکھائی دینے لگا جو یہاں سے نیچے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ یہ اندازہ انہیں نہیں تھا کہ یہ نیا راستہ ہے یا پرانا اور کسی کے استعمال میں ہے یا نہیں؟

پرانی بارک نما عمارت کا ایک کمرہ جسے باورچی خانہ کہا جا سکتا ہے وہاں لکڑیوں کا ڈھیر اور اشیائے خورد و نوش بھی پہلے ہی سے موجود تھیں۔

"ہمیں آپ کے تصرف میں دیا گیا ہے۔ ہم آپ کے خادم ہیں اور آپ کے

احکامات کے پابند۔"

سلیمان جن نے دست بستہ گذارش کی۔

شیخ گیلانی نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔

"میں تمہیں اپنے تصرف سے آزاد کرتا ہوں۔ اب تم لوگ چلے جاؤ۔"

"لیکن کیوں یا شیخ؟ ہم سے کیا خطا ہوئی؟"

سلیمان جن گھبرا گیا۔

"تم سے کوئی خطا نہیں ہوئی۔ تم نے اطاعت گذاری کی۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ لیکن تمہارے یہاں رہنے سے ہمیں فائدے کے بجائے نقصان ہوگا...... ایک تو تمہارے ڈر سے خلق خدا اس طرف کا رخ نہیں کرے گی اس طرح ہمارا سلسلہ تبلیغ و تلقین رُک جائے گا اور دوسرے یہ کہ تمہاری موجودگی سے کہیں ہم بے عملی کا شکار نہ ہو جائیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں ہاتھ پاؤں باندھ کر بیٹھے رہیں۔ ہمیں یہاں جس مشن کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے اُس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

سلیمان جن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

وہ شیخ گیلانی سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اُس کو حکم سے انکار کی تاب بھی نہیں تھی کیونکہ یہ بات وہ جانتا تھا کہ شیخ گیلانی کے پاس سلسلہ قادریہ کی خلافت ہے اور حضرت غوث پاکؒ کا خصوصی قرب بھی اُسے حاصل ہے۔ اُس نے شیخ سے التجا کی کہ اُسے کبھی کبھی حاضری کی اجازت دے دی جائے۔

"اجازت ہے لیکن تم کبھی اپنے اصلی روپ میں یہاں نہیں آؤ گے۔"

شیخ گیلانی نے کہا۔

"جو حکم یا شیخ" سلیمان جن نے کہا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ روتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

قیام پاکستان کو ابھی تین چار سال [illegible] تھے شیخ گیلانی کی شدید خواہش تھی کہ جس جذبے، ولولے اور ہمت سے پاکستا[illegible] وجود میں آیا تھا اور اس کے لیے جو قربانیاں دی گئی تھیں وہ ضائع نہ جائیں اور نو[illegible] بے عمل نہ ہو کر رہ جائیں۔ اس نے مانکیال میں ''یوتھ ہوسٹل تحریک'' شروع کی ج[illegible] تحت ناران، کاغان اور کنٹری میں ہوسٹل تعمیر کروائے جہاں نوجوانوں کو کلائمبنگ [illegible]بیت دی جاتی تھی۔ اُن کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کا خصوصی اہ[illegible]ور ہر تربیت حاصل کرنے والے کو ذکر اذکار کی محافل میں شریک کر کے اُس کی با[illegible] بھی کی جاتی تھی۔ قیام پاکستان کو دس سال گزر چکے تھے جب گیلانی نے کلائمبنگ کلب آف پاکستان قائم کیا جس کی سرپرستی مشہور جرنیل بختیار رانا مرحوم کیا کرتے تھے۔ اس کلب کے ذریعے پی ایم اے کے کیڈٹس بھی کلائمبنگ کی تربیت حاصل کرتے رہے۔

شیخ گیلانی کے فیوض و برکات کا چرچا اب یہاں زبان زد خاص و عام ہو چکا

تھا۔ وہ لوگوں کو جمع کرتا، انہیں تزکیہ نفس کا سبق دیتا۔ اپنی نگرانی میں ''ذکر'' کرواتا اور ان ذکر کی محافل میں آنے والے سینکڑوں مریض محض اللہ کا ذکر ہی کرنے سے صحت یاب ہو گئے۔ اُس کے پاس دور دراز علاقوں سے مریض آنے لگے جن کا وہ قرآنی آیات کے ذریعے علاج کرتا۔ ایک مخصوص ماحول میں شیخ گیلانی مریض کو سامنے بٹھا کر قرآن کی مخصوص آیات سے اُس کے قلب پر توجہ کرتا اور مریض کو گھر پر کچھ پڑھنے کی تلقین کرتا جس کے چند دنوں بعد اُس کی صحت سنبھلنے لگتی۔ اپنے اس علاج کو اُس نے ''قرآنک تھراپی'' کا نام دیا اور جب بھی اُس سے اس ضمن میں پوچھا جاتا تو وہ ایک ہی جواب دیتا کہ ''میں تو حضرت امیر کبیر علی ہمدانیؒ کا مشن آگے بڑھا رہا ہوں۔''

جو لوگ ان محافل میں شریک ہوتے انہیں ''اسم اللہ ذات'' کا ذکر کروایا جاتا۔ وہ اپنے پاس آنے والوں سے کہتا میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ میں تو دربار محمدی ﷺ کا فقیر ہوں اور آپ ﷺ کی مجلس نوری میں حاضری محض اللہ کا کرم اور ختمی مرتبتؐ کی مجھ پر خاص عنایت ہے۔ میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتا، احکامات کا پابند ہوں۔ یہ احکامات دربار رسالت مآب ﷺ سے بھی جاری ہوتے ہیں اور میرے بزرگوں کی طرف سے بھی۔ وہ اپنے جد امجد حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سلطان الاولیا والعارفین برہان الدنیا والواعظین قطب ربانی شہباز لامکانی محبوب سلطانی حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا یہ قول اپنے طالبان اور متجسس لوگوں کو سناتا کہ ایک عارف اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ علم کے توسط سے اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ جاتا ہے اور انجام کار عالم لاہوت میں روحانی پرواز حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے طالبین کو رسالت مآب ﷺ کا قول صادق سناتا:

''فکر کی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے افضل ہے''

اپنے آنے والوں کو تفکر کی دعوت دیتا، انہیں ذکر و اذکار کی طرف مائل کرتا۔ حافظ غلام حیدر اُس کے ابتدائی طالبین میں سے تھا اور خدمت کی کوئی گھڑی ضائع نہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جانے دیتا۔ اُس نے اپنے مرشد کے ساتھ کئی مرتبہ دربار رسالت ﷺ میں شرف باریابی حاصل کیا تھا اور اپنے شیخ کی کامل توجہ سے کئی کرامات کا مشاہدہ کیا تھا۔ یہ پاس ادب تھا کہ اُس نے کبھی اپنے مرشد سے کوئی سوال نہ کیا لیکن اُس روز جب ایک پروفیسر صاحب جو شیخ گیلانی کی ''قرآ نک تھراپی'' کا شہرہ سن کر یہاں پہنچے تھے اور بضد تھے کہ اُن کے شیخ اُسے بتائیں آخر وہ کون سا علم یا اسم اعظم ہے جس کے ذریعے وہ علاج کرتے تھے۔

شیخ گیلانی سوال سننے کے بعد مراقبے میں چلا گیا۔ کچھ دیر توقف کرنے کے بعد اُس نے کہا:

''ہم پر دو طرح کا علم نازل ہوا ہے۔ علم ظاہری اور علم باطنی۔ علم ظاہری شریعت اور علم باطنی طریقت سے بحث کرتا ہے۔ جب یہ دونوں علوم کہیں جمع ہو جائیں تو اُن کے نتیجے میں ''علم حقیقت'' جنم لیتا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے درخت اور پتوں کے اجتماع کا ماحصل پھل ہے۔ محض علم ظاہری سے حقیقت حاصل نہیں ہوتی۔ نہ ہی منزل مقصود تک رسائی ملتی ہے۔ معرفت الٰہی کے لیے دونوں علوم پر دسترس لازم ہے۔ جو اللہ کا اپنے بندوں پر خاص انعام ہے اور جو ہر کسی کا مقدر نہیں بنتی۔

''معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے شیخ؟''

غلام حیدر نے پہلی مرتبہ دریافت کیا۔

''قلب کی صفائی اور دل کے آئینے سے نفس کا حجاب دور کر کے۔'' شیخ نے توقف کیا اور دوبارہ کہا...... ''پھر اس میں جمال الٰہی کے مخفی خزانے جمال الٰہی یعنی الکنز المخفی کا چھپا ہوا خزانہ انوار الٰہی دل کی گہرائی کے ''سر'' (مقام راز) کے اندر سر بچشم قلوب مشاہدہ کیا جاتا ہے۔''

''کیا ہر کسی کو یہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے؟''

پروفیسر صاحب نے دریافت کیا۔

شیخ نے اپنی آنکھیں تھوڑی دیر کے لیے پھر بند کر لیں اور مراقبہ میں چلے گئے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

لوٹے تو فرمایا:

''طالب کو راہ حق سے روکنے والی چیز حب دنیا ہے کیونکہ مرشد طالب کا امتحان طلب مال و جان سے کرتا ہے۔ اکثر طالب بے یقین تابع نفس محبت دنیا کے سبب مرشد سے روگردانی کرتے ہیں۔ ایسے طالب مرشد کے عیبوں کے جاسوس اور اس کے لیے موجب وسوسہ ہونے کے سبب معرفت سے محروم رہتے ہیں۔ مرشد طالب سے متاع معرفت کے بدلے عزیز جان کی نقدی طلب کرتا ہے اور جو طالب راہ مولیٰ میں سر نہیں دیتا وہ معرفت حق سے محروم رہتا ہے۔ طالب مرد وہ ہے کہ راہ حق میں جان دے دے اور اُف نہ کرے۔ ایسا طالب ہی روشن ضمیر لائق حضور ہوتا ہے۔ عارف کامل بے نصیب کو بھی مجلس محمدی ﷺ سے یہ نصیب دلوا دیتا ہے لیکن مجلس محمدی ﷺ کسوٹی کی طرح ہے۔ صادق طالب وہی بمقتضائے فطرت ازلی جمالی طالب معرفت و مشاہدہ دیدار ہوتا ہے لیکن طالب کاذب مجلس محمدی ﷺ سے بموجب سگی جلالیت طلب گار کشف کرامات، عز و جاہ دنیا مردار ہوتا ہے۔ اگر مرشد کامل پیدائش مادر زاد اندھے طالب کو آفتاب ذات کی تجلی شہ رگ بھی نزدیک سے دکھا دے۔ طالب کور چشم اسے پسند اور اختیار نہیں کرتا۔''

یہ بیان سننا تھا کہ پروفیسر صاحب پر ایک وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ وہ اپنی تحقیق و جستجو بھول کر شیخ کے بیعت ہوئے اور پھر ساری زندگی اُس کے قدموں میں گزار کر واصل حق ہو گئے۔

شیخ گیلانی کی قرآ نک تھراپی اور ذکر و فکر کے کمالات اب اُس حلقے تک پہنچ گئے تھے جو ملکوں اور قوموں کی تقدیر کے فیصلے کرتا ہے۔ اس علاقے سے جانے والے ایک امریکن ڈپلومیٹ نے امریکہ میں شیخ کی کرامات کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا تو شکاگو ٹربیون کا امریکن جرنلسٹ میکارتھر اپنی ساتھی ایک جرمن لڑکی اور ایک برٹش کوہ پیما کے ذریعے شیخ گیلانی کے پاس پہنچ گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ کے معمول کا جائزہ وہ خفیہ انداز میں اُس کے ساتھ رہ کر لیتے رہے۔ انہوں نے دیکھا وہاں بیمار آتے ہیں اور ذکر الٰہی کی برکت سے شفایاب ہو کر چلے جاتے۔ تینوں نے شیخ گیلانی کے ارد گرد مکمل نگاہ رکھی کہ کہیں کوئی چکر بازی نہ ہو رہی ہو۔ لیکن یہاں ایسا کچھ تھا ہی نہیں انہیں کیا ملتا۔

تیسرے روز انہوں نے کوہ پیمائی کی خواہش ظاہر کی اور جانے کا ارادہ کیا۔ اچانک ہی سلیمان جن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں آگاہ کیا کہ موسم خطرناک ہو رہا ہے ان کا سفر دو دن کے لیے ملتوی کروا دیں۔

شیخ نے تینوں تک اپنا عندیہ پہنچایا اور انہیں بتایا کہ اگر وہ اُس کی بات پر عمل کریں گے تو 19 ہزار فٹ بلند مانکیال کی چوٹی فتح کرنا ان کے لیے آسانی سے ممکن ہو جائے گا لیکن فی الوقت ایسا نہ کریں۔

میکارتھر جو کچھ زیادہ ہی جوشیلا تھا بضد رہا اور شیخ سے کہا کہ وہ انہیں مدد دے سکتا ہے تو ٹھیک ورنہ انہیں جانے سے نہ روکے۔ شیخ نے اُس کے برطانوی ساتھی نارمن سورس سے کہا کہ وہ لوگ اپنی ضد چھوڑ دیں۔ نارمن کسی حد تک شیخ کی بات مان گیا لیکن اُن کی تیسری ساتھی جرمن لڑکی بولر پچا فیورسٹ نے میکارتھر کا ساتھ دیا۔

شیخ گیلانی نے بادل نخواستہ پہلے کیمپ تک اُن کی راہنمائی کی کیونکہ وہ خود بہترین کوہ پیما اور گائیڈ تھا اور ایک مرتبہ پھر انہیں سمجھایا کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔ لیکن دونوں نے اُس کی بات نہ مانی کیونکہ بظاہر موسم خوشگوار تھا اور کوئی ایسی پیشگوئی بھی نہیں کی گئی تھی جبکہ شیخ گیلانی اپنی اطلاع کے سچ ہونے پر مُصر تھا۔

وہ واپس لوٹ آیا۔

اگلے روز میکارتھر اور فیورسٹ مارے گئے جبکہ نارمن مورس جس کے ذہن میں شیخ گیلانی کی بات موجود تھی، محفوظ رہا۔ اس نے واپسی پر بتایا کہ شیخ کی ہدایت اُس کے دل نے قبول کر لی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو روکا کہ وہ دو دن انتظار کر لیں لیکن اُس کی

بات نہیں مانی۔ میکارتھر اور جرمن لڑکی ایک دوسرے سے بندھے کوہ پیمائی کر رہے تھے جب ایک مرحلے پر اچانک موسم نے تیور بدلے اور گھبراہٹ میں میکارتھر نے اپنی رسی کاٹ دی جس سے دونوں کی موت واقع ہو گئی۔ پاکستان ائیر فورس نے جرمن لڑکی کی لاش تو تلاش کر لی لیکن میکارتھر کی لاش نہ ملی۔

اس واقعے کی تفصیلات جب برٹش کوہ پیما کے ذریعے عالمی پریس تک پہنچیں اور اُس نے شیخ گیلانی کی نصیحت کو نظر انداز کرنا ہی اس حادثے کا واحد سبب بتایا تو اُس کا نام عالمی سطح پر گونجنے لگا۔

✿✿✿✿✿

اس واقعہ کے بعد مغربی دنیا کے پاکستان میں موجود ڈپلومیٹ اُسے دیکھنے کے لیے آنے لگے۔ اور ایک روز یوگوسلاویہ کا سفیر اپنے سیکرٹری کے ساتھ منکیال پر اُس سے ملنے آ گیا۔ اُس نے شیخ سے پوچھا کہ وہ حادثے کی پیشگی اطلاع کیسے رکھتا تھا۔

”مجھے میرے طالب جن نے بتایا تھا۔“

شیخ نے سنجیدگی سے کہا اور یوگوسلاویہ کا سفیر ہنس پڑا۔ اُس نے اپنی سیکرٹری سے اپنی زبان میں کہا۔

”میں جانتا ہوں گیلانی اور اس کے جنوں کو۔“

یہ بات تو اُس کے گمان میں بھی نہیں تھی کہ یہاں جن بھی محفل میں موجود ہیں جنہوں نے اس کا برا منایا اور اُس کی روانگی پر بضد ہوئے کہ وہ اُسے سزا ضرور دیں گے۔ گیلانی نے انہیں ڈانٹ کر روک دیا لیکن جن اس گستاخی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے بہر حال سفیر محترم کو وارننگ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور وہ پہاڑی سے نیچے اُتر کر بظاہر بڑے ہی محفوظ راستے سے اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا جب اچانک کسی نادیدہ طاقت نے اُسے ہوا میں اچھالا اور زمین پر لڑھکا دیا۔ سفیر قلابازیاں کھاتا نیچے آ گیا لیکن حیرت انگیز طور پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے چوٹ نہیں آئی تھی جبکہ اتنی بلندی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

گرنے کے بعد اُس کی ہڈی پسلی سلامت رہ جانا بھی ایک معجزہ ہی تھا۔

سیکرٹری، ڈرائیور اور محافظ بھاگ کر اُس تک پہنچے تو سفیر محترم نے فوراً گیلانی کے پاس واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ سب حیران رہ گئے کہ ابھی تو وہاں سے آئے ہیں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ سفیر محترم کے حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ شیخ گیلانی کی خدمت میں پہنچ گئے جس نے اُن کی طرف دیکھتے ہی کہا:

''مجھے امید ہے آپ کو چوٹ نہیں آئی ہوگی۔''

سفیر محترم اپنی جگہ جم کر رہ گئے۔ انہوں نے شیخ گیلانی سے معذرت کی اور کہا کہ وہ ان کی بات پر یقین کرتا ہے۔ واقعی جن اُس کے مرید ہیں۔ رات گئے سفیر واپس لوٹ گیا لیکن دوسرے ہی دن کچھ تحائف لے کر آ گیا۔ جب تک وہ پاکستان میں رہا شیخ گیلانی سے فیض حاصل کرتا رہا۔ اُس نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا تھا اور عمر کے آخری حصے میں اسلام قبول کر کے واصل حق ہوا۔

جنوں کے حوالے سے شیخ گیلانی کی شہرت پاکستان میں پھیلنے لگی اور یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ جنوں کی مدد سے علاج کرتے ہیں۔ کچھ حکیم اور ڈاکٹر قسم کے جن ان کے تابع ہیں۔ گو کہ اُس نے کبھی انہیں زبان سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن عوام میں یہ بات پھیلنے لگی اور ایک روز پنجاب یونیورسٹی شعبہ نفسیات کا ایک وفد منکیال پہنچ گیا۔ جدید سائنسی علوم سے بہرہ ور یہ لوگ ایسی باتوں پر کب اعتقاد رکھتے تھے۔

''یہ سب جن دیو فراڈ ہوتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔''

ایک استاد نے جو کچھ زیادہ ہی مغرب زدہ دکھائی دے رہا تھا، کہا۔

عبدالہادی جو شیخ گیلانی کا مرید اور خدمت پر مامور تھا کے چہرے کا رنگ بدلا کیونکہ وہ اپنے شیخ کے سامنے کسی کو ایسے توہین آمیز لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن...... شیخ نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہنے سے روک دیا۔

''دیکھو میرے عزیز! یہ اللہ کی مخلوق ہے اس کے وجود سے انکار کرنا تو

غیر مناسب بات ہے۔''

شیخ گیلانی نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

''اچھا اگر کوئی جن وغیرہ یہاں ہیں تو انہیں کہو اپنا آپ ظاہر کریں۔ ہمیں کیوں دکھائی نہیں دیتے۔''

دوسرے مغرب زدہ نوجوانوں نے کہا۔

''آپ اس کی تاب نہیں لا سکتے...... ایسی بات نہ کریں''

عبدالہادی سے نہ رہا گیا۔

''ٹھیک ہے آپ انہیں کہیں اپنے ہونے کا کوئی ثبوت دیں''

نوجوان نے پھر شیخ گیلانی کو مخاطب کیا۔

شیخ مراقبے میں چلا گیا اور دو تین منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ پھر اُس نے اپنی آنکھیں کھول کر نوجوان کی طرف دیکھا اور کہا:

''یہ مناسب تو نہیں لیکن ایک قرآنی حقیقت کو سچ ثابت کرنے کے لیے مجھے تمہاری بات ماننی پڑے گی...... سامنے نظر کرو۔''

اُس نے انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔

سب ادھر متوجہ ہوئے۔ گلیشیئر کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ صدیوں سے یہ گلیشیئر اپنی جگہ قائم تھا۔

''ابھی اس پر نشانی ظاہر ہوگی''

شیخ گیلانی کی بات جیسے ہی مکمل ہوئی اچانک یوں لگا جیسے وہاں زلزلہ آ گیا ہو۔ گلیشیئر خوفناک دھماکے کی آواز سے پھٹ گیا اور بالکل ایسے پھٹا جیسے آتش فشاں پھٹتے ہیں۔ برف کے دامن سے چنگاریاں نکلتی سب کو دکھائی دیں۔ خوف اور دہشت سے اُن کے دلوں کی دھڑکنیں رکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ سب پر سکتے کی کیفیت طاری ہوئی۔ خوف سے اُن کی زبانیں گنگ ہو گئی تھیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ گیلانی کے طالبوں نے اُن کے حواس بحال کیے تو سب شیخ سے معافی کے طلب گار ہوئے۔ جس پر شیخ نے انہیں اپنے عقائد درست کرنے کی تلقین کے ساتھ رخصت کر دیا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی روز بعد شیخ گیلانی کا ایک دوست جو ملک کا نامور سرجن تھا اُسے ملنے آیا۔ موسمی شدائد کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گیا تو شیخ کا مرید جن حکیم اسمٰعیل حاضر ہوا اور ڈاکٹر کے علاج کی درخواست کی۔

شیخ گیلانی نے اپنے بچپن کے بے تکلف دوست سے دریافت کیا وہ جنوں کا علاج پسند کرے گا۔

پڑھے لکھے اور ملک کے نامور سرجن کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔ اُس نے شیخ سے کہا کم سے کم اُس کے ساتھ ایسا غیر سنجیدہ مذاق نہ کرے۔ ڈاکٹر کی خواہش پر سوات سے اُس کی مطلوبہ ادویات منگوائی گئیں لیکن حیرت انگیز طور پر اُس کی بیماری زور پکڑتی گئی اور جان کے لالے پڑ گئے۔

پانچویں دن جب ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بہت زیادہ بگڑنے لگی تو اُس نے شیخ گیلانی سے بادلِ نخواستہ علاج کے لیے کہا۔

''یہ گھاس کھالو اس سے ٹھیک ہو جاؤ گے''

شیخ نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا۔

ڈاکٹر کو غصہ آ گیا لیکن شیخ گیلانی کے اصرار اور اپنی بگڑتی صحت کے ہاتھوں اُس نے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق شیخ گیلانی کی فراہم کردہ گھاس کے آٹھ دس تنکے پانی کے ساتھ نگل لیے۔ ابھی بمشکل آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا جب حیرت انگیز طور پر وہ ہشاش بشاش دکھائی دینے لگا۔

''کیا خیال ہے ڈاکٹر صاحب! جنوں کے علاج کو مانتے ہو یا نہیں۔''

شیخ گیلانی نے پوچھا۔

''دل تو مانتا ہے یار دماغ نہیں مانتا''

ڈاکٹر نے کہا۔

''یہی ہمارا المیہ ہے میرے دوست...... اپنے دل کو سمجھاؤ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو مٹی کو شفا کی تاثیر عطا کر دیں۔''

ڈاکٹر نے سر جھکا لیا۔

اگلے روز مغرب کی نماز کے بعد شیخ گیلانی اپنے خدمت گزار طالب عبدالہادی کے ساتھ پہاڑ سے اتر کر گاؤں کی طرف جا رہا تھا جب ملگجے اندھیرے میں عبدالہادی کو ایک نہایت خوبصورت لڑکی اُس گزرگاہ پر کھڑی دکھائی دی جس سے انہوں نے گزر کر آگے جانا تھا۔ عبدالہادی ٹھٹھک کر رک گیا۔

''حضور اس وقت یہاں اس لڑکی کا کیا کام؟ یہاں تو............''

اس کی بات نامکمل رہ گئی کیونکہ اُس کا شیخ پہلے ہی سے مسکرا رہا تھا۔

''عبدالہادی یہ ہمارے مہمان ہیں''

اُس نے کہا۔

عبدالہادی سمجھ گیا کہ شیخ گیلانی کی بات کا مطلب کیا ہے۔ لڑکی پلک جھپکتے اُن کے نزدیک آ گئی۔ اُس نے نہایت تعظیم کے ساتھ گیلانی کو سلام کیا اور جواب ملنے پر اپنا مدعا کچھ یوں بیان کیا:

''پیر صاحب میں آپ سے مدد کی طلبگار ہوں۔ میرے جن بھائی کو چم گڑھی کے حسن ملا نے سفلی علوم کے ذریعے اپنا اسیر بنا لیا ہے اور اُس سے غلط کام لے کر خلق خدا کو آزار دیتا ہے۔ اُس نے میرے جن بھائی کو اس طرح قابو کر رکھا ہے کہ لاکھ کوشش پر بھی وہ اُس کے قبضے سے نکل نہیں پایا۔ اس سے پہلے تو اُس نے میرے بھائی سے زیادہ خطرناک کام نہیں لیے تھے لیکن اب اُس نے قتل بھی کروانا شروع کر دیا ہے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اتنا کہہ کر وہ رونے لگی۔

شیخ گیلانی نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ وہ انشاء اللہ اُس کی مدد کرے گا اور اُس شیطان کے شر سے انسان اور جن دونوں کو آزاد کروائے گا۔ لڑکی نے شیخ کو سلام کیا اور غائب ہوگئی۔

اگلے روز شیخ گیلانی کالام کے تحصیلدار کے پاس پہنچا اور حسن ملا کی بابت دریافت فرمایا۔ تحصیلدار کچھ خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا لیکن شیخ گیلانی کی وہاں موجودگی سے اُسے حوصلہ ہوا اور اُس نے بتایا کہ حسن ملا چم گڑھی گاؤں میں رہنے والا ایک نام نہاد عامل ہے۔ لوگ بیماریوں کا علاج کروانے اُس کے پاس جاتے ہیں۔ وہ لوگوں کی موجودگی میں اپنی ٹوپی زمین پر رکھتا ہے اور جب دوبارہ اٹھاتا ہے تو اُس کے نیچے سے گولیاں برآمد ہوتی ہیں۔ حسن ملا مریضوں سے کہتا ہے کہ یہ گولیاں آسمان سے آئی ہیں اور اُن سے اچھی خاصی رقم بٹورتا ہے۔ تحصیلدار نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ اُس کے ہاتھ حال ہی میں گاؤں میں ہونے والے ایک اہم قتل میں ملوث ہیں لیکن اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکا اور اُس نے مقامی پولیس انچارج کو خدا جانے کس طرح خوفزدہ کیا ہے کہ وہ چم گڑھی جانے سے بھی ڈرتا ہے۔ اُس نے شیخ گیلانی سے التجا کی کہ وہ کبھی کسی کو نہ بتائے کہ تحصیلدار نے اُسے کچھ بتایا ہے اور حسن ملا سے علاقے کے لوگوں کو نجات دلانے کی درخواست کی۔

''اگر اللہ کو یہاں کے لوگوں کی بہتری منظور ہوئی تو وہ غیب سے اسباب ظاہر فرمائیں گے۔ آپ اُس پر توکل رکھیں۔''

یہ کہہ کر شیخ گیلانی واپس لوٹ آیا۔

اُس روز مغرب کی نماز کے بعد جنی اپنے بھائی جن کو لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ جن گو کہ حضرت غوث پاک کا مرید ہونے کا دعویدار تھا لیکن حسن ملا نے سفلی علوم کے ذریعے اُس کی زبان بندی کی ہوئی تھی اور وہ صرف اُس کے احکامات کے تابع تھا۔ اُس نے شیخ گیلانی پر انکشاف کیا کہ چند روز پہلے اُس نے حسن ملا کے حکم کی اطاعت

میں سید جلال کی گردن توڑ دی تھی کیونکہ حسن ملا اُس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا اور سید جلال نے اس سے انکار کردیا تھا۔ تحصیلدار نے جس موت کی بات کی تھی اُس میں بھی جن نے حسن ملا کا ہاتھ بتایا۔

شیخ گیلانی نے انہیں رخصت دی اور اُسی شام سلسلہ قادریہ کے مسلمان جن کو حکم دیا کہ حسن ملا کو اٹھا کر لے آئے۔ چند منٹ بعد ہی حسن ملا پہاڑی پر شیخ گیلانی اور اُس کے مریدین کے سامنے زمین بوس موجود تھا۔ وہ سخت گھبرایا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور منہ سے خوف کے مارے ڈھنگ سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔

''کیوں حسن ملا تیرے شیطانی چیلے چانٹے کہاں گئے؟''

شیخ گیلانی نے دریافت کیا۔

حسن ملا گڑگڑاتے ہوئے معافی کا طلبگار ہوا۔ اُس کی تمام قوتیں سلب کر لی گئیں اور ذلیل و رسوا ہو کر گاؤں چھوڑ کر چلا گیا۔

''اسے مار دینا چاہئے تھا حضور''

ایک مرید نے عرض گزاری۔

''کسی کو زندہ رکھنا یا مار دینا میرے قبضہ قدرت میں نہیں۔ یہ اللہ کا تصرف ہے اور ہمیں صرف اپنے معاملات تک اختیار دیا گیا ہے۔ اگر اللہ کے نزدیک وہ قابل گردن زدنی ہے تو بچ نہیں پائے گا...... اور جو کام اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اُسے ہم اپنے ذمے لینے والے کون ہوتے ہیں۔ یہ تو خود کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے۔''

شیخ گیلانی نے کہا۔

اس واقعہ کے تین روز بعد ہی حسن ملا کی موت کی اطلاع مل گئی۔ وہ اپنے گاؤں سے کافی دور کسی پہاڑی علاقے میں سفر کر رہا تھا جب اچانک اُس کا پاؤں پھسلا اور زمین پر سر کے بل گرنے سے اُس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حسن ملا کا جنازہ اُس کے گاؤں پہنچا تو کئی لوگوں نے گواہی دی کہ سید جلال کی گردن بالکل اسی طرح ٹوٹی ہوئی پائی گئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس روز اہل علاقہ نے عجیب منظر دیکھا۔

رات کا دوسرا پہر تھا جب اچانک مانکیال کا گلیشیئر صدیوں پرانی نیند سے بیدار ہو گیا لیکن اُس نے کوئی تباہی نہیں پھیلائی۔ بڑے شانت طریقے سے اُن درجنوں طالبین کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا جو اپنے شیخ گیلانی کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں جمع ہو کر "ذکر" کر رہے تھے۔

اللہ کی وحدانیت ایک گونج کی شکل میں پہاڑوں پر سفر کرتی ساری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ "ذکر" میں مشغول تمام "سالک" اپنے آپ سے بے نیاز تھے۔ اُن کے دلوں پر اسم اللہ ذات نقش تھا اور اپنی زندگی کا وہ پاکیزہ ترین تجربہ اُن پر وارد ہو رہا تھا جس کی خواہش کسی بھی مسلمان کی سب سے بڑی خواہش ہو سکتی ہے۔

اُس روز طالبین کو سرور کائنات ﷺ کی حضوری نصیب ہو رہی تھی۔ اُن کی آنکھیں بند تھیں لیکن دل کی آنکھوں سے انہوں نے جو نظارے کیے اُس کے بعد ہر طالب ایک ہی دعا کرتا تھا کہ اب یہ آنکھیں کبھی نہ کھلیں۔ انہوں نے دیکھا شیخ گیلانی آقائے

نامدار ﷺ کے قدموں میں بیٹھا ہے۔ سرور کائنات تبسم فرما رہے ہیں۔ طالبین کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ریاضت کو جو وہ اپنے شیخ کے ساتھ کر رہے ہیں شرف قبولیت عطا فرما دیا ہے۔ اُن کے اس عمل سے نبی کریم ﷺ بہت خوش دکھائی دے رہے تھا۔

ہر طالب کی دلی آرزو بھی کہ دیدار مصطفٰے ﷺ کی یہ گھڑیاں کبھی ختم نہ ہوں اور انہیں اسی حالت میں موت آ جائے لیکن ابھی اللہ نے ان سے اور کام لینا تھا۔ حضوری کی یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ مؤذن نے صبح ہونے کی نوید، اللہ کی عظمت بزرگی کے ساتھ اُن کے کانوں تک پہنچائی۔ سب ابھی تک عالم جذب میں تھے۔ اچانک اس نورانی محفل کے انقطاع نے اُن کے دل مغموم کر دیے تھے۔ وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے کر رو رہے تھے کہ یہ حسین منظر اتنی جلدی کیسے ختم ہو گیا۔ جب شیخ گیلانی نے اُن کی طرف توجہ فرمائی۔

"اپنے قلوب پر اسم اللہ ذات کا نقش قائم کر لو۔ اپنے مشاغل کو صرف عالم خلق تک محدود نہ رکھو۔ صرف دوزخ کے خوف یا جنت کے لالچ کو اپنی عبادات کی بنیاد نہ بناؤ بلکہ قرب الٰہی کے لیے کوشاں رہو کہ یہی راہ سلوک ہے۔ میرے آقا و مولا ختمی مرتبت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شریعت تو ایک درخت ہے طریقت جس کی ٹہنیاں، معرفت جس کے پتے اور حقیقت جس کا پھل ہے۔ سلطان العارفینؒ کا یہ قول ہمیشہ یاد رکھنا کہ وہ لوگ کتنے احمق ہیں جو دل نفس اور روح کے باطن کا علم نہیں رکھتے اور گوشت کے ایک لوتھڑے کو دل کے مقام سے بند کر کے تفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ذکر قلبی ہے۔ گوشت کے اس لوتھڑے کی دھڑکن کو دم کے ساتھ ملا کر سینے میں لا کر کہتے ہیں کہ یہ ذکر قربانی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کو آنکھ کے سامنے رکھ کر کہتے ہیں یہ ذکر نور حضور ہے اور اسی گوشت کے لوتھڑے کو تفکر سے مغز سر میں لے جاتے ہیں اور اسی کا نام ذکر سلطانی روحانی رکھتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ہیں۔ یہ تمام لوگ غلطی پر ہیں۔ یہ تمام وساوس اور خطرات شیطانی ہیں۔"

ایک لمحہ توقف کے بعد اُس نے دوبارہ پر سکوت مجمع پر نظر ڈالی اور کہا:

"دلیل معرفت کا مقام دل ہے اور ہوا و ہوس کی منزل بھی دل ہے کیونکہ جب کوئی ہوا و ہوس میں مبتلا ہو تو دل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دل اس کی راہنمائی نفس کی طرف کرتا ہے جو محل باطل ہے۔

اسی طرح جب دلیل معرفت میسر آتی ہے تب بھی انسان دل کی طرف رجوع کرتا ہے جو اسے روح کی طرف لے جاتا ہے جو منبع حق وحقیقت ہے۔ اگر دل میں کسی غیر اللہ کا گزر ہے تو یہ بطلان معرفت ہے۔ یاد رکھنا اہل معرفت ہوا و ہوس سے پاک ہوتے ہیں وہ دل کی طرف رجوع نہیں کرتے بجز حق کسی چیز سے راحت حاصل نہیں کرتے اور انکا رجوع ہمیشہ دل ہی کی طرف نہیں بلکہ حق کی طرف ہوتا ہے اور یہ شان دلیل معرفت ہے۔ بہت فرق ہے دل کی طرف رجوع کرنے میں اور حق کی طرف راجع ہونے والے میں۔ اگر اس منزل کا حصول چاہتے ہو تو پہلے مجاہدہ کرو۔ صفات مذمومہ کو مٹا دو۔

تمام تعلقات توڑ ڈالو اور ذات باری تعالیٰ پر ارتکاز کرو۔ جب یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے تو خدائے لم یزل اپنے بندوں کے دل کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے اس کو منور کرنے کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔"

اُس کے ساتھ موجود طالبان مولا اُس کے منہ سے نکلے ایک ایک لفظ کو حرز جان بنا کر رکھنے لگے۔ اُس نے طالبان مولا سے کہا اگر تمہارا مرشد تمہیں قرب حضوری سے مرادوند نہیں کرسکتا تو اُسے مرشد کہلانے کا حق ہی نہیں۔

اُس کی تعلیمات اور ذکر و اذکار کی محفلیں زبان زد خاص و عام ہونے لگیں۔ جن کے علم پر اُس نے پہاڑوں پر مسکن آباد کیا تھا اُن کا اگلا حکم موصول ہونے پر پھر شہر کی طرف لوٹ آیا۔

دربار میاں میرؒ صاحب پر حاضری دے کر جب وہ اپنے آستانے پر پہنچا تو والدہ بستر مرگ پر پڑی تھیں۔ وہ ماں جس نے اُسے سلوک کی ساری منازل دنوں میں طے کروا دی تھیں شاید اُسی کی آمد کی منتظر تھیں۔ انہوں نے شیخ گیلانی کو اپنے نزدیک بلایا اور فرمانے لگیں:

"بیٹا مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تیری سرگرمیوں سے باخبر رکھا ہے۔ وہ تجھ سے بہت خوش ہیں۔ تیرے جد امجد حضرت غوث پاکؒ مجھے مبارکباد دے گئے ہیں۔ حضرت امیر کبیر علی ہمدانیؒ، حضرت ملاں شاہؒ کے سامنے میں سرخرو ہو چکی ہوں۔ اگر اللہ نے تیری ڈیوٹی یہی لگا دی ہے تو کبھی اس کی اطاعت سے سر نہ اٹھانا۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں دنیا سے سرخرو ہو کر جاؤں گی۔"

جس روز مریم بی بی نے دنیا سے پردہ کیا وہ بہت سوگوار تھا۔ نجانے کیوں اُسے رہ رہ کر اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ ابھی اُس نے جی بھر کے اپنی ماں کی خدمت نہیں کی لیکن اسے رضائے الٰہی جان کر اس پر صبر و شکر کرنا ہی اُس کا منصب تھا اور اُس نے ایسا ہی کیا۔

شیخ گیلانی کے ذکر اذکار کا سلسلہ جب پہاڑوں سے شہروں کی طرف پھیلا تو راہ حق کے طلبگاروں کے ساتھ ساتھ حاسدین کا بھی ایک گروہ کھڑا ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی دکانداریاں ایک عرصے سے سجا رکھی تھیں جنہیں تصوف اور روحانیت سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

دور دور تک کوئی علاقہ نہیں تھا۔ جو ہوس دنیا میں اندھے ہو کر خلق خدا کو محض اس لیے بے وقوف بنا رہے تھے کہ اُن کا تعلق کسی ایسے خانوادے سے تھا جو ماضی بعید میں دنیا کو رُشد و ہدایت کا سبق دے کر اب جنت مکانی ہو چکے تھے۔ اُن کے صاحبزادوں، سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں نے وہ اعمال ترک کر دیے جن کے اختیار کرنے سے اُن کے بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا فرمائے تھے اور وہ خلق خدا کے محبوب بنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ محض "پدرم سلطان بود" کو بنیاد بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے تھے اور اپنے مریدین کو دن رات مختلف بہانوں سے لوٹنے میں مصروف تھے۔

شیخ گیلانی نے قرآنی آیات کے ذریعے جب پیچیدہ بیماریوں کا علاج شروع کیا اور خلق خدا شفا پانے لگی تو نام نہاد ماہرین نفسیات اور ڈاکٹر صاحبان نے اُسے اپنا خیالی دشمن جان لیا۔ جب ذکر اذکار کے ذریعے لوگوں کے قلوب کے صفائی شروع کی اور اُن پر انوارات ظاہر ہونے لگے تو دنیا دار قسم کے اہل تصوف نے اُسے اپنا ٹارگٹ بنا لیا۔

ملک کے ایک انتہائی معتبر اخبار کے "اہل خبر" معاملات کی حقیقت جاننے کے لیے جب درگاہ پر پہنچے تو وہاں کچھ طالبین نے اُن کے بضد ہونے پر حلفاً اپنی آپ بیتی بیان کی۔ فقیر حافظ غلام حیدر قادری نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا وہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے مجھے ایک برگزیدہ شخصیت شیخ کامل واکمل محی الدین ثانی سید علی گیلانی، قادری محمدی الہاشمی الحسنی والحسینی کی زیادت سے سرفراز فرمایا۔

جب آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ حضور آپ مجھ ناچیز کو اپنا طالب بنالیں۔ آپ نے مجھے کچھ معمولات کا حکم دیا اور اسم اللہ و اسم محمد ﷺ کا نقش عنایت فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ اپنے قلب پر تصور کر کے جماؤ۔ میں آپ کے فرمان پر بہ دل و جان عمل پیرا ہوا۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد مجھے رمضان شریف میں سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کی خواب

میں زیارت ہوئی۔ اسم اللہ میرے قلب پر چمکنے لگا اور بعض دفعہ میں یہ دیکھتا تھا کہ میرے شیخ میرے قلب پر اسم اللہ لکھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر مجھے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور پھر خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔

پھر سلطان الفقر سوئم قطب الاقطاب محبوب سبحانی شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز، سلطان الفقر پنجم سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محی الدین سید مبارک علی جیلانی قادری محمدی الہاشمی الحسنی والحسینی کی زیارت سے بھی مشرف ہوا۔

اسم اللہ میرے پورے جسم پر چمکنے لگا اور ہر عضو سے اللہ ھو کی آواز آنے لگی۔ اس طرح میری آنکھوں سے حجابات اٹھنے لگے۔ پھر مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت بیداری میں زیارت ہوئی۔ اسی کے بعد شیخ کامل کی نظرِ کرم سے مجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس نوری میں حضوری کا شرف حاصل ہوا۔ پھر مشاہدات و فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ایک اور طالب نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی طالب فقیر محمد خالد صادق قادری، اور طالب فقیر محمد جمال قادری اپنے شیخ مظہر ذات وصفات محی الدین ثانیؒ سید علی گیلانی کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ نماز عشاء کے بعد بھائی طالب فقیر خالد صادق نے درود وسلام پڑھا۔ سلام کے دوران شمع شبستان وجود رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت بلال حبشیؓ، حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام، حضرت میاں میر قادریؒ اور ملائکہ بھی دست بستہ کھڑے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک مائل گولائی تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر والضحیٰ لکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں سیاہ چمک رہی تھیں اور زلفوں پر واللیل لکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے سینہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مبارک پر "الم نشرح" اور آپ ﷺ کی کالی کملی پر "یاایھا المزمل" نقش تھا۔

حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا رنگ سرخ وسفید تھا۔ جب کہ حضرت عثمان غنیؓ کا رنگ مبارک سفید اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کھلا ہوا گندمی تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا رنگ مبارک سفید مائل بہ سرخی تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے رنگ مبارک میں سفیدی زیادہ تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رنگ مبارک میں کچھ کم۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت حسین علیہ السلام کا رنگ مبارک کچھ ملتا جلتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ کا قد مبارک تقریباً برابر تھا۔ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قدرے چھوٹا۔ اس دن درود وسلام کے دوران مجھے ایک جگہ نظر آئی جس کے اردگرد "ھا" لکھا ہوا تھا۔ اس جگہ کے اندر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس جگہ کے اوپر لکھا ہوا تھا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اس کے بعد پھر مجھے ایک جگہ نظر آئی جو کالے رنگ کی تھی، جس پر لکھا ہوا تھا "لوح محفوظ" اور اس پر سورۃ فاتحہ دائرے میں لکھی ہوئی تھی، جو میں نے پڑھی۔

ایک اور طالب نے اپنی روداد قلب کچھ اس طرح بیان کی: میں اپنے شیخ سید علی گیلانی کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا۔ بعد نماز عشاء بھائی خالد صادق نے درود وسلام پڑھا۔ سلام کے دوران مجھے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت بلال حبشیؓ، حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت میاں میر قادریؒ بھی تشریف لائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سبز رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں مبارک بکھری ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک نورٌ علیٰ نور تھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ وسفید اور مائل بہ گولائی تھا۔ میں نے جب پہلی بار دیکھا تو

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں جمال کی یہ کیفیت تھی کہ دوسری بار آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی تاب نہ رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا چہرۂ مبارک حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا اور مائل بہ گولائی تھا۔ آپؓ کے سر مبارک کے بال کانوں کی لوؤں تک تھے۔ آپؓ کی ریش مبارک لمبی تھی۔ آپؓ کی چشمان مبارک موٹی تھیں۔ جب میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو تاب جمال نہ رہی اور میں دوسری بار نہ دیکھ سکا۔

حضرت بلال حبشیؓ کا رنگ مبارک قدرے سیاہی مائل تھا جس میں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ آپؓ کا چہرہ مبارک بالکل گول نہیں تھا بلکہ تھوڑا سا لمبا تھا۔ آپؓ کی داڑھی مبارک صرف ٹھوڑی پر تھی، اطراف میں نہیں تھی۔

رات کے تقریباً دو بجے کا وقت تھا۔ میں نے خواب دیکھا تھا کہ میرے شیخ علی گیلانی کی طرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی چیز بھیجی جس پر آپ سوار ہو کر چلے گئے۔ آپ نے طالب بھائی محمد خلیل سے فرمایا کہ ہم چلتے ہیں۔ آپ جامعہ جا کر تمام بھائیوں کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ طالب بھائی محمد خلیل ہمیں آ کر جامعہ سے لے گئے۔ ہم ایک وسیع وعریض میدان میں پہنچے جہاں ہمارے راولپنڈی والے بھائی بھی موجود تھے۔

ہمارے شیخ سید علی گیلانی بھی وہیں کھڑے تھے۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد صحابہ کرامؓ کے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے۔ کوئی جماعت ادھر بیٹھی ہوئی تھی اور کوئی اُدھر۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کو بھی دیکھا۔ میں نے سنا گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یوں فرما رہے تھے کہ فتح ہوگئی، فتح ہوگئی۔ دو تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا کہ فتح ہوگئی۔ اس میدان میں زیادہ تر ہمارے طالب بھائی تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

یہ اخبار نویس بزرگ میاں عبدالرشید خود بھی اہل نظر تھے اور چاہتے تھے کہ اپنی آنکھوں سے شیخ گیلانی کی معیت میں دیدار مصطفیٰ ﷺ کا شرف حاصل کریں۔ وہ بضد تھے کہ شیخ اُن کے ساتھ ہی سفر کریں جبکہ شیخ اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے پر قادر نہیں تھے۔ اسی روز جب میاں رشید شیخ سے ملنے آئے تو کہنے لگے:

''میں آپ کو الوداع کہنے آیا ہوں...... حج پر جا رہا ہوں۔''

شیخ گیلانی نے تبسم کیا اور کہا:

''ممکن ہے کوئی آپ کا ہمسفر بھی ہو۔''

میاں رشید نے سنی ان سنی کر دی اور رخصت ہو گئے۔ اُن دنوں حج فلائٹیں کراچی سے جایا کرتی تھیں۔ جب میاں رشید جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اپنی سیٹ سنبھالی تو دیکھ کر حیران رہ گئے، ساتھ والی نشست پر شیخ گیلانی بیٹھا ہے۔

''آپ......؟''

اُس نے حیرانگی سے پوچھا۔ لیکن آپ کا نام تو مسافروں کی فہرست میں شامل نہیں۔

''میاں صاحب بعض لوگ فہرست میں شامل نہیں ہوتے لیکن مسافر ہوتے ہیں'' شیخ گیلانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

جدہ تک میاں رشید جُز بُز رہے کہ معاملہ کیا ہے؟ پھر انہیں یقین آ گیا کہ جو کچھ طالبین نے بیان کیا تھا وہ ضرور سچ ہے اور شیخ گیلانی کو نبی کریم ﷺ کی خصوصی شفقت حاصل ہے۔ مدینہ میں دوران قیام جب ایک روز شیخ گیلانی نے میاں رشید کے بضد ہونے پر اُن کے ساتھ ہی نماز تہجد ادا کی تو میاں رشید کو دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری نصیب ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سفید اور شیخ گیلانی کو سبز دستار عطا کی جس کا تذکرہ میاں رشید احمد اکثر بڑے فخر سے اپنے احباب میں کیا کرتے تھے۔

اُن ہی دنوں شیخ گیلانی کے ایک اور ہم مکتب آصف احمد علی نے اُن سے دربار

نبوت میں حاضری کے لیے بضد ہونا شروع کیا۔ شیخ گیلانی انہیں اپنے ساتھ مدینہ لے گئے اور کہا کہ انشاءاللہ چالیس دنوں میں آپ کو حاضری نصیب ہو جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ چالیس دن آپ نے میرے ساتھ مکمل نمازیں ادا کرنی ہیں نماز تہجد سمیت، اور ذکر بھی کرنا ہے۔

آصف احمد علی اپنی متجسس طبیعت کے ہاتھوں یہ بھاری پتھر اٹھانے پہ بھی راضی ہو گئے۔ 38 دن گزر گئے تو اُن کا پیمانہ صبر چھلکنے لگا اور شیخ سے بار بار پوچھنے لگے کہ تمہارا وعدہ کب پورا ہو گا۔

شیخ نے کہا میں نے 40 دن کہا تھا اور 39 ویں دن جب دونوں مدینہ سے واپسی پر کراچی میں آصف احمد علی کے ایک عزیز کے گھر نماز تہجد ادا کر رہے تھے تو انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دربار عالیہ میں حاضری نصیب ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ کے جمال کے سامنے آصف احمد علی پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ ﷺ نے شیخ گیلانی کے کان میں کچھ فرمایا اور حاضری ختم ہو گئی۔

آصف احمد علی بضد رہا کہ وہ بتائیں نبی کریم ﷺ نے اُس کے متعلق شیخ کے کان میں کیا کہا تھا لیکن شیخ نے انہیں کبھی اس راز سے آگاہ نہیں کیا البتہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک سچ ہو گیا۔

* * *

آصف احمد علی نے شیخ گیلانی کے سامنے انتہائی دُکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہمیں کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا تو میں رعب جمال مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے اتنا بے بس ہو چکا تھا کہ میرے جسم نے ہلنے جلنے سے انکار کر دیا۔ اُس نے شیخ گیلانی سے پوچھا کہ اُس کے مریدین نے آصف احمد علی کو جن انوارات و مشاہدات کی تفصیل بتائی تھی کیا وہ بھی مریدین خواب کی حالت میں ہوتے تھے؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا" آصف احمد علی یہ مشاہدات بقائمی ہوش و حواس قلب کی آنکھوں سے کروائے گئے تھے یعنی طالبان کے اجسام تو اس دنیا میں تھے اور ان کی ارواح اور نوری وجود لاہوت لامکاں میں حاضر ہو کر دیدارِ الٰہی اور حضوری در مجلسِ نوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فیض یاب ہوئے اور وہیں ان کی تربیت ہوئی اور ان انتہائی مقامات سے ایک طالب کو مشاہدہ کروانے کا واحد مقصد یہ ہے اور رہے گا کہ طالب کو حق الیقین کے ساتھ ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو جائے اور وہ اپنی آنکھوں سے ان اُمور کا مشاہدہ کرے جن پر عوام الناس کا زبانی ایمان ہوتا ہے تا کہ اس کا دل دنیائے مردار سے پھر کر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر جائے اور وہ ان مشاہدات کو ایک فقیر کی کرامات پر یقین رکھتے ہوئے صدق واخلاص سے آگے قدم بڑھائے۔ یعنی ان مشاہدات کا واحد مقصد طالب کو فقر واخلاقِ محمدی ﷺ اختیار کرنے کی ترغیب دینا ہوتا ہے۔ اور بے شک یہ ایک بہت کٹھن مقام ہے اسی لیے عام ولایت کے راستے مختلف ہیں۔ عام سلاسل کے طور و طریق اور علوم کو ان حقائق کی بو تک نہیں پہنچی جو ایک طالب صادق کامل فقیر کے پروں کے نیچے اُڑتے ہوئے فضائے لاہوت میں حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے اے طالبِ دنیا، اے طالبِ جنت، اے طالبِ مولا تو دیکھے گا کہ بہت سے طالب شروع شروع میں جوش وخروش سے ہمارے پاس آئے اور آتے ہیں۔ اور جب ہم انہیں باذن اللہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے فیض وکرم کے سبب آنِ واحد میں ان کے حجابات اٹھا کر انہیں عین حضور نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں پہنچا دیتے ہیں تو اس کا قطعی طور پر یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ طالب فقرائے کاملین بن جاتے ہیں یا انتہائی مقام حاصل کر لیتے ہیں۔

ایک کامل فقیر کا فرض ہے کہ وہ ایک طالب صادق کو اس کے انتہائی مقامات کا پہلے ہی مرحلے میں مشاہدہ کروا دے یا کم از کم اس کے حجاب اٹھا دے اور اس کے بعد اُسے حکم دے کہ اپنے قلب پر اسم اللہ ذات اور اسم محمد ﷺ کو تفکر اور تصور کی انگلی سے لکھ کر خوب چمکاتے رہو۔ اور ساتھ ساتھ شرعی علوم میں مکمل دسترس حاصل کرو کیونکہ جس شخص کی شریعت

ناقص ہے شیطان اس کو ہزار ہا شعبدہ سے استدراج شیطانی مشاہدات ومجالس میں لے جا سکتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ شیخ اپنے طالبین میں اخلاق محمدی ﷺ، فقر محمدی ﷺ، صبرِ محمدی ﷺ، ایثارِ محمدی ﷺ، شجاعتِ محمدی ﷺ کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور مجلسِ حضور نبی اکرم ﷺ میں لے جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہِ فقراء محبوب سبحانیؒ، شہباز فضائے لامکانی، قطب ربانی محی الدین حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اور سلطان الفقر حضرت سلطان باہوؒ فقیرِ کامل جنید ثانی حضرت میاں میر قادریؒ سے بھی تربیت دلواتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بہت سے مولا کے طالب بننے کے مدعی حضور نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں پہنچنے کے بعد بھی گمراہ ہو گئے۔ یعنی حق تعالیٰ کی بجائے دنیاوی لذات وشہوات کی طرف رجوع کر گئے۔ بیشک تم ضرور ایسے طالب دیکھو گے جو کہ مجلس حضور نبی اکرم ﷺ سے نکالے گئے اور معرفتِ الٰہی سے محروم کر دیئے گئے جس کی وجہ محض نہ صرف صدق واخلاص کا فقدان تھا بلکہ حب دنیا اور حب شہوات بدرجہ اتم ان میں موجود تھی۔ یعنی کہ شیخ نے تو یہ سمجھتے ہوئے طالبین کو مجلسِ حضور نبی اکرم ﷺ میں حضوری کروائی تا کہ وہ صدق اخلاص میں کامل ہو کر فنا فی الشیخ، فنا فی الرسولؐ اور فنا فی اللہ ہو جائیں۔ مگر اس شروع ہی کے مرحلہ میں جو کہ محض آزمائشاً ایک طالب کو اس لیے دکھایا جاتا ہے تا کہ وہ طالب صادق بن جائے۔ لیکن اس کے برعکس چند ایک لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں پیر یا مشہور شخصیت بننے کی مخفی خواہش ہوتی ہے۔ تو وہ یہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اب انتہائی مقام حاصل کر لیا ہے اور اب انہیں نہ شیخ کی ضرورت ہے اور نہ مزید تربیت کی اور وہ اپنی الگ دکان چمکانے کی خاطر شیخ سے یا الگ ہو جاتے ہیں یا پھر جو انہیں ہدایات دی جاتی ہیں ان سے روگردانی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں شاید یہ علم نہیں کہ طالب اگر 70 غلطیاں بھی کرتا ہے تو شیخ ان کے لیے پھر بھی دعا کرتا رہتا ہے اور اپنی طرف سے نسبت ختم نہیں کرتا، جب تک طالب خود اپنی زبان سے علیحدگی کا اعلان نہ کرے۔ لیکن جب طالب میں تکبر، غرور، جہل، شریعت سے دوری آنی شروع ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جائے تو پھر یہی حضوریاں شیطانی حضوریوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت اور دین کی محبت ایک دل میں نہیں سما سکتیں۔ جس طرح آگ و پانی ایک برتن میں نہیں سما سکتے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر دنیا و مافیہا ملعون ہے۔ اسی لیے جو شخص بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونے کا طالب ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ یا تو اس میں دنیاوی محبت ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اور جس میں حب دنیا نہیں ہوگی، مرشد کامل بلا ریاضت و مجاہدہ اس کو فی الفور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں پہنچا دے گا اور یہ پہنچانا کچھ مشکل بھی نہیں جبکہ طالب میں شوق و تڑپ موجود ہو اور مولا کے سوا اس کے دل میں کسی اور کی طلب نہ ہو۔ ایسے طالب سے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں اور اپنے اہل بیت میں لے جا کر اس کا تعارف بھی کرواتے ہیں اور نوری دودھ کے پیالوں سے اس کی ضیافت بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح جس طالب کے دل میں دنیا کی محبت ابھی باقی ہوتی ہے اس کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنظرِ قہر دیکھتے ہیں اور بسا اوقات مجلس سے نکال بھی دیتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص طالب مولا بننا چاہے اور حاضر درمجلسِ نوری حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونا چاہے تو اُسے اپنے اندر سے دنیاوی محبت کو قطعی طور پر ختم کرنا ہوگا اور شیخ کی اطاعت میں سرمو بھی انحراف نہ کرے۔

یاد رکھو کہ انسانی وجود نجس و پلید کپڑے کی طرح ہے اور اسم اللہ بمنزلہ پانی ہے۔ دائمی ذکر و فکر صابن کی طرح ہے اور مرشد دھونے والا ہے۔ جب طالب پر اسم اللہ ذات کی تاثیر ہوتی ہے اور معرفت کے رنگ سے بدرجۂ کمال رنگا جاتا ہے اور دوئی اس کے وجود سے اٹھ جاتی ہے تو مراقبہ کے وقت جب دل کی طرف نگاہ کرتا ہے تو چشم قلب سے دیکھتا ہے۔ اس کے ہر ہر بال تلے اسم اللہ منقش ہے۔ اس وقت اس کے جسم کا ایک ایک بال، گوشت پوست، خون، رگیں، ہڈیاں، مغز، دل وغیرہ سب کچھ بمنزلہ زبان ہو جاتا ہے۔ در و دیوار، شہر، شجر و حجر، پھول و پھل، پانی و فضا جس چیز کی طرف بھی دیکھتا ہے، جدھر دیکھتا ہے، جو کچھ سنتا

ہے اور کہتا ہے وہ اسم اللہ تعالیٰ کے اسم کو ہی دیکھتا ہے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

’’جو چیز بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے
اور وہ غالب صاحب حکمت ہے‘‘

بیشک عالم خفی و ظاہر متقی ہونا آسان ہے۔ پیر، شیخ، مشائخ ہونا بھی آسان ہے کیونکہ یہ تمام راستے نیکی جنت کشف و کرامت کے ہیں۔ لیکن فقیر فنا فی اللہ ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ جب طالب اللہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا نفس، قلب، روح بھی ذکرِ سلطانی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

’’طالب کے لیے شرعی علوم کا جاننا ضروری ہے؟‘‘ آصف احمد علی نے پوچھا۔

’’جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے بغیر طالب بنے یا شیخ بنے تو یقیناً گمراہی کے راستے پر چلے گا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں جب تو کسی صوفی کو دیکھے اور اس کے سامنے تفسیر دائیں ہاتھ، حدیث بائیں طرف، فقہ کی کتابیں نہ ہوں تو سمجھ لے کہ شیطان ہے۔ اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ مکر اور استدراج ہے۔ جان لو کہ شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جن شیطان جو عام مشہور ہیں۔ دوئم انسانی شیطان جیسے جاہل شیخ اور ناقص طالب کیونکہ یہ دونوں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر شیخ جاہل ہے تو لامحالہ اس کے طالب بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں کیونکہ اس راستے پر شیطان طرح طرح کے استدراج و مشاہدے دکھاتا ہے اور نفس بھی یعنی انسان کے اندر اس کی مخفی خواہشات بھی متشکل ہو کر طالب کو گمراہ کرتی ہیں۔ کبھی تو قسم قسم کے باغات، خوبصورت لڑکیاں، نہریں، محلات، عرش کرسی وغیرہ دکھاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ کامل مرشد وہ ہے جو طریقت کے چاروں مراتب سلامتی کے ساتھ عبور کروا دے اور حقیقت تک پہنچا دے۔‘‘

’’چاروں طریقے کیا ہیں؟‘‘ آصف احمد علی کا تجسس بڑھنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

''اول طریقت جو صاحبِ طریقت پر نازل ہوتی ہے وہ محض نفس سے بہ شکل کشف و کرامات ظہور میں آتی ہے جس سے انسان بہت خوش ہوتا ہے۔ اور اس کے نفس کو تقویت پہنچتی ہے اور ایسا کرنے سے قرب و وصالِ الٰہی سے محروم رہ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ مقام لوگوں کی نظروں میں مقبول ہے لیکن درحقیقت حجاب ہے۔

دوئم وہ طریق جو صاحب طریقت پر نازل ہوتا ہے جس سے جن و انس کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دنیا و اہل دنیا اس کے تصرف کے نیچے آ جاتے ہیں۔ ایسا شخص عوام کے لیے تو فریادرس ہے لیکن خالق کے نزدیک خام اہل ہوا و ہوس ہے۔

سوئم وہ طریق جو صاحب طریقت پر نازل ہوتا ہے وہ چرند و پرند کا سحر کرتا ہے اور خلقت کے نزدیک تو یہ طیر و سیر ہے لیکن خالق کے نزدیک مراتب غیر سے ہے۔

چہارم وہ طریق جو صاحب طریقت پر نازل ہوتا ہے وہ ناسوت، جبروت اور ملکوت کے مقامات اور طبقات کا مشاہدہ اور ان کا سیر ہے۔ جس میں خلقت تو اُسے غوث اور قطب خیال کرتی ہے لیکن اہلِ عرش سے تحت الثریٰ تک ستر ہزار مقامات ہیں جن کا انتہائی مرتبہ معرفت اور حقیقت سے محروم ہوتا ہے۔ یہ مقام توحیدِ مطلق کا مقام ہے جس میں بندہ فقیر نہ خدا کا محتاج ہوتا ہے، نہ اس کو وہاں مشاہدہ قرب و حضور ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ذات سے ذات مل گئی تو پھر قطرہ در بحر، بحر در قطرہ کا مقامِ توحید مطلق کہلاتا ہے جس میں ذات، ذات کے ساتھ اس طرح مل جاتی ہے کہ قرب و حضور دوری و وصال بندگی و ربوبیت سب احدیت کے بحر میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس کی نسبت ہویت کی ھا سے ہے جو کہ اسم اللہ اور اسم ھو کی اصل ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے یعنی احدیت اور وحدیت یہ مقام ہونے کے باوجود بھی لامکان اور لامقام ہے۔ یہ مرتبہ جمع الجمع کا ہے۔ یہ انتہائی مرتبہ ہے جس کی طرف راغب کرنے کے لیے ایک فقیر کامل اپنے طالبین کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں لے جاتا ہے تاکہ ایمان و یقین میں کامل ہو کر اس انتہائی مرتبہ کے حصول کے لیے صدق و اخلاص سے آگے بڑھیں۔

1975ء کی ایک شام......!

قاہرہ میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی نفسیاتی عوارض پر بین الاقوامی کانفرنس جاری ہے جس میں دنیا بھر سے ماہرین نفسیات شرکت کر رہے ہیں۔ نفسیاتی عوارض خصوصاً ذہنی عوارض جو بعد میں پیچیدہ اور ناقابل علاج جسمانی عوارض میں تبدیل ہو جاتے ہیں کا علاج زیر بحث ہے۔ جب سعودی ڈاکٹر اُسامہ رازی اچانک ایک نیا نظریہ پیش کر کے کانفرنس میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ ''ناقابل علاج دماغی اور نفسیاتی عوارض کا علاج خواہ ان کی وجہ سے مریض جسمانی طور پر قریب المرگ ہی کیوں نہ ہو قرآنی آیات کے ذریعے ممکن ہے۔'' انہوں نے اپنے تھیسس کے اختتام پر کہا۔ کانفرنس میں موجود سینکڑوں ماہرین کے خصوصاً مغربی ممالک اور امریکہ کے ماہرین نے اس بات کو مذاق سے زیادہ اہمیت دینے سے انکار کر دیا۔ اُن کے ہاتھ تو ایک مقصد آ گیا تھا اسلام کو نیچا دکھانے کا۔

''جناب صدر! اگر ایسا ممکن ہے تو اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایئے۔ کیونکہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

میڈیکل سائنس اعتقادات پر نہیں عملی اقدامات پر یقین کرتی ہے۔ اُمید ہے میرے دوست ڈاکٹر اُسامہ رازی بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہوں گے'' امریکہ کے ایک یہودی ڈاکٹر نے تمسخر بھرے انداز میں کہا۔

''ہم انشاء اللہ قرآن پاک کی حقانیت ثابت کرنے کا عملی مظاہرہ کریں گے''

ڈاکٹر اُسامہ رازی نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

اس کانفرنس میں موجود مسلم ممالک کے ڈاکٹر صاحبان کو بھی اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ماڈرن سائنس کے استاد ہونے کے ناطے اسے تسلیم بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان میں پاکستان کے مشہور ماہر نفسیاتی عوارض، ڈاکٹر رشید چوہدری بھی موجود تھے۔

ڈاکٹر اُسامہ رازی سعودی عرب لوٹے تو انہوں نے شیخ عبداللہ بن باز سے رابطہ کیا اور راہنمائی چاہی۔

شیخ بن باز نے انہیں کہا کہ بیان کی حد تک آپ کی بات بالکل درست ہے۔ قرآن پاک میں چھ آیات شفا موجود ہیں لیکن ان کو کس طرح روبہ عمل لایا جائے؟ اس سوال کا جواب اُن کے پاس موجود نہیں تھا۔

ڈاکٹر اُسامہ رازی کی پریشانی بڑھنے لگی تھی۔ وہ جس بات کا دعویٰ کر چکے تھے اُسے سچ ثابت نہ کرنے کی صورت میں اُن کی اپنی عزت داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ بلاد عرب کے بعد انہوں نے پاکستان کا رخ کیا اور یہاں سید مودودیؒ سے ملاقات کی جنہوں نے شیخ عبداللہ بن باز کی بات کی تصدیق کی اور اُن آیات کی نشاندہی بھی فرمائی لیکن اُن کے عملی مظاہر سے معذرت کرتے ہوئے انہیں مشورہ دیا کہ اس ضمن میں وہ کسی مسلم صوفی سے رابطہ کریں کیونکہ صوفیا میں یہ روایت موجود ہے اور قدیم تاریخ میں بھی اس کے ثبوت ملتے ہیں۔

ڈاکٹر اُسامہ رازی لاہور میں تھے تو انہیں علم ہوا کہ شیخ گیلانی نے قرآنی سلسلہ علاج جاری کیا ہوا ہے اور اس کے عملی مظاہر بھی سامنے آ چکے ہیں۔ شیخ گیلانی سے ملاقات

کی بجائے انہوں نے شفایاب ہونے والے مریضوں سے رابطہ زیادہ ضروری جانا اور سینکڑوں میل کا سفر کر کے سوات کے اُس علاقے میں پہنچے جہاں موجود سابقہ مریضوں نے انہیں بتایا کہ ''شاہ صاحب کے جنوں نے ہمارا علاج کیا تھا۔'' ڈاکٹر اُسامہ رازی کو امید بندھی وہ جان گئے کہ یہ ان پڑھ لوگ قرآنی آیات کے ذریعے ہونے والے علاج کو جنوں کی کرامات سمجھ رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ گیلانی سے رابطہ کیا تو اُن دنوں لاہور میں اپنا قرآنک انسٹی ٹیوٹ چلا رہے تھے۔ ڈاکٹر اُسامہ رازی نے انہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد بتایا کہ اگر غیر ملکی ڈاکٹروں کے سامنے اس کا عملی مظاہرہ نہ ہوا تو صورت حال بگڑ سکتی ہے اور غیر مسلموں خصوصاً یہودیوں کو اسلام کا مذاق اڑانے کا بہانہ ملے گا۔

شیخ گیلانی نے کہا کہ انشاء اللہ ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کیونکہ قرآن اور اسلام کی حقانیت قیامت تک برحق ہے۔ اُس نے ڈاکٹر اُسامہ رازی سے کہا کہ اگر اللہ اُن میں سے کسی کو اپنے دین مبین کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے بطور وسیلہ قبول کر لیں تو یہ اُس کا احسان اور انعام ہے ورنہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں۔ اُس نے ڈاکٹر رازی کو بتایا کہ مکہ کے مشرکین کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ اللہ اپنے گھر کی خود حفاظت کر سکتا ہے۔ اسی یقین نے ابراہہ کے لشکر کو ابابیلوں کے ذریعے بھوسے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔

اُس نے ڈاکٹر اُسامہ رازی سے کہا کہ ''صوفیا'' سے متعلق غلط نظریات کا پرچار اور انہیں جانے بغیر اُن کے متعلق غلط رائے قائم کرنا جہالت ہے کیونکہ تصوف اسلام کی روح ہے خدانخواستہ کوئی غیر اسلامی بدعت نہیں۔

''ڈاکٹر صاحب جان لیجیے کہ شریعت اور طریقت کوئی الگ الگ دو چیزیں نہیں ہیں۔ خواہشات نفس جاہ دنیا اور شیطانی راہ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کی راہ اختیار کرتا اصطلاح تصوف میں طریقت کہلاتا ہے۔ خالص رضائے الٰہی کا مقصود اور ہر حالت میں اسی عشق و تصور میں رہنا اس حقیقی منزل کے روحانی و نورانی سفر میں رہ کر یعنی دنیا سے ماورا ہو کر رب الوریٰ کی ذات سے طالب و متلاشی ہونا سلوک طریقت ہے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس نے ڈاکٹر رازی کو حضرت جنید بغدادیؒ کی زبانی تصوف کی تعریف بتلائی:

''تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کر دے اور اپنی ذات کے ساتھ تجھے زندہ کرے۔''

''ڈاکٹر صاحب تصوف صفاء یعنی تزکیہ اور مشاہدہ کا نام ہے۔''

اُس نے مبہوت ڈاکٹر کو جھنجھوڑا۔''ان دو میں پہلی بات (صفاء) سبب ہے اور دوسری بات (مشاہدہ) غایت اور مدعا ہے۔ اور یہ کوئی آسان راستہ نہیں۔ سالک کے لیے لازم ہے کہ پہلے مجاہدہ کرنے صفات مذمومہ کو مٹائے۔ تمام تعلقات کو بجز اللہ توڑ ڈالے اور فنا فی اللہ ہو جائے۔ جب یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دل کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے اس کو منور کرنے کا ذمہ دار بھی۔''

ڈاکٹر رازی حیرت سے شیخ گیلانی کے منہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شیخ گیلانی کی خواہش تھی کہ پہلے ڈاکٹر رازی کا اعتقاد مضبوط کرے اور اُسے اس بات کا یقین دلا دے کہ اس نے کوئی غلط دعویٰ نہیں کیا۔

''ڈاکٹر صاحب تصوف کا مآخذ ہندو ''وید'' نہیں نہ ہی صوفیا کی چلہ کشی اور ریاضت کو ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے منسوب کرنا قرین انصاف ہے۔ ہمارے ہادی و راہبر ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا آپ ﷺ نے غار حرا میں چلہ کشی نہیں کی؟ اور ذکر الٰہی پر مداومت کے متعدد احکام کیا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بصراحت موجود نہیں؟'' اُس نے ڈاکٹر رازی کو قرآن کی درجنوں آیات اور احادیث مبارکہ کا حوالہ دے کر کہا۔

جب شیخ گیلانی نے ڈاکٹر اُسامہ رازی کے سامنے قرآن پاک کی سورۃ الحدید کی یہ آیات تلاوت کیں تو وہ سسکیاں لے کر رونے لگا:

''خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی محض لہو ولعب، زینت اور ایک دوسرے پر اترانے اور مال و اولاد میں زیادتی پر فخر کرنے کا نام ہے

جیسے بارش ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی بہت بہتر چیز ہے اور نہیں ہے دنیا مگر دھوکے کا سامان'' (الحدید-20)

شیخ گیلانی کی صحبت کا فیض تھا، قرآن کریم کی حقانیت تھی کہ ڈاکٹر اُسامہ رازی کو اپنے آنسوؤں پر قابو پانا کار دارد ہو رہا تھا۔

✡✡✡✡✡

اُس رات ڈاکٹر رازی نے شیخ گیلانی کے ساتھ ''ذکر'' کیا اور اللہ نے اُسے ایسے انوارات سے فیض یاب کیا کہ اُس کا دل یہ بات ماننے لگا ضرور وہ شیخ گیلانی کے ذریعے اپنی بات سچ ثابت کر دے گا۔

صبح ڈاکٹر رازی رخصت ہوا اور دوسرے دن کچھ سعودی ڈپلومیٹس کے ساتھ دوبارہ اُس کی آمد ہوئی۔ وہ بھی اُس شخص کو دیکھنا اور جاننا چاہتے تھے جس نے اس نازک کام کا بیڑہ اٹھایا تھا۔

''دیکھ لینا شیخ یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ مجھے تو کار دارد ہی لگتا ہے''

سعودی کونسلر خالد نے کہا۔

شیخ نے اُس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جس نے کونسلر خالد کو احساس دلا دیا کہ اُس کو یہ بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ شیخ نے اُسے قرآن کی وہ آیات سنائیں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس میں شفا عطا فرمائی۔ اُس نے کونسلر خالد کو نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث سنائی جس میں آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کو آیت شفا قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس میں سوائے موت کے اور سب امراض کے لیے شفا موجود ہے۔

''صوفیا دنیا کے سامنے تماشا نہیں لگاتے کونسلر صاحب، لیکن چونکہ اب یہ چیلنج بن

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

چکا ہے تو اسے دین مبین کی برتری ثابت کرنے کے لیے قبول کرنا لازم ہے۔"

اُس نے اپنی بات مکمل کی۔

شیخ گیلانی نے ان کے سامنے صرف دو شرائط رکھیں۔ اُس نے کہا کہ وہ جو بھی کام کرے گا وہ "فی سبیل اللہ" ہوگا۔ اگر اُس کا کوئی وظیفہ یا انعام مقرر کیا گیا تو اس میں دنیاوی طمع شامل ہو کر اُسے نقصان پہنچا سکتی ہے کیونکہ یہ کام وہ صرف خالص اللہ کے لیے کرنا چاہتا ہے۔

دوسری شرط اُس نے یہ پیش کی کہ اس کے لیے ایک الگ وارڈ مخصوص ہوگا جس میں مظاہرہ دیکھنے والے، کام کرنے والے، متعلقہ سٹاف سب مرد ہوں گے۔ کوئی خاتون وہاں دکھائی نہیں دے گی۔

سعودیوں نے دونوں شرائط مان لیں اور شیخ گیلانی اگلے ہفتے اُن کے ساتھ عازم جدہ ہو گئے جہاں "طائف" کے مینٹل ہسپتال کا ایک وارڈ اس کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔

ڈاکٹر رازی نے "ڈبلیو ایچ او" کو مطلع کر دیا اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم شیخ گیلانی کے طریق علاج اور اس کا عملی مظاہرہ دیکھنے پہنچ گئے۔ پہلا مریض جو شیخ گیلانی کے سامنے لایا گیا وہ "نا قابل علاج" قرار دیا جا چکا تھا اور جسے جنون پڑنے پر نشہ آور ادویات اور بجلی کے جھٹکوں کے ذریعے وقتی طور پر نارمل کر دیا جاتا تھا۔ مریض احمد سلمٰی کی حالت نا قابل بیان تھی۔ اس کا مرض نا قابل سمجھ۔

احمد سلمٰی کو عالم ہوش میں اپنے چاروں اطراف سانپ ہی سانپ دکھائی دیا کرتے تھے۔ شیخ گیلانی نے اس کی کیس فائل پڑھی اور اپنے اردگرد موجود ڈاکٹروں سے کہا:

"یہ اس کے اعمال ہیں جو اسے سانپ بن کر دکھائی دے رہے ہیں۔"

سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل سائیکاٹری سوسائٹی برطانوی ڈاکٹر ڈینس بیساختہ ہنس دیا لیکن گیلانی سنجیدہ رہا۔ اُس نے ڈاکٹروں کو وہ حدیث سنائی کہ جب ایک شخص کو دفنایا جا رہا تھا تو اُس کی قبر سے سانپ برآمد ہونے لگے۔ مارنے پر بھی وہ ختم نہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ

نے اسے سانپوں کے ساتھ دفن کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ اس کے اعمال ہیں۔"

اُس نے ڈاکٹر ڈینس کی طرف دیکھ کر کہا "میں جانتا ہوں تمہارے نزدیک ابھی یہ باتیں محض افسانہ ہی ہیں اور تم فرائیڈ کی تھیوری کے ذریعے اسے مریض کی جنسی خواہشات کی عدم تکمیل ہی جانتے ہو لیکن یہی وہ باطل نظریات ہیں جن کے ذریعے تم ایسے مریضوں کو موت کے منہ تک پہنچا دیتے ہو۔"

اُس نے مریض کو اپنے کمرے میں اپنے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی تو ہسپتال کے عملے نے بتایا کہ یہ بڑا خطرناک مریض ہے۔ اس وقت تو نشہ آور ادویات کے زیر اثر نارمل دکھائی دے رہا ہے لیکن جیسے ہی یہ اثر ختم ہوگا اس پر وحشت طاری ہو جائے گی اور عین ممکن ہے کہ یہ اپنے معالج کی جان بھی لے لے۔

"آپ میری ہدایت پر عمل کریں کیونکہ اس کا وعدہ کر چکے ہیں بصورت دیگر میں واپس چلا جاؤں گا۔"

اُس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

بادل نخواستہ اُس کی بات مانی گئی لیکن ڈاکٹر ڈینس اور دوسرے ڈاکٹر بھی اس کے سرہانے کھڑے رہے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ شیخ گیلانی کہیں کوئی خفیہ دوائی وغیرہ تو اُسے نہیں دے گا؟

شیخ گیلانی نے مریض کے "قلب" پر توجہ کی تو وہ کچھ سکون محسوس کرنے لگا۔ اُس نے مریض کو غسل کروایا۔ اُس سے توبہ کروائی اور اپنے ساتھ "ذکر" پر بٹھا لیا۔ اگلے روز مریض نے کوئی دوا لیے بغیر خود کو نارمل ظاہر کیا تو ڈاکٹر شش و پنج میں پڑ گئے۔ شیخ گیلانی نے اُسے نماز پڑھائی جو اُس کے معالجوں کے نزدیک معجزے سے کم بات نہیں تھی۔ اُس نے مریض کو دوبارہ اپنے سامنے بٹھا کر قرآنی آیات کی تلاوت کی۔ اُس کے دل میں اسم اللہ ذات کا تصور پختہ کیا اور ہدایت کی کہ جب بھی اُسے سانپ دکھائی دیں اُن پر اسم اللہ نقش کر دے۔ احمد سلمٰی اطاعت گزاروں کی طرح شیخ گیلانی کی باتوں پر عمل کر رہا تھا۔ اُس نے شیخ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

گیلانی کے کہنے کے بغیر ہی نماز میں باقاعدگی پیدا کرلی۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگا البتہ سات دن تک شیخ گیلانی نے اُسے اپنے ساتھ "ذکر" کروایا جس کے بعد اعلان کردیا کہ مریض اللہ کے فضل سے شفایاب ہوچکا ہے۔

ڈاکٹر ڈینس اور اُس کے ساتھیوں نے احمد سلمٰی کے تمام ٹیسٹ خود لیے۔ اُس کے دماغ میں خون کا دباؤ اور ذہنی حالت کو جانچنے والا "ای ای جی" ٹیسٹ کیا اور اُن کی آنکھیں سامنے دھری رپورٹس پر جم کر رہ گئیں جہاں اُس کے تمام ٹیسٹ نارمل ہونے کی تصدیق موجود تھی۔

اگلے روز جس مریض کو پیش کیا گیا، اُسے دس سال سے کمر درد کا ناقابل علاج عارضہ لاحق تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اُس کے تمام جسمانی ٹیسٹ نارمل تھے لیکن کمر درد ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسے نفسیاتی عارضہ قرار دے دیا اور مینٹل ہسپتال میں اُس کا علاج شروع ہوا تو دوسرے نفسیاتی سقم بھی ظاہر ہونے لگے۔ اس شخص کا تعلق کسی اچھے گھرانے سے تھا اور اُس کے لواحقین نے دنیا بھر کے ڈاکٹروں سے اس کا علاج کروا کر دیکھ لیا لیکن کمر درد ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

شیخ گیلانی کے کمرے میں جب اُسے لایا گیا تو اُس نے فوراً اے سی بند کرنے کے لیے کہا کیونکہ بصورت دیگر اُسے کمر درد میں ایسی شدت پیدا ہوتی کہ جس سے پڑنے والے دورے اُس کے معالجوں کو پریشان کر کے رکھ دیتے۔

شیخ گیلانی نے ایک چینی کی پلیٹ منگوائی جو فوراً فراہم کردی گئی۔ اُس نے وقتی طور پر ائرکنڈیشنر بند کردیا اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت شروع کی۔ سورۃ فاتحہ اور درود شریف مخصوص تعداد میں پڑھ کر وہ مریض پر پھونکتا رہا پھر اُس نے چینی کی پلیٹ پر کچھ قرآنی آیات لکھیں اور ہکے بکے ڈاکٹر ڈینس اور ڈاکٹر گبز سے کہا وہ پانی کی بوتل لائیں۔ دونوں

نے اپنے پاس سے اُسے پانی کی بوتل دی۔ انہیں شک تھا کہ شیخ نے پہلے سے پانی کی بوتل میں کوئی دوا نہ ملا رکھی ہو۔

شیخ گیلانی نے پانی کی بوتل سے پلیٹ پر پانی ڈالا پھر اس پانی کو جس میں لکھی ہوئی قرآنی آیات کی سیاہی شامل تھی ایک گلاس میں ڈال کر مریض کو پلا دیا۔ ڈاکٹر ڈینس اس سارے عمل کی کیمرے سے فلم بنا رہا تھا اور دوسرے ڈاکٹر حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

پلیٹ میں پانی ڈال کر شیخ گیلانی مریض کو اُس وقت تک پلاتا رہا جب تک کہ قرآنی آیات مکمل طور پر صاف نہ ہوگئیں۔ اس کے بعد اُس نے ائرکنڈیشنر چلانے کی ہدایت کی۔ حیرت انگیز طور پر مریض نے اعتراض نہ کیا۔ وہ ابھی تک ایک تختے پر لیٹا ہوا تھا۔

"اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ نے تمہیں شفا دے دی ہے۔"

شیخ نے اُس پر "توجہ" کرنے کے بعد کہا۔ مریض صحت مند لوگوں کی طرح اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹروں سے زیادہ مریض کو حیرت ہو رہی تھی کہ دس سالہ پرانا درد کمر کہاں غائب ہو گیا۔ ڈاکٹر ڈینس نے اُسے مختلف پوزیشنوں میں گھما کر، جھکا کر، دائیں بائیں موڑ کر اچھی طرح تسلی کر لی کہ مریض بالکل نارمل ہو چکا ہے۔

"آپ نے اسے کیا لکھ کر پلایا تھا؟"

پاکستانی ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"قرآن پاک میں چھ آیات شفا موجود ہیں جو میں نے پلیٹ پر لکھی تھیں۔ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا اور ہم ہر کام کے اول آخر میں درود شریف ضرور پڑھتے ہیں تاکہ اللہ اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے سے قبول فرمالیں"

شیخ گیلانی نے جواب دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پاکستانی ڈاکٹر کے دماغ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا کیونکہ ایسا ماننے سے اس کا اچھا خاصا بزنس نقصان میں جا سکتا تھا۔

مریض دس سال بعد پہلی مرتبہ خود کار چلا کر اپنے گھر پہنچا تو وہاں جشن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹر ڈینس اور دوسرے ڈاکٹرز جن کے سامنے یہ مظاہر ہو رہے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھے اس مظاہرے کو غلط تو قرار نہیں دے سکتے تھے لیکن اُن کے گمراہ ذہنوں نے انہیں ہمیشہ منفی سوچ کی طرف مائل رکھا۔

"اس شخص کے جسم میں الیکٹرو میگنٹ شعائیں گزرتی ہیں......" اپنے ڈاکٹر ساتھیوں کے ساتھ میٹنگ روم میں موجود ڈاکٹر ڈینس نے اپنی دانست میں سائنسی توجیہہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "جب مریض کو سامنے لایا جاتا ہے تو یہ "ریز" اُس کے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔"

"لیکن اس سے الگ ہونے کے بعد بھی وہ ٹھیک ہی رہتا ہے۔"

ڈاکٹر گبز نے ڈاکٹر ڈینس کی رائے کو غلط بتاتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر ڈینس خاموش ہو گیا۔

"دراصل مسلمانوں میں عقیدہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جب مریض کو یہاں لایا جاتا ہے تو اسے پہلے ہی سے بتا دیا جاتا ہے کہ اُس کا علاج ایک صوفی نے جو آلِ رسول ﷺ اور گیلانی النسل سید بھی ہے نے کرنا ہے تو اُسے پہلے ہی سے امید بندھ جاتی ہے اور اس امید کو مزید پختگی شیخ گیلانی ہپناٹزم کے ذریعے عطا کرتا ہے۔"

پاکستانی ڈاکٹر نے دل کی بھڑاس نکالنی چاہی۔

"لیکن سب جانتے ہیں وہ مریض کو ہپناٹائز نہیں کرتا"

مصری ڈاکٹر نے کہا۔

"ہاں! لیکن وہ قرآنی آیات کے ذریعے ذہن کو مسمرائز کر دیتا ہے۔"

پاکستانی ڈاکٹر نے پھر بودی دلیل کا سہارا لیا۔

"یہی بات تو ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب"

ڈاکٹر رازی نے کہا...... "قرآن پاک کی آیات میں شفا موجود ہے۔ آپ اسے کوئی بھی نام دے لیں۔"

اب پاکستانی ڈاکٹر کے پاس سوائے خاموش رہنے کے اور کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا۔

ڈاکٹر گیلانی کی شہرت زور پکڑنے لگی اور سعودی عرب کے کونے کونے سے مریض یہاں لائے جانے لگے جنہیں وہ قرآن پاک کی مختلف آیات پڑھنے کی ترغیب کے ساتھ رخصت کرتا۔ مریض شفایاب ہو جاتے۔ اس دوران اُس نے اپنا تبلیغی مشن بھی جاری رکھا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسلام کی حقانیت ڈاکٹر گبز پر غالب آ رہی ہے اور اس کے عملی مظاہر نے اُس کے دل و دماغ میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ وہ ڈاکٹر گبز کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتا رہا۔ اُس نے ڈاکٹر گبز کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی نہیں ہوئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا تھا۔

"How can it be possible (یہ کیسے ممکن ہے)؟"

ڈاکٹر گبز نے ہی پوچھا۔ اُس کا دماغ اس بات کو ماننے سے انکاری تھا۔ اُس نے گیلانی سے کہا کہ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔

"اچھا! کل پرسوں تک تم اسے جان جاؤ گے"

اچانک ہی گیلانی پر وہ کیفیت طاری ہو گئی جس کا نظارا اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ ڈاکٹر گبز کر چکا تھا۔

ڈاکٹر گبز کا گھر ہسپتال سے پانچ میل دور تھا۔ دوسرے روز شام کے وقت وہ اپنے گھر کے لان میں چائے پی رہا تھا جب اچانک اسے شدید آندھی چلنے کا احساس ہوا لیکن یہ احساس بمشکل چند ساعتوں پر محیط تھا۔ جب وہ عالم ہوش میں لوٹا تو گھر کے عام

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کپڑوں میں شیخ گیلانی کے کمرے میں اُس کے سامنے موجود تھا۔

"Why I am here (میں یہاں کیسے آ گیا)؟"

اُس نے شیخ گیلانی کی طرف حیرانگی سے دیکھ کر پوچھا۔

"اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ اگر تم یہاں سے پانچ میل دور سے اچانک یہاں آ گئے ہو تو اللہ کے لیے سب کچھ ممکن ہے"

شیخ گیلانی نے بڑے پرسکون لہجے میں اُسے جواب دیا۔

ڈاکٹر گبز حیرت اور خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اپنے گھر واپس لوٹ گیا۔ اگلے روز اُس نے گیلانی سے انگریزی ترجمے والا قرآن پاک پڑھنے کے لیے منگوایا۔ اور کچھ دنوں بعد اسلام کی حقانیت پر ایمان لا کر اسلام قبول کر لیا۔

یہ "حادثہ" ڈاکٹر ڈینس کے لیے بڑا پریشان کن تھا لیکن وہ اس کی حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا لاینحل کیس ضرور آ جائے جس میں شیخ گیلانی کو ناکامی ہو اور اُس کی مراد بر آئے۔

ابھی تک تو ایسا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیونکہ یہاں جو مریض لائے جاتے وہ شفایاب ہو کر واپس لوٹ جاتے۔

اُس روز بھی معمول کے مطابق سب ڈاکٹر کامن روم میں گپ شپ کر رہے تھے جب اچانک ہی ہسپتال میں "ریڈ الرٹ" ہو گیا۔

سعودی عرب پر ان دنوں شاہ خالد کی حکومت قائم تھی اور شاہ فہد کراؤن پرنس کی حیثیت سے بہت معتبر شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ اطلاع ملی کہ شاہ فہد کا ایک انتہائی قریبی عزیز "عبداللہ صالح ابراہیم" جو پانچ دن سے "قومہ" کی حالت میں ہے اور ریاض جہاں وہ زیر علاج تھا کہ معالج اُسے مردہ قرار دے چکے ہیں کو شیخ گیلانی کے پاس لایا جا رہا ہے۔

"اب دیکھیں گے اس کی ہوشیاری"

ڈاکٹر ڈینس نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دے کر فاتحانہ نظروں سے دیکھا۔

انہوں نے شیخ گیلانی کو جو عموماً اُن کے ساتھ بیٹھنے سے احتراز برتتا تھا اور اپنے کمرے میں ہی ذکر و فکر میں مشغول رہتا تھا، اطلاع کر دی کہ ہسپتال میں ایک "وی وی آئی پی شخصیت" آ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سعودی انٹیلی جنس کے اہلکار بھی وہاں پہنچ گئے جنہوں نے سارے ہسپتال کو اپنے کنٹرول میں کر لیا۔

شیخ گیلانی کے لیے یہ اطلاع پر کاہ جتنی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اُس نے ڈاکٹر ڈینس سے کہا "اللہ کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ کسی کالے کو گورے یا گورے کو کالے پر مال و دولت یا جاہ و منصب کے سبب فضیلت نہیں دی گئی بلکہ میرے نبی کریم ﷺ نے اُس کے تقویٰ کو بڑائی اور برتری کی بنیاد بتایا ہے۔ میرے لیے وہ صرف ایک مریض ہے باقی مریضوں کی طرح......"

ڈینس دل ہی دل میں مسکرایا کہ گیلانی اب ضرور پھنسے گا۔ اُسے شاید یہاں کے حالات کا علم نہیں۔

ڈاکٹر ڈینس اور اُس کے ساتھی ائرپورٹ سے مریض کو لینے کے لیے خود ہسپتال کی ایمبولینس کے ساتھ گئے تھے۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مریض کو ایک خصوصی طیارہ ریاض سے طائف لایا تھا اور اُس کے ساتھ بیس ڈاکٹروں کی ایک ٹیم بھی آئی تھی۔ محافظوں کی تو گنتی بھی ممکن نہیں تھی۔ ایک خصوصی ایمبولینس اور حفاظتی گارڈز کے جلوس کے ساتھ عبداللہ صالح ابراہیم کو ہسپتال پہنچایا گیا۔

شیخ گیلانی نے اُسے سٹریچر سمیت کمرے میں چھوڑنے اور باقی تمام لوگوں کو باہر نکل جانے کی ہدایت کی۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

سیکورٹی چیف نے عربی زبان میں کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"میں یہاں تمہاری نہیں اپنی شرائط پر مریضوں کا علاج کرتا ہوں۔ اگر منظور ہے تو ٹھیک ورنہ اسے جہاں سے لائے ہو وہیں واپس لے جاؤ۔"

شیخ گیلانی نے اتنے کرخت لہجے میں یہ بات کی کہ سیکورٹی چیف سہم کر رہ گیا۔ اُس نے بے بسی کے انداز میں ڈاکٹروں کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے تھوڑی ردوکد کے بعد شیخ گیلانی کی بات ماننے پر رضامندی ظاہر کردی۔

سب لوگ باہر چلے گئے۔

شیخ گیلانی نے مصلّٰی بچھایا اور اپنے اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو کر گڑگڑایا۔

"یا اللہ میں تیرے کلام پاک کی حقانیت سچ ثابت کرنے کے لیے پاکستان سے یہاں آیا ہوں۔ گو کہ تو اس بات کا محتاج نہیں نہ ہی تیرا کلام مقدس اس کا محتاج ہے لیکن میری غیرت ایمانی داؤ پر لگی ہے۔ یا اللہ! میری شرم رکھ لے۔ مجھے علم نہیں کہ اس شخص کا مرض کیا ہے۔ یہ پانچ دن سے "قومہ" میں ہے۔ یا اللہ! اگر تو نے اسے مارا ہے تو اپنے فضل و کرم سے زندہ کردے اگر بے ہوش ہے تو اٹھا کر ہوش میں لے آ......"

جائے نماز اُس کے آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی۔ جب اُسے "اذن" مل گیا۔ شیخ گیلانی نے آنسوؤں سے تر اپنا چہرہ اٹھایا۔ اپنا رخ مریض کی طرف کیا اور کہا

"اللہ کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہو جا"

عبداللہ صالح ابراہیم کسی میکانکی عمل کے تحت سٹریچر سے اٹھا اور حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

شیخ گیلانی کی زبان بارگاہ صمدیت میں شکرگزار رہی تھی جب عبداللہ صالح ابراہیم اچانک رونے لگا۔ پھر وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا اور شیخ گیلانی کے گلے سے لگ گیا۔

شیخ گیلانی کے گلے سے لگ کر وہ مسلسل رو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اُس کی زبان سے کلمات تشکر ادا ہو رہے تھے۔ شیخ گیلانی قرآنی آیات کے ذریعے اللہ کی حمد وثنا کر رہا تھا اور عبداللہ صالح کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس کے مردہ دل نے دوبارہ زندگی پائی

ہے۔ اسے اپنے وجود میں سر سے پاؤں تک زندگی کی تازہ حرارت دوڑنے کا احساس ہو رہا تھا اور آنسو مسلسل جاری تھے۔

"اللہ کے اس احسان کو کبھی نہ بھلانا کہ اُس نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔ اس فقیر کی شرم رکھ لی۔"

شیخ گیلانی نے اُس کی کمر تھپتھپا کر اُسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

آدھا گھنٹہ سے دروازے کے باہر انتظار کے کرب سے حواس باختہ سیکورٹی اہلکاروں اور ڈاکٹروں کے سامنے جب شیخ گیلانی کے کمرے کا دروازہ کھلا تو اُن کی زندگیوں کی سب سے بڑی حیرت ان کی منتظر تھی۔

عبداللہ صالح ابراہیم اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز اور زبان اللہ کے احسان کا مسلسل ذکر کر رہی تھی۔

"واللہ! یہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ واللہ! اس شیخ کی دعا سے اللہ نے مجھے نئی زندگی عطا کی۔ یہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اللہ نے مجھے دوبارہ زندہ کردیا۔ یا اللہ تیرا احسان عظیم ہے...... تو رحمٰن ورحیم ہے......"

وہ عقیدت اور خوشی کے جذبات سے مغلوب سب کے سامنے دوبارہ شیخ گیلانی سے لپٹ گیا۔

حیرت سے بت بنے تمام لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ شیخ گیلانی نے اسے آہستگی سے خود سے الگ کیا اور اپنے گھر جا کر نوافل شکرانہ ادا کرنے کی تلقین کی۔ اگلے روز کراؤن پرنس اور اہلیان حکومت اُس کا شکریہ ادا کرنے اس کے پاس آئے۔ انہوں نے شیخ گیلانی کے لیے زندگی کی ہر نعمت کی پیشکش کی۔ اُسے سعودی عرب میں رہ کر بڑے منصب سے نوازنے، شاندار اور آرام دہ شاہانہ زندگی بسر کرنے کی پیشکش کی گئی۔

لیکن............ شیخ گیلانی نے شکریہ کے ساتھ ہر پیشکش ٹھکرا دی۔

اُس نے کہا کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ احسان عظیم ہے اُس ذات باری

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

تعالیٰ کا جس نے مجھ فقیر کی شرم رکھ لی۔ میں کہیں بھی اپنی مرضی سے قیام نہیں کر سکتا۔ میرے تمام معاملات پر اللہ کو قدرت حاصل ہے۔ میں اپنے شیخ کے احکامات کا تابع ہوں۔ مجھے دربار رسالت مآب ﷺ سے جہاں جانے کا حکم ملتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں۔ جب تک میرا یہاں قیام ضروری ہے میں یہاں رہوں گا...... پھر چلا جاؤں گا۔“

سب لوگ حیرت سے اُس کی شکل دیکھ رہے تھے۔

اُن کے خیال کے مطابق گیلانی خود ذہنی مریض تھا جس نے اتنی بڑی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ جنہوں نے اپنے جان و مال کا سودا اللہ سے کر لیا ہو وہ کسی اور کو کہاں خاطر میں لاتے ہیں۔

گیلانی نے یہاں دو بدوؤں کو تربیت دی۔ وہ لوگ اشتعال انگیز مریض کے کان میں اذان دیتے اور وہ نارمل ہو جاتا۔ اُس نے ڈاکٹر اُسامہ رازی اور اُس کے ماتحتوں کو بتایا کہ میرے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں۔ اللہ کا یہی کلام ہے جو تم بھی پڑھتے ہو اور میں بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ تمہارے دل اور دماغ دونوں اس پر ”حق الیقین“ نہیں رکھتے۔ میں نے ”عین الیقین“ سے تمہیں ”حق الیقین“ کی طرف لانے کی کوشش کی ہے۔ اگر اللہ کے کلام کی حقانیت پر دل و جان سے ایمان لے آؤ گے تو دنیا کا کوئی مرض سوائے مرض موت کے ناقابل علاج نہیں رہے گا۔“

کچھ عرصہ یہاں گزارنے کے بعد ایک روز اچانک اُس نے اپنی واپسی کا اعلان کر دیا۔ سارا ہسپتال اور مریضوں کے لواحقین اُس سے رو رو کر رکنے کی التجائیں کرتے رہے لیکن اُس نے کہا ”میں اپنے فیصلے خود نہیں کرتا۔ میں تو احکامات کا پابند ہوں“ اور اُن سے رخصت ہو کر پاکستان آ گیا۔

پاکستان آ کر اُس نے قرآنک تھراپی کا باقاعدہ مرکز قائم کر دیا۔ قرآن پاک کی آیات شفا اور دوسری آیات کی تلاوت کی ریکارڈنگ مخصوص حالات اور ماحول میں مریضوں کو سنانے سے اُن پر بڑے صحت مند اثرات مرتب ہونے لگے۔ گیلانی کی طائف ہسپتال میں قرآنی طریق علاج سے متعلق رپورٹ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی طرف سے عالمی سطح پر شائع کی گئی اور الگیلانی میتھاڈولوجی (El-Gilani Methodology) کے نام سے اس کا طریق علاج بھی دنیا میں شہرت پکڑنے لگا۔

لیکن...... عجب طرفہ تماشا تھا۔

ایک طرف تو وہی ڈاکٹر ڈینس جو اُسے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے بے قرار رہتا تھا اسلام کی حقانیت اور قرآنی طریق علاج کا قائل ہو کر اپنی حکومت کے ذریعے شیخ گیلانی کو لندن لے گیا اور بضد ہو کر اُس سے ”موڈسلے“ ہسپتال (Maudsley) میں مریضوں کا علاج کروانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی برطانوی محکمہ صحت نے الگیلانی

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

میتھاڈولوجی کی اشاعت اور ترویج کا اہتمام کیا اور شیخ گیلانی وہاں کے ڈاکٹروں کو باقاعدہ لیکچرز دے کر ان کی تربیت کرنے لگا۔ اُس نے قرآن پاک کی مختلف سورتیں ریکارڈ کروا کر انہیں خاص امراض کے لیے خاص کیفیات اور مریضوں کی حالت کے پیش نظر انہیں بذریعہ ہیڈفون سنانے کی تھراپی شروع کی ہوئی تھی۔ اور دوسری طرف اپنے ملک میں الگیلانی میتھاڈولوجی کے خلاف کتابیں لکھی جارہی تھیں۔ غلام محمد پرویز نے ''اسلام کے خلاف سازش'' نامی کتابچے میں قرآنی آیات کے ذریعے علاج کو اسلام کے خلاف سازش قرار دے دیا جبکہ مغربی دنیا نے اس لازوال حقیقت کو پالیا اور وہ اپنے اس کام کو جدید سائنٹفک انداز میں آگے بڑھانے لگے۔

اُس نے مانچسٹر اور برمنگھم میں ''ذکر'' کی محافل شروع کیں تو ''مقامی پیروں'' کے لیے خطرہ بننے لگا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسلمانوں کی بدقسمتی سے مشائخ خانوادوں سے تعلق رکھتے تھے اور برطانیہ کو اپنا مسکن بنا کر یہاں ڈیرے جما لیے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب برطانیہ میں پاکستان سے آ کر آباد ہونے والوں کی پہلی نسل جوان اور تیسری تیار ہو رہی تھی۔ متضاد ماحول کی پیداوار یہ بچے اور نوجوان جن کے بزرگ تلاش رزق میں یہاں آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے، اپنے گھروں میں تو اسلام اور خدا رسول ﷺ کی باتیں سنتے جبکہ درس گاہوں میں انہیں مکمل غیر اسلامی اور سیکولر ماحول ملتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں ان پڑھ رکھیں یا گھروں میں بند کر لیں کیونکہ یہاں کے قوانین اسے جرم خیال کرتے تھے اور اس جرم کی پاداش میں اچھی خاصی سزا بھی برداشت کرنی پڑتی تھی۔

تضاد فکری کا شکار یہ مسلمان بچے نہ تو ڈھنگ سے مسلمان بن سکے اور نہ ہی اُن کے بزرگوں نے انہیں جدید انداز فکر میں ڈھلنے دیا۔ مغربی معاشرت نے انہیں اپنے اثرات میں اس بری طرح جکڑا کہ وہ انتشار فکری کا شکار ہو کر نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ جنریشن گیپ اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ مسلمانوں کا اختیار اپنے بچوں پر سے ختم ہونے لگا۔ وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارنا ہی زندگی کا نصب العین جاننے لگے۔

۔ اپنی ساری جوانی محض معاشی خوشحالی کی بھینٹ چڑھانے والے ان بزرگ مسلمانوں کے لیے یہ بڑی الارمنگ صورت حال تھی۔ ایک طرف تو ان کا اثاثہ حیات تھا جو اُن کے ہاتھوں سے چھن رہا تھا اور دوسری طرف وہ پچھتاوا جو اُن کی جان کو آ گیا تھا کہ کیا ساری زندگی کا حاصل یہی ہے؟ انہوں نے اپنے گھربار، آباؤاجداد، رسومات اور زندگی کی ساری خوشیاں کیا اس لیے تیاگی تھیں کہ انہیں انعام میں ایسی نسل ملے۔

ان پریشان حال مسلمانوں نے لاشعوری طور پر اسے اپنے گناہوں کی سزا سمجھا اور اس صورت حال کا مقابلہ اسلامی تعلیمات اور اپنی مضبوط روایات سے کرنے کے بجائے انہی پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں اور گدی نشینوں کا شکار بن گئے جنہوں نے انہیں تعویذ گنڈے کے چکر میں ڈال کر اس کو اُن کے تمام مسائل کا ''امرت دھارا'' قرار دے دیا۔

یہ پیر صاحبان گو کہ ایک دوسرے کا وجود بھی عام حالت میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے لیکن جب انہیں شیخ گیلانی کی شکل میں ایک ایسا مسلمان شیخ دکھائی دیا جس نے مسلمانوں کو تعویذ گنڈوں کے چکر سے نکال کر انہیں مردانہ وار حالات کا مقابلہ کرنے اور خالص اللہ ہی سے مدد مانگنے، اپنے نفوس کی اصلاح کے لیے ذکر و فکر کرنے کی تربیت دینے اور اس بات کا قائل کرنا شروع کر دیا کہ انہیں مسلمان ہونے پر شرمندگی نہیں بلکہ فخر کرنا چاہئے کیونکہ یہ اُن پر اللہ کا خاص انعام ہے اور اسلام ہی مغرب میں بھی ان کے تمام مسائل کا حل نکالتا ہے۔ اُس کی محافل ذکر میں لوگوں پر انوارات کی بارش ہونے لگی۔ ان کے بچے راہ راست پر آنے لگے کیونکہ شیخ گیلانی اُن سے اُن کی زبان میں مکالمہ کرتا اور اُن کے ذہنوں میں اٹھنے والے پریشان کن سوالات کا جواب دے کر انہیں مطمئن کیا کرتا تھا۔

اس صورت حال کا منطقی نتیجہ اُس کے خلاف پیران کرام کا متحدہ محاذ بھی ہو سکتا تھا۔ انہوں نے شیخ گیلانی پر گمراہ ہونے کے الزامات لگانے شروع کر دیے اور کہا کہ وہ قرآنی آیات کے ذریعے ذہنی، نفسیاتی اور جسمانی عوارض کا جو علاج کرتا ہے وہ گناہ ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پندرھویں صدی ہجری کا آغاز ہو رہا تھا۔

تاریخ کا دھارا برق رفتاری سے اپنا سفر طے کرتا اب اُس مقام پر آ گیا تھا جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو سال پہلے کی پیشگوئیاں سچ ثابت ہونے جا رہی تھیں۔

پاکستان کا ہمسایہ مسلم ملک افغانستان معلوم انسانی تاریخ کا اہم ترین کردار ادا کرنے کے لیے پر تول رہا تھا۔ افغانستان کے عاقبت نااندیش حکمرانوں نے اپنے عوام کی خالصتاً اسلامی امنگوں اور خواہشات کے برعکس کمیونسٹ اور بھارتی اثرات زیادہ تیزی سے قبول کیے اور اُن ہی کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔ اپنے ہمسایہ مملکت خداداد پاکستان سے جو اُن کا دنیا کی طرف کھلنے والا ''گیٹ وے'' بھی تھا کو انہوں نے نظرانداز کرنے کی پالیسی جبراً اپنائے رکھی۔ روس اور بھارت کے بہکاوے میں آ کر وہ پاکستان کو اپنا دشمن خیال کرنے لگے لیکن یہ خوف انہیں ہمیشہ دامنگیر رہا کہ صدیوں سے افغان اور پاکستان عوام کے درمیان جو خونی، لسانی اور اسلامی تعلقات قائم ہیں وہ انہیں اس بات کی اجازت نہیں

دیتے کہ وہ پاکستان کے خلاف کسی کھلی جارحیت کے مرتکب ہوں البتہ وہ روس اور بھارت کے ہاتھوں کا کھلونا ضرور بنے رہے۔

جنوری 1968ء میں روسی وزیر خارجہ کوسگین نے کابل کا دورہ کیا اور اُسے فراخدلانہ اقتصادی امداد کی پیشکش کی۔ 1969ء میں بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کابل پہنچ گئیں جس کے بعد کابل سے بھارتی درآمدات کا حجم پانچ گنا زیادہ ہو گیا۔ مئی 1969ء میں کوسگین کابل کی 50 سالہ آزادی کی تقریبات میں شرکت کرنے آیا اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کے خلاف کابل سے پختونستان کا پراپیگنڈہ شروع ہو گیا۔

افغان حکومت نے شمال مغربی علاقہ جات بشمول دیر، سوات اور چترال کے پشتونوں کے حقوق کے نام پر علیحدگی پسند تحریک پشتونستان کی پشت پناہی شروع کر دی اور پاکستان سے اُن کا الحاق زبردستی قرار دینا شروع کر دیا۔ ریڈیو کابل سے باقاعدہ ''صدائے پختونستان'' سروس کا آغاز ہو گیا۔

اس صورتحال کا منطقی نتیجہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کی شکل میں سامنے آنے گا۔ یہ بات پاکستانی حکومت بھی سمجھتی تھی کہ یہ سارا گورکھ دھندہ بھارت اور روس مل کر پھیلا رہے ہیں اور افغانستان کی حیثیت اس میں سوائے ایک ''مہرے'' کے اور کچھ نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابھی تک افغانستان کے خلاف کوئی سخت پالیسی اختیار نہ کی گئی۔

روس نے دوسری طرف 125 میل لمبی گیس پائپ لائن مکمل کر کے افغانستان کی گیس اپنے ملک میں پہنچانی شروع کر دی۔ اس گیس کی قیمت کا تعین بھی انہوں نے خود ہی کیا اور کہا کہ اس گیس کی روس برآمد کے ذریعے افغانستان اقتصادی قرضوں کی واپسی کر سکے گا۔ افغانستان میں لگائے جانے والے الیکٹرک پلانٹ سے بننے والی بجلی کی ترسیل بھی روس کی طرف شروع کر دی گئی۔ دوسرے الفاظ میں، تعمیرات تو افغانستان میں ہو رہی تھیں لیکن اس کا فائدہ دونوں ملکوں نے اٹھاتا ہوتا تھا۔ مواصلات کے نظام کے پھیلاؤ نے بھی ایسی ہی صورت اختیار کی۔ کابل سے روس تک جانے والی ایک سڑک کی تعمیر میں 25 فٹ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

چوڑی سرنگ کا شمار دنیا کی بلند ترین سرنگوں میں ہوتا ہے۔ یہ سرنگ سطح سمندر سے گیارہ ہزار فٹ بلند کوہِ ہندوکش کو کاٹ کر بنائی گئی ہے۔ اس سے پہلے بنائی جانے والی سالانگ ہائی وے 1964ء سے کام کر رہی تھی جس پر 600 ٹرک روزانہ نقل و حمل میں مصروف رہتے تھے۔ ان ٹرکوں میں اقتصادی و معاشی نوعیت کی نقل و حمل ہوتی تھی لیکن روسی دراصل اپنے طویل منصوبوں کے تحت کام کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب 1980ء میں انہوں نے یہاں لشکر کشی کا فیصلہ کیا تو انہیں نقل و حمل اور مواصلات کے حوالے سے کسی قسم کے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

1969ء میں نئے انتخابات ہوئے لیکن اشتراکیوں کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔ نئی پارلیمنٹ کے 216 اراکین ظاہر شاہ کے وفادار تھے۔ ان میں ایک خاتون بھی شامل تھی لیکن اس کے باوجود نور احمد اقتدار میں رہا۔ اس کی کابینہ میں بھی ''ہم خیال'' لوگ شامل نہیں تھے لیکن وہ اس اعتبار سے ہم خیال ضرور تھے کہ وہ سب کے سب ''شاہ کے ادنیٰ خادم'' کا کردار ادا کرنے پر متفق تھے۔ 1970ء اور 1972ء کے دوران رونما ہونے والے واقعات نے نظامِ حکومت کی اندرونی کمزوریوں کو اجاگر کرنا شروع کر دیا تھا لیکن حیران کن حد تک ''بادشاہت'' مضبوط دکھائی دے رہی تھی۔ 1971ء کے وسط میں نور احمد نے استعفیٰ دے دیا اور پھر ظاہر شاہ نے روم میں اپنے سفیر عبدالظاہر کو دوبارہ واپس بلا کر وزیراعظم مقرر کیا۔ اقتدار کا یہ کھیل جاری تھا لیکن عوام کو بنیادی ضروریات زندگی ہی میسر نہیں تھیں۔ ایک سال بعد عبدالظاہر نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد محمد شفیق نے وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا اور وقتی طور پر ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظاہر شاہی نظامِ حکومت برطانوی طرز کی آئینی بادشاہت میں تبدیل نہ ہو سکا کیونکہ اس نظام کے تحت ایوانِ زیریں میں بننے والی حکومتیں عوامی امنگوں کے مطابق امورِ مملکت نہ چلا سکیں۔

اس کی بنیادی وجہ کمیونسٹوں کی ''شرارتیں'' اور ''سازشیں'' تھیں۔ روس کی اقتصادی امداد کے ساتھ ساتھ یہاں انوں نے اپنا حلقہ اثر اور بھی موثر بنانے کے لیے جو

کاوشیں شروع کر رکھی تھیں ان کی کامیابی کا انحصار ہی اس بات پر تھا کہ ''موجودہ نظام'' کامیاب نہ ہو اور انارکی پھیلے تاکہ وہ اس انارکی سے فائدہ اٹھا کر اقتدار کے ایوانوں میں نقب لگا سکیں۔ اشتراکیوں کے اس بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کے خلاف علماء کرام کے ساتھ ساتھ ''ملاؤں'' نے بھی ردعمل کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ علماء شہروں میں اور ''ملا'' دیہی علاقوں میں اپنے اثر و نفوذ کے باعث حکمرانوں کی ''بدیشی پالیسیوں'' کے خلاف اپنا ردعمل ظاہر کرنے لگے تھے۔ کابل میں یہ کشمکش زیادہ شدید ہو گئی تھی کیونکہ اشتراکی سب سے زیادہ اس جگہ پر فعال تھے۔ دارالحکومت اور ذرائع مواصلات کا مرکز ہونے کی وجہ سے کابل افغانستان کا عصبی مرکز تھا، اس لیے یہاں سے اٹھنے والی ہر آواز کی اثر پذیری بھی زیادہ تھی۔ ''نوجوانانِ اسلام'' کے نام سے اینٹی اشتراکیت تحریک کا آغاز ستر کی دہائی کے آغاز سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ جوں جوں اشتراکیوں کی سازشیں تیز ہو رہی تھیں اسی رفتار سے ان کی مزاحمتی تحریک بھی فعال اور منظم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ موسیٰ شفیق کی بطور وزیراعظم نامزدگی اس مزاحمتی تحریک کی اثر پذیری کا منہ بولتا ثبوت تھا کیونکہ موسیٰ شفیق اپنے سیاسی و تعلیمی پس منظر کے حوالے سے ایسا مسلمان شخص تھا جس پر ''ملا'' اور کابل میں تحریکی کام کرنے والے ''نوجوانانِ اسلام'' اعتماد کر سکتے تھے۔ موسیٰ شفیق کا تعلق اخوان المسلمین سے تھا۔ اس نے جامعۃ الازھر سے دینی تعلیم بھی حاصل کی تھی اور وہ اینٹی کمیونسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام اور اسلام پسندوں سے محبت بھی کرتا تھا۔

موسیٰ شفیق نے آ کر حالات کو سنبھالا دینے کی کامیاب کوششیں بھی کیں لیکن مضطرب حالات نے ایک بار پھر کروٹ لی۔ ظاہر شاہ اپنے خاندان کے ساتھ تفریحی دورے پر ملک سے باہر گیا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد لیفٹیننٹ جنرل محمد داؤد خان نے بادشاہت کا خاتمہ کر کے اپنے آپ کو جمہوریہ افغانستان کا صدر اور وزیراعظم ہونے کا اعلان کر دیا۔ صدر کی نئی کابینہ میں جرنیلوں کی ایک کھیپ شامل تھی جنہیں مملکت کا نظم و نسق موثر انداز میں چلانے کے لیے کابینہ میں شامل کیا گیا تھا۔ داؤد نے 1974ء میں ماسکو کا دورہ کیا اور اپنے پرانے

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

تعلقات بحال کر لیے۔ 1977ء میں لوئے جرگہ بلا کر نئے دستور کی منظوری لے لی۔ اس دوران داؤد نے اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کے لیے نہ صرف سوویت یونین سے تعلقات قائم کرنے میں پھرتی کا مظاہرہ کیا بلکہ افغانستان میں ابھرتی ہوئی "اسلامی تحریک" کو بھی کچلنے میں کمزوری نہیں دکھائی۔ پھر پاکستان ہجرتوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو دسمبر 1979ء میں اس وقت تیز ہو گیا جب روسی افواج نے کابل پر قبضہ کر لیا۔

جنرل داؤد نے تربیت یافتہ آرمی کے زور پر ریاستی نظم و نسق پر گرفت مضبوط کر لی تھی۔ طبقہ اشرافیہ بھی اس کا حامی تھا کیونکہ انہیں اس بات پر پختہ یقین تھا کہ جنرل داؤد جو کچھ مرضی بن جائے لیکن اس کی رگوں میں دوڑنے والا خون "شاہی" ہی رہے گا۔ اشتراکی اپنے طے شدہ منصوبوں کے عین مطابق سازشیں کرتے رہے۔ داؤد کی لبرل پالیسیوں کی وجہ سے اشتراکیوں کو یہ گمان تھا کہ روس سے دوستی کے معاہدے کرنے کے باوجود داؤد "ان کا آدمی" نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنرل داؤد پر کئی قاتلانہ حملے بھی ہوئے لیکن وہ بچ رہا۔ داؤد کی لبرل خارجہ پالیسی نے بھی اسے اشتراکیوں کی نظروں میں پہلے ہی مشکوک بنا دیا تھا۔ پاکستان اور سعودی عرب کے دوروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ بالآخر اپریل 1978ء میں داؤد کو اس کے خاندان کے سینکڑوں افراد سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس خونی انقلاب کے بعد اقتدار کی زمامِ کار براہ راست اشتراکیوں کے ہاتھوں میں آ گئی۔ نور محمد ترکئی نے 35 رکنی انقلابی کونسل کے سربراہ کے طور پر اقتدار سنبھال لیا۔ اس کا تعلق پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان کے خلق دھڑے سے تھا۔ اس نے آتے ہی نہ صرف ملک کا نام بدل دیا بلکہ جھنڈے کو بھی تبدیل کر دیا۔ ان تبدیلیوں سے اس نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ ملک میں حقیقتاً انقلاب آ گیا ہے۔ نئی انتظامیہ نے آتے ہی دستور سے کئی "غیر ضروری" قوانین کو "بوسیدہ" قرار دے کر نکال دیا۔

ان قوانین کا تعلق اسلامی نقطہ نظر سے تھا۔ نور محمد ترکئی نے انہیں "جاہلانہ" اور "بوسیدہ" قرار دے کر اپنے سچے اور مخلص اشتراکی کارکن ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

"نوجوانانِ اسلام" کی سرگرمیاں بھی تیز ہونا شروع ہو گئیں۔ پہلے جو بالواسطہ تنازعہ تھا، اس نے اب براہ راست تصادم کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اشتراکی ایوانِ اقتدار میں داخل ہو کر اسلام کو دیس نکالا دینے کی پالیسی پر گامزن ہو چکے تھے۔ دسمبر میں نور محمد ترکئی نے ماسکو کا دورہ کیا اور 20 سالہ معاہدہ دوستی پر دستخط کیے۔ نور محمد ترکئی کی طرف سے کیے جانے والے اس معاہدے نے افغانستان میں ہونے والی داخلی کشمکش کو اور بھی تیز کر دیا۔ کابل اور اس کے مضافات میں جاری مزاحمتی تحریک اور بھی تیز ہو گئی۔ شمالی افغانستان اور چند دیگر علاقوں میں پنپنے والی مزاحمتی تحریک بڑی تیزی سے دیگر شہروں میں بھی پھیل گئی۔ مغربی اور جنوبی افغانستان بھی مزاحمتی تحریک کے مراکز میں بدلنے لگے۔ اس دور میں چھ ہزار اشتراکی روسی مشیر کابل پہنچے تاکہ افغان فوج کو بہتر انداز میں مزاحمتی تحریک کچلنے کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ اس وقت افغان فوج ایک لاکھ باقاعدہ سپاہ، تین آرمڈ ڈویژن، دس انفنٹری ڈویژن اور 144 جنگی طیاروں پر مشتمل تھی۔ 10 ہزار آدمی ایئرفورس میں کام کر رہے تھے۔ اسی دور میں 25 ہزار کے قریب فوجی بھگوڑے ہو گئے۔ کیونکہ جب بھی ان فوجیوں کو مزاحمتی گروپوں کے خلاف معرکہ آرائی کے لیے بھیجا جاتا یہ ان سے لڑنے کی بجائے خود بھاگ جاتے یا ان سے مل جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ 16 ستمبر 1979ء میں نور محمد ترکئی کو قتل کر کے اس کے ڈپٹی وزیراعظم اور وزیر خارجہ حفیظ اللہ امین کو کابل کی مسندِ اقتدار پر لا بٹھایا گیا۔ حفیظ اللہ امین اپنی نظریاتی وابستگی کے علاوہ جبر و ظلم میں بھی ایک خاص ملکہ رکھتا تھا، اس لیے اسے اقتدار دے کر روسی یہ توقع کر رہے تھے کہ اب تحریکِ مزاحمت کو کچل دیا جائے گا۔

حفیظ اللہ امین نے روسی گن شپ ہیلی کاپٹروں، بھاری ٹینکوں، 21 مگ طیاروں اور ایس یو 20 بمبار طیاروں کی مدد سے مزاحمتی تحریک کا خاتمہ کرنے کی بھرپور کاوشیں شروع کر دیں۔ اشتراکی مشیروں میں ایک ایسا فوجی جنرل بھی شامل تھا جس نے 1966ء میں چیکوسلواکیہ پر روسی قبضے کے وقت افواج کی کمانڈ کی تھی۔ اب یہی جنرل الیکسی یپی شیو کابل میں جاری خانہ جنگی کے دوران افغان دستوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ دسمبر 1979ء

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کے آغاز تک افغانستان کے دیہی علاقے مکمل طور پر گوریلوں کے قبضے میں آ چکے تھے جبکہ افغانستان کے شہری مراکز دن کے وقت حفیظ اللہ امین حکومت کے ہوتے لیکن رات کے وقت وہاں افغان گوریلوں کے حملوں کا خوف طاری ہوتا اس لیے فوج ''فل الرٹ'' پوزیشن پر ہوتی۔ اس دوران افغان بھگوڑے فوجیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا کیونکہ روایتی افغان معاشرے میں سوویت یونین کی پشت پناہی پر چلنے والی ایسی حکومت کو پذیرائی نہیں مل رہی تھی جو اپنے ہی ہم وطنوں کی قتل و غارت گری کے منصوبوں پر عمل پیرا ہو چکی تھی۔ پانچ لاکھ کے قریب افغان اپنے گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ گزین ہو چکے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ افغان فوج کے ذریعے صورت حال پر قابو نہیں پایا جا سکے گا۔ یہی وجہ ہے دسمبر 1979ء اشتراکی حکام نے افغانستان میں اپنی افواج داخل کرنے کا پروگرام بنایا۔ امریکہ کی اس وقت ساری توجہ ایران میں بدلتی ہوئی صورتِ حال پر مرکوز تھی اس لیے روسیوں کو عالمی سطح پر کسی موثر اپوزیشن کی توقع نہیں تھی۔ پرچمی کامریڈ ببرک کارمل کو ماسکو سے کابل لا کر اقتدار سونپا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک لاکھ روسی افواج بھی افغانستان میں داخل ہو گئیں تا کہ اسے بھی ''سوویٹوں کی یونین'' میں شامل کیا جا سکے۔

✪✪✪✪✪

دسمبر 1978ء کے آخری ایام میں شیخ علی گیلانی کی طرف سے ''فتح نامہ'' سارے پاکستان میں تقسیم کیا گیا اور اس بات کا دعویٰ کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں 15 ویں صدی ہجری کی آمد کی خوشخبری دے دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ طالبین کے مشاہدات تھے جن میں کہا گیا کہ وہ اپنے شیخ کی معیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے جب انہیں روس کے تباہ و برباد ہونے کی خوشخبری سنائی گئی اور بتایا گیا کہ روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوں گی لیکن انہیں ذلت آمیز شکست کا سامنا ہو گا اور بالآخر اسلام غالب آ کر رہے گا۔ اس ''فتح نامے'' میں کہا گیا:

> بیشک موجودہ دور شرک، نفاق اور بدعت کا دور ہے۔ شیطان نے اپنا پورا تسلط جما کر لوگوں میں بے حیائی، بزدلی اور نفاق کو فروغ دیا جس سے زنا، فحاشی اور شراب نوشی میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اب ابلیس کی خاص الخاص جماعت (روسی بھیڑیئے) اس دنیائے اسلام کو مٹانے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کے لیے کھڑی ہوئی ہے جس کے مقابلہ کے لیے اللہ پاک نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں کی جماعت کو تیار کیا ہوا ہے جو عرصہ دو سال سے الہاماتِ ربانی اور ارشاداتِ رسولِ کریم ﷺ سے فیضیاب ہو کر عالمِ اسلام کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے داعی بن کر ابھرے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ فتح و نصرت کے لیے ہر قسم کی غیبی امداد کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس جماعت کے الہاماتِ ربانی و مشاہدات در مجلس نوری حضوری نبی اکرم ﷺ قرآن پاک اور سنت کے عین مطابق ہیں اور ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اس ''فتح نامہ'' پر مختلف طبقوں کی طرف سے اعتراض ہوا کہ یہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش ہے۔ روس جیسی سپر پاور کے ساتھ ٹکر لینا سوائے حماقت کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا اور جو لوگ اس حماقت کا پرچار کر رہے ہیں وہ اسلام یا پاکستان کی خدمت نہیں بلکہ اس سے دشمنی کر رہے ہیں۔ ان اعتراضات میں شیخ علی گیلانی کے مشاہدات کو اُن کی خام خیالی اور تصورات سے تشبیہہ دی گئی لیکن اس ''فتح نامہ'' نے سارے ملک میں بحث کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں کی زیادہ تعداد وہ تھی جو اس پر یقین کرتی اور اسے اُن احادیث کے عین مطابق بتاتی کہ جن میں اس خطے سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے آغاز کی بشارت حضرت نبی کریم ﷺ نے دی تھی۔ چھ ماہ بعد شیخ علی گیلانی کی طرف سے ایک اور پمفلٹ ملک میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں اُس نے لکھا ''آج سے چھ ماہ پیشتر ہم نے بین الاقوامی سطح پر کتاب اللہ اور احکام رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں افغانستان کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دو فتاویٰ جہاد شائع کیے تھے جس میں مسلمانانِ پاکستان کو واضح طور پر یہ کہا گیا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی اور حضور نبی اکرم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جسدِ واحد سے تشبیہہ دی ہے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے والوں کو بھی ظالم کے ساتھی قرار دیا ہے۔

اور یہ بھی کہا ہے کہ ''موذی کو پیشتر کہ وہ ایذا دے ختم کر دیں۔ لہٰذا پیشتر کہ روس اپنی سرحدیں اٹک اور مکران (بحرِ ہند) تک لانے کی خاطر افغانستان پر پورا قبضہ کرے، ہمارا فرض ہے کہ پورے افغانستان پر مسلمانوں کا قبضہ کروائیں۔ یہی اسلامی عسکری حکمت عملی ہے اور یہی حکمِ خداوندی ہے اور اس سے انحراف کرنے سے ہم پھر بھی جنگ سے نہیں بچ سکتے اور اس صورت حال میں یہ جنگ ہم پر بشکل عذاب آئے گی۔'' (فتویٰ)

اب ہم آپ کو ایک دفعہ پھر جگانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ شاید آپ کے اندر کہیں جذبۂ ایمان، حب الوطنی، ایثار اور عزت نفس کی چنگاری ہو جس کو سلگا کر ہم آگ لگا سکیں۔ اے قوم! بزدلی، بے حیائی، اقتدار اور دولت کی ہوس کو چھوڑ کر خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور روسی ترکستان میں چار کروڑ مسلمانوں پہ ظلم، تشدد کی المناک داستان یاد رکھو۔ اور اب افغانستان میں مسلمانوں (عورتوں، بچوں اور بوڑھوں) کے قتل عام سے عبرت حاصل کرو۔ یاد رکھو! روس کی جارحیت صرف افغانستان کے خلاف نہیں ہے بلکہ وہ پاکستان کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے جو کہ عالمِ اسلام کے لیے قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کی فوج عالم اسلام کی فوج ہے۔ اس سب کارروائی کے پیچھے صیہونیت کا پلان ہے۔ روس پورے افغانستان پر قبضہ جما کر پاکستان کی سرحدوں پر اپنی فوجیں لے آیا ہے اور اب پاکستان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ساری دنیا نے روسی جارحیت کے خلاف احتجاج کیا ہے لیکن ابھی تک ہم نے کوئی عملی ردعمل ظاہر نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے بجائے غیر اللہ کی طرف مدد کے لیے نگاہیں مرکوز ہیں۔ اے قوم! اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ اگر تم نے اس وقت روسی جارحیت کا مقابلہ نہ کیا تو تم روس کے زیرِ حفاظت رہ کر زندہ رہ سکو گے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ جان لو تم جیسے بھی ہو کلمہ گو تو ہو اور یہی تمہارا سب سے بڑا جرم ہو گا۔ یا تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں صرف مزدوری ہی کرنا ہے اور وہ تم روسی غلبہ کی صورت میں بھی کر سکو گے تو یہ بھی غلط فہمی دل سے نکال دو کیونکہ روسی ترکستان کے ماضی میں بہت ضمیر فروش مسلمانوں نے بھی یہی سمجھ کر روسی غلبہ قبول کیا تھا لیکن اُن کو بھی معاف نہ کیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

روسی درندوں نے جس طرح ماضی میں روسی ترکستان کو اپنے گھناؤنے عزائم کا نشانہ بنایا اسی طرح اب افغانستان پر جارحیت کا ارتکاب کیا ہے جو سراسر اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اسلامی نظریہ کے خلاف جنگ ہے۔ خدا کو ماننے والوں کے خلاف جنگ ہے۔

لہٰذا اے قوم! یہ غلط فہمی دل سے نکال دو کہ تم مزدور، کسان، رکشا یا ٹیکسی ڈرائیور، دانشور یا صحافی کی حیثیت میں روسی غلام کی صورت میں زندہ رہ سکو گے۔ یہ سراسر ناممکن ہے۔ ہاں ممکن بھی ہے اگر تم مندرجہ ذیل روسی اقدام برداشت کرنے کی اہلیت اپنے اندر پیدا کرلو۔

(1) تمام وہ لوگ جو مسلمان ہیں اُن کو ہلاک کر دیا جائے۔ (2) اُن کی عورتوں اور بچوں کو الگ کر دیا جائے گا۔ (3) تمہاری بیویوں اور بیٹیوں کو فحاشی پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ روسی نظام میں شادی یا نکاح کا تصور نہیں ہے۔ (4) تمہاری مساجد، مزارات اور دیگر عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔ (5) قرآن پاک کی توہین کی جائے گی اور دیگر الہامی کتب کا بھی یہی حال ہوگا۔ (6) بالخصوص علماء و مشائخ جو اس وقت حجروں میں بند ہیں اور اپنے فرض سے غافل ہیں اُن کو برسرِ عام ذلیل اور رسوا کیا جائے گا۔ (7) اس ملک کے ٹکڑے کر کے بھارت، قادیانیوں اور مقامی کمیونسٹوں کے حوالہ کر کے سویٹ صوبے بنائے جائیں گے۔ (8) تمہیں تمہارے مکانوں، کاروبار اور زمینوں سے محروم کر کے اجتماعی زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا یا سائبریا کی کانوں میں بطور قیدی بھیج دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ مسلمانانِ ترکستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور اب افغانستان میں ہو رہا ہے۔

اے قوم! ایک لمحہ کے لیے سوچو کیا تم ایسی ناپاک زندگی جسے کتے بھی قبول نہیں کرتے، گزارنے پر راضی ہو۔ کیا 1947ء میں بیس لاکھ مسلمانوں کو صرف اس لیے قربان کیا گیا تھا کہ بالآخر اس ملک کو روس کے حوالے کر دیا جائے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ہم نے اپنے مال و جان سے ایک عظیم فوج تیار کی جس پر ملک کی آمدنی کا 80 فیصد

خرچ ہوتا تھا، ساری قوم کو اس پر فخر تھا، ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ اب جبکہ معرکہ حق و باطل کا وقت آن پہنچا ہے تو انشاء اللہ یہ اللہ کی عظیم فوج اپنا مقدس فریضہ ادا کرے گی جو کہ اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ، نظریۂ پاکستان اور ان کے حلف کے مطابق اُن پر عائد ہوتا ہے۔ یہی وقت ہے عمل، قربانی اور جہاد کا۔ اب بھی اگر حبِ دنیا اور ہوسِ اقتدار کی خاطر فرائض سے فرار اختیار کیا گیا تو پھر اے قوم تمہیں عزت کی موت بھی نصیب نہیں ہوگی۔ خدانخواستہ یہ حشر صرف اہلِ پاکستان کا ہی نہیں ہوگا بلکہ سعودی عرب سمیت خلیج فارس کے تمام ممالک اس سے متاثر ہوں گے اور کوئی بھی یاجوج ماجوج کی قوم کی یلغار سے نہیں بچ سکتا۔ تاوقتیکہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی مدد اور فتح و نصرت کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے فی الفور افغانستان میں روسی بھیڑیوں کی یلغار کو روکنے میں اہم کردار ادا کرنے کے لیے جان و مال سے تیار نہ ہو جائیں۔ روس نے مسلمانانِ عالم کے خلاف صیہونیت کے مکروہ عزائم کی تکمیل کی خاطر بھرپور وار کیا ہے اور اس کی یلغار ابھی تک جاری ہے۔ افغانستان پر قبضہ ہو چکا ہے اور اب پاکستان کی باری ہے (خاکم بدہن)۔ اس کے بعد سعودی عرب اور دوسرے مسلم ممالک کا بھی یہی حال ہوگا۔ لہٰذا میدانِ عمل میں کود پڑو ہلکے ہو یا بھاری۔

✡✡✡✡✡

اس کے کچھ دن بعد جب اس پمفلٹ کی حمایت اور مخالفت میں خوب غلغلہ مچ رہا تھا ایک اور بیان شیخ علی الگیلانی کی طرف سے جاری ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ آج سے پندرہ روز قبل فتح نامہ پہلی بار شائع ہوا تھا اور اُس وقت قوم سخت مایوسی اور بزدلی کا شکار ہو چکی تھی اور بدقسمتی سے اربابِ حکومت کو چند ایک ضمیر فروش ایڈیٹروں اور ملحد بیوروکریٹ نے غلط مشورہ دیا اور قوم و ملک کی تباہی کے پروانہ پر خود ہی دستخط کرنے کی ٹھان لی۔ جب امریکہ کے جریدہ ''نیوز ویک'' کو انٹرویو دیتے ہوئے صدرِ مملکت سے یہ کہلوایا گیا: ''روس ایک سپر پاور ہماری دہلیزوں پر پہنچ چکی ہے اور جغرافیائی تقاضے اس بات پر مقتضی ہیں کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

روس کواکوموڈیٹ (accommodate) کیا جائے، ایران اور بھارت کو بھی۔ کیونکہ دریا میں رہ کر مگر مچھ سے دشمنی کرنا صحیح نہیں۔" صدر صاحب نے اپنے اس موقف کو اپنی حالیہ پریس کانفرنس میں دہرایا کہ ہم روس کے ساتھ افہام و تفہیم کرنے کے خواہشمند ہیں۔ غالباً اس کے پیش نظر سرحدوں پر نہ ہی فوج بھیجی گئی ہے اور نہ ہی کسی قسم کا بندوبست کیا گیا ہے۔

ہوسکتا تھا کہ صدر صاحب کے اس بیان سے ہماری بہادر فوج اور عوام زبردست بددلی (demoralization) پھیل جاتی لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ جماعت پہلے ہی تیار تھی اور جلد ہی عاشقانِ الٰہی، محبان رسول اکرم ﷺ، پاکستان کے شیدائی اور اپنی بہادر افواج کے مداح ملک کے کونے کونے میں "فتح نامہ" کے پیغام فتح کو لے کر لوگوں کے قلوب میں جہاد اور عشق کی آگ لگادی ہے۔ سوائے اسلام اور پاکستان دشمن عناصر کے جو بھی فتح نامہ کو پڑھتا ہے اُس کے اندر جوش اور ولولہ غالب آجاتا ہے اور ہم اربابِ حکومت پر ساری قوم کی طرف سے واضح کردینا چاہتے ہیں کہ روس کے ساتھ افہام و تفہیم کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کو روس کی غلامی میں مشرقی یورپی ممالک پولینڈ، چیکوسلواکیہ کی طرح رہنا ہوگا۔ صدر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ایسی منفی سوچ ترک کردیں۔ ترکی ابھی تک ایک ایسا ملک ہے جہاں کے بہادر مسلمان مجاہدین نے کوئی افہام و تفہیم نہیں کی اور اندرونی اور بیرونی طور پر آزاد ہیں۔ کیونکہ اُن میں جذبۂ حریت وحب الوطنی بے پناہ ہے یہی اُن کو بچائے ہوئے ہیں۔

ہم اربابِ حکومت پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس قوم کے بچہ بچہ نے روس کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے کٹ مرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور آپ قطعاً اخبارات میں لوگوں کو افہام و تفہیم کے راستے پر لانے کی خاطر اسلام اور پاکستان دشمن نظریات وفیچر نہ شائع کریں ایسا ابھی تک ہورہا ہے اور دوسری طرف کیمونسٹ وقادیانی آزاد بلوچستان، سندھو دیش کے متعلق پمفلٹ تقسیم کررہے ہیں اور جن دشمنانِ وطن کے نام ہم نے "فتح نامہ" میں دیے ہیں وہ دن رات پاکستان کو تباہ کرنے کے منصوبہ پر مصروف عمل ہیں۔ ابھی یہ لوگ سبوتاژ کی

کارروائیاں کروائیں گے لیکن قوم جاگ اٹھی ہے اور حالات کا مقابلہ کرنا جانتی ہے۔

ہم تمام افراد جو کہ اسلام اور پاکستان کے شیدائی ہیں اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ اس "فتح نامہ" کو دوسروں کو پڑھ کر سنائیں اور کثرت سے اس کی اشاعت کریں۔ اس میں جو کچھ بھی ہے سچ ہے۔ موجودہ دور فتح وغلبۂ اسلام کا دور ہے اور حق وباطل کا معرکہ ہے۔ بہت قربانیاں ہوں گی اور فتح بالآخر اسلام کی ہے۔ روس اور بھارت ٹکڑے ہوں گے اور اسلام غالب آئے گا۔

11 جنوری کو پشاور میں چوک یادگار سے باقاعدہ "فتح نامہ" کا اجراء اور دعوتِ جہاد پھیلائی گئی اور 14 جنوری کو اسلام آباد، راولپنڈی سے لے کر لاہور تک سبز پرچم والی جہاد اور "فتح نامہ" کے پیغام کی تشہیر کرنے والی کاریں پھیل گئیں۔ پھر لاہور سے لے کر کراچی تک تمام شہروں میں سبز جھنڈے والی کاریں اس فتح نامہ کو تقسیم کرکے قوم کو جذبۂ جہاد پر ابھار رہی ہیں اور علماء کرام بھی جابجا مساجد میں جہاد کا اعلان کررہے ہیں۔ ہم اپنے ملک کے تمام علماء کو مرحبا کہتے ہیں جنہوں نے فروعی اختلاف مٹا کر اس "فتح نامہ" میں مندرج بشارتوں پر ایمان لاتے ہوئے نہ صرف جہاد کا اعلان کررہے ہیں بلکہ قوم کو فتح کامیابی کا مژدہ بھی سنا رہے ہیں۔ بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ اب پوری قوم جاگ اٹھی ہے۔ قربانیاں ہوں گی لیکن بالآخر فتح اسلام کی ہوگی۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پاکستان میں افغان جہاد سے متعلق شعور پیدا ہونا شروع ہوا خصوصاً کچھ دینی تنظیموں نے افغانستان سے آنے والے لاکھوں مسلمانوں کو "مہاجر" قرار دے کر مسلمانوں کو "انصار" کی روایت زندہ کرنے کی تلقین شروع کر دی۔ شیخ علی گیلانی کے پیروکار بھی اپنی اپنی سطح پر مہاجرین کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران شیخ گیلانی نے اپنے مریدین کو تزکیہ نفس کی طرف زیادہ شدت اختیار کرنے کی ہدایت کی اور ایک روز جب وہ حضرت میاں میر صاحبؒ کے مزار عالیہ پر رات کے اندھیرے میں مصروف عبادت تھا تو اُسے امریکہ جانے کا حکم مل گیا۔ اس سے پہلے اُس نے امریکہ کا صرف نام سنا تھا یا پھر طائف میں امریکہ کے اُن ڈاکٹروں سے جو ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی طرف سے آئے تھے ملاقات کی تھی جنہوں نے بالآخر اُس کے طریق علاج اور قرآن پاک کی حقانیت سے باخبر ہونے کے بعد اُس سے درخواست کی تھی کہ وہ امریکہ میں آ کر ذہنی امراض کا علاج کرے۔

لیکن...... یہ بات وہ نہیں جانتے تھے کہ شیخ علی گیلانی اپنی مرضی کا پابند نہیں تھا۔ اُس

نے تو عرصہ پہلے اپنی مرضی سے سوچنا ہی بند کر دیا تھا اور اپنے سارے معاملات اللہ پر چھوڑ دیے تھے۔ اُسے جو راہنمائی ملتی، جو الہام ہوتا، جو حکم ملتا اُس کی اطاعت میں وہ چل دیتا۔

اُس روز بھی جب اُس نے اپنے طالبین کو بتایا کہ اُسے اگلی منزل کی تیاری کرنی ہے اور دربار رسالت مآب ﷺ سے امریکہ جانے کا حکم ملا ہے تو مریدین باصفا میں بے چینی اور بے قراری پھیل گئی۔ وہ ان حالات میں جبکہ اُن کے شیخ نے اُن کی زندگیوں کو بالکل نیا رخ عطا کیا تھا اُن سے علیحدگی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مریدین جدائی کے ان لمحات کے تصور سے دکھی ہو کر رونے لگے۔ اُس نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ جب اللہ کو اُن کے ساتھ اُس کا ساتھ گوارا ہو گا وہ ان کے درمیان لوٹ آئے گا۔ خدا جانے اُس کی کیا مصلحت ہے جو اُس کی طرف سے نیا حکم آ گیا ہے۔

مریدین چاہتے تھے کہ اُن کے شیخ کے لیے پہلے سے امریکہ میں تیاریاں شروع ہو جائیں۔ وہ اُس کی رہائش، قیام و طعام اور آرام کا پیشگی بندوبست کرنے کے متمنی تھے اور باوسائل ہونے کے ناطے اس کی قدرت بھی رکھتے تھے لیکن شیخ نے شدت سے انہیں روک دیا۔

"نہیں......" اس نے کہا۔ "جس کی طرف سے یہ حکم ملا ہے وہ میرے حال سے زیادہ باخبر ہے۔ میں اپنے سارے انتظامات اُس پر چھوڑتا ہوں۔" شیخ کے اس حکم کو اُس کے طالبین نے بڑے دکھی دل سے قبول کیا۔ وہ اپنے شیخ کو جلوس کی شکل میں ائیر پورٹ تک لے جانا چاہتے تھے لیکن اس کی بھی اجازت نہ ملی۔

"صرف عبدالہادی مجھے گاڑی میں ائیر پورٹ تک چھوڑ کر واپس آ جائے گا" اُس نے اپنے مریدوں سے کہا۔

✿✿✿✿✿

مائیکل مبہوت کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔

اُسے اس بات کا تو علم تھا کہ مسلمان اس طرح نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ اُس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ہمسائے میں اُس کے مسلمان دوست موجود تھے لیکن نماز ادا کرتے ہوئے اُن کے چہروں پر جو نور چھا جاتا ہے اور اُن پر جو جذب کی کیفیت طاری ہوتی ہے اُس کا مشاہدہ مائیکل کو آج زندگی میں پہلی مرتبہ ہوا تھا۔

"آپ کا کھانا؟"

اُس نے بمشکل شیخ علی گیلانی کو مخاطب کیا جس نے سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اب اُس کی طرف دیکھا تھا۔

"معاف کرنا تمہیں انتظار کرنا پڑا۔"

گیلانی نے کہا تو مائیکل کو عجیب سا لگا۔ نجانے کیوں اُس کا دل چاہتا تھا کہ شیخ گیلانی اُس سے معذرت نہ کرے۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

اُس نے شیخ کے نزدیک ایک میز پر کھانا رکھ دیا۔

"تم بھی کھاؤ۔"

شیخ نے اُسے اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ............"

"کوئی بات نہیں۔ یوں بھی یہ کھانا بہت ہے۔"

شیخ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

مائیکل عام حالت میں شاید ایسا کھانا کبھی نہ پسند کرتا لیکن آج اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی زندگی کا بہترین ڈنر کر رہا ہے۔ شیخ کی قربت کا اثر تھا یا پھر اُس نے کچھ زیادہ ہی شیخ علی گیلانی کی شخصیت کو خود پر حاوی کر لیا تھا۔ وہ بہر حال ایک عجیب سی روحانی آسودگی محسوس کر رہا تھا۔

"میں اپنا بیڈروم صاف کر دیتا ہوں آپ وہاں آرام فرمائیں" اُس نے گیلانی سے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں رات کو بہت کم سوتا ہوں۔ یہیں سو جاؤں گا۔ میرے لیے تکلف نہ کرنا۔ میں پلنگ کے بجائے زمین پر سونا زیادہ پسند کروں گا۔"

شیخ گیلانی نے کہا۔

"جیسے آپ کا حکم۔"

مائیکل نے چند ثانیے خاموش رہ کر جواب دیا۔ نجانے وہ کیوں شیخ کی کسی بھی بات سے انکار کی جرأت نہیں پا رہا تھا۔ اس گھر میں اُس کی آمد کے بعد سے اُسے ایک بے نام کی Blessing کا احساس ہونے لگا تھا بالکل ایسے ہی جیسے وہ کبھی کبھی اپنی Grand Ma کی موجودگی میں محسوس کیا کرتا تھا۔

"تم جاؤ اور آرام کرو۔ میں بھی اب سونے کی تیاری کرتا ہوں۔"

اُس نے مائیکل سے کہا اور مائیکل اُسے "شب بخیر" کہہ کر چلا گیا۔

سفر سے تھکے ہوئے مائیکل کو فوراً ہی نیند کی دیوی نے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

رات کا شاید آخری پہر تھا جب ایک ہلکی سی آہٹ سے اُس کی آنکھ کھلی۔ مائیکل بغیر آواز پیدا کیے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُسے اپنے نتھنوں میں ایک بھینی بھینی خوشبو کا احساس ہونے لگا۔ ایسی خوشبو جس سے اُس کا مشام جان معطر ہو رہا تھا۔ اُس نے زندگی میں ایسی خوشبو کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

یہ خوشبو اُس کے احساسات پر طاری ہو رہی تھی اور وہ ایک عجیب سا سرور محسوس کرنے لگا تھا۔

"خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟"

اُس نے اپنے آپ سے سوال کیا اور اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہی اُس نے بغیر آہٹ اور آواز پیدا کیے سٹنگ روم کا رخ کیا جہاں رات شیخ نے قیام کی خواہش ظاہر کی تھی۔ جوں جوں وہ سٹنگ روم کی طرف بڑھ رہا تھا خوشبو کا احساس اور تاثر مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کمرے کی لائٹیں آف تھیں لیکن حیرت انگیز طور پر آدھ کھلے دروازے سے روشنی باہر آ رہی تھی۔

"یہ کیا اسرار ہے؟"

اُس نے خود سے سوال کیا۔

اُسے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ ضرور یہاں کوئی دوسری ہستی بھی موجود ہے اور شیخ گیلانی اپنے کمرے میں اکیلا نہیں۔

"کون ہے یہ؟"

تجسس نے سر اٹھایا اور وہ بلی کی طرح پنجوں کے بل چلتا دروازے تک پہنچ گیا۔

دروازے کی جھری پر اُس نے آنکھ لگائی اور صرف اتنا منظر دیکھا کہ ایک سبز پوش جس کی پشت مائیکل کی طرف اور منہ شیخ گیلانی کی طرف تھا وہاں موجود تھا۔ ابھی مائیکل نے بمشکل اُس کی ایک جھلک پشت ہی سے دیکھی تھی جب اچانک ہیولا غائب ہو گیا۔

"یاللعجب"

اُس نے اپنے آپ سے کہا۔

اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ واقعی یہاں کسی تیسرے آدمی کی موجودگی بھی اُس پر ظاہر ہوئی ہے۔

"یہ کون تھا؟ کدھر سے آیا؟ سارا گھر لاک تھا؟"

اُس نے اپنے آپ ہی سے سوالات شروع کر دیے اور اُسے اپنے کسی سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ اتنی ہمت وہ خود میں نہیں پاتا تھا کہ شیخ سے کچھ دریافت کرے جو عبادت میں مشغول تھا۔ مائیکل کو اپنے قدم من من کے بھاری محسوس ہو رہے تھے۔ اُس نے بڑی ہمت سے اپنے بیڈروم تک واپسی کا سفر طے کیا تھا۔ اُس کی شدید خواہش تھی کہ شیخ گیلانی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ وہ چوری چھپے اُس کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا ہے۔

اپنے کمرے میں آ کر وہ بیڈروم پر چت گر کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ دل کی

بے قابو دھڑکنیں سنبھالنے میں اُسے تین چار منٹ لگ گئے تھے۔

ایک عجیب سا بے نام سا عقیدت کے ساتھ ملا جلا خوف اُس پر طاری تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ شخص کون ہے؟ اُس کی شخصیت میں کیا بھید چھپا ہے اور وہ جو رات اس کے ساتھ موجود تھا جو کوئی بھی تھا اُس کے گھر میں کیسے داخل ہوا؟

صبح تک وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہا...... بمشکل اُسے نیند آئی اور جب آنکھ کھلی تو سورج نکل آیا تھا۔

مائیکل تیزی سے اپنے بستر سے اٹھا اور بمشکل چند منٹ میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آ گیا۔

شیخ گیلانی رات والی کیفیت میں بیٹھا تھا۔

"گڈ مارننگ"

اُس نے کہا۔

"صبح بخیر......"

شیخ نے جواب دیا۔

"معافی چاہتا ہوں۔ کچھ دیر ہو گئی اٹھنے میں۔ دراصل نیند بہت دیر سے آئی"

اُس نے قدرے گھبراہٹ سے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم نارمل ہو جاؤ۔ کوئی بوجھ محسوس نہ کرو۔"

شیخ نے دعائیہ انداز میں یہ بات کچھ اس طرح کی کہ واقعی مائیکل نارمل ہو گیا۔

"میں آپ کے لیے ناشتہ تیار کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ شیخ گیلانی کا جواب سنے بغیر کچن میں پہنچ گیا۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے آملیٹ تیار کیا۔ سلائس گرم کیے۔ پی نٹ بٹر کی بوتل اور جام کی بوتل سجائی۔ کافی کے دو مگ تیار کیے اور شیخ کے کمرے میں آ گیا۔ ابھی تک وہ رات کے حادثے کے سحر سے خود کو آزاد نہیں کر سکا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ نے اُسے اپنے ساتھ ہی ناشتے پر بٹھالیا۔ تجسس کے ہاتھوں مائیکل کو اپنا دم گھٹنے کا احساس ہو رہا تھا۔ اُس کا جی چاہتا تھا کہ شیخ سے رات والا واقعہ بیان کرے اور پوچھے کہ وہ شخص کون تھا لیکن نجانے کس طاقت نے اُس کی زبان جکڑ رکھی تھی وہ چاہنے کے باوجود کسی انجانے خوف اور جھجک کی وجہ سے یہ سوال نہیں پوچھ رہا تھا۔

اچانک ہی شیخ نے اُس کی طرف نظر کی۔ ایک ملکوتی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر جاگی اور وہ اُس سے گویا ہوا۔

''میں جانتا ہوں میرے دوست تم کیوں پریشان ہو...... ابھی میں تمہیں کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا لیکن تم بہر حال میرے میزبان اور محسن ہو اور میں تمہیں کسی شش و پنج میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں مائیکل تم نے یہاں ایک تیسری شخصیت کو بھی دیکھا ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ میرے ہادی میرے راہنما میرے مرشد تھے۔ مجھے Blessing دینے آئے اور چلے گئے۔ دنیا کا کوئی دروازہ، کوئی دیوار، کوئی رکاوٹ انہیں کہیں بھی آنے جانے سے نہیں روک سکتی۔ وہ یہاں سے ہزاروں میل دور پاکستان کے شہر لاہور میں استراحت فرما ہیں لیکن اُن کی محبت تھی کہ مجھے ملنے آ گئے۔''

مائیکل حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

یہ بات اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی کہ شیخ گیلانی کو اس بات کا علم ہو گا کہ اُس نے رات شیخ کی جاسوسی کی تھی اور یہ کہ اس طرح کوئی شخص ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کسی سے ملنے بھی آ سکتا ہے۔

''یہ کوئی جادوگر ہے کیا؟''

اُس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

لیکن...... دوسرے ہی لمحے ایک بے نام سی عقیدت نے اُس کے دل و دماغ کو اپنا اسیر بنالیا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُسے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ جب سے یہ شخص اس سے ٹکرایا تھا اُسے اپنے اندر ایک عجیب و غریب تبدیلی کا احساس ہو رہا تھا اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ شیخ

کے سامنے خود کو بے بس پا رہا تھا۔ عجیب و غریب قسم کے واقعات پیش آ رہے تھے۔ کبھی کوئی پراسرار لیکن انتہائی پاکیزہ اور دل و جان کو معطر کر دینے والی خوشبو اُس کے حواس پر چھا جاتی اور کبھی شیخ گیلانی کے پراسرار مہمان اُسے اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو جاتے۔

اتنا کچھ وہ عام زندگی میں شاید کبھی برداشت ہی نہ کر پاتا۔ اُسے اتنا درد سر لینے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک امریکی نوجوان کو سوائے اپنے بزنس کے اور کسی سے کیا لینا دینا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر وہ شیخ گیلانی کے لیے عجیب سی محبت اور ذمہ داری محسوس کرنے لگا تھا۔

آج اتوار تھا...... اور اُسے یہ سوچ پریشان کر رہی تھی کہ کل جب وہ اپنے بزنس پر چلا جائے گا تو شیخ گیلانی کا کیا بنے گا؟

وہ ابھی سے اس کے لیے احساس ذمہ داری محسوس کرنے لگا تھا اور اُس کی شدید خواہش تھی کہ وہ یہاں سے نہ جائے۔ یہ بات اُسے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیوں سوچ رہا ہے۔

اُس نے شیخ گیلانی سے کوئی سوال نہ کیا اور اُس سے تھوڑی دیر کے لیے مارکیٹ تک جانے کی اجازت لے کر گھر سے باہر آ گیا۔ اُس کے اندر رہ کر عجیب و غریب سوالات کا جو طومار اٹھ رہا تھا اس صورت حال سے نجات حاصل کرنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ اُسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

گھر سے نکلتے ہی اُس کی نظر سب سے پہلے اپنے ہمسائے ابو عمر پر پڑی۔ ابو عمر افریقن مسلم اور اس ایریا میں اُس کا واحد ایسا دوست تھا جس کے گھر وہ بے تکلفی سے آ جا سکتا تھا۔ کبھی کبھی جب وہ "ویک اینڈ" پر اپنے گھر کی صفائی کر لیتا تو ابو عمر اور اُس کی فیملی کو بھی چائے یا کافی پر مدعو کر لیا کرتا۔ عموماً کچن ابو عمر کی بیوی سنبھالتی اور وہ اُس کے تیار کردہ "کرپسی" قسم کے کھانوں سے لطف اندوز ہوتا جو اُس کے خیال میں اسلامی کھانے تھے کیونکہ ایسے چٹ پٹے کھانے اُس نے کبھی اس سے پہلے نہیں کھائے تھے۔

ابو عمر کی شکل پر نظر پڑتے ہی جیسے اُس کی دلی مراد بر آئی۔ اُسے یوں لگا جیسے اُس کے دماغ پر پڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ یہ واحد ایسا دوست تھا جس سے وہ شیخ گیلانی کے متعلق بہت کچھ جان سکتا اور اُسے بتا سکتا تھا۔

مائیکل قریباً چھ دن بعد گھر واپس لوٹا تھا دونوں بغلگیر ہو کر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے لگے جس کے بعد وہ ابو عمر کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ایک طرف لے گیا۔

"آؤ تمہارے گھر بیٹھ کر کچھ ضروری باتیں کرتے ہیں۔"

اُس نے ابو عمر سے کہا۔

"کیوں نہیں کیوں نہیں...... میں ذرا "گروسری" لے آؤں۔"

ابو عمر نے جواب دیا۔

لیکن اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُس نے اپنے انتہائی مہذب اور شریف دوست مائیکل کو بچوں کی طرح ضد کے انداز میں یہ درخواست کرتے پایا کہ وہ پہلے اُس کی بات سن لے۔

ابو عمر حیرانگی سے اُس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں سوائے سنجیدگی کے اُسے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔

"خیریت تو ہے ناں......"

اُس نے اپنے دوست سے بڑے لائٹ موڈ میں بات کی تھی۔

"ہاں لیکن پلیز پہلے ہم کہیں بیٹھ کر بات کریں گے"

مائیکل کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"ضرور دال میں کچھ کالا ہے"

ابو عمر نے دل ہی دل میں کہا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

دونوں گھر میں داخل ہوئے تو ابو عمر کی بیوی نے حیرت سے اُسے دیکھا۔

"آپ تو گروسری لینے گئے تھے......اور یہ کیا لے آئے؟"

"زینب پلیز آج تم مارکیٹ جاؤ......ہمیں کچھ ضروری بات کرنی ہے"

مائیکل نے کہا تو زینب نے حیرت سے دونوں کی طرف دیکھا۔

"یا اللہ خیر"

اُس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

دونوں سٹنگ روم میں آ گئے۔

زینب نے کافی کے دو مگ اُن کے ہاتھوں میں تھمائے اور ابو عمر سے گاڑی کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

چابیاں پکڑ کر باہر نکل گئی۔

"ہاں اب کہو...... کیا ایسی مصیبت آ گئی ہے جو تھوڑی دیر صبر بھی نہیں کر سکتے۔"

ابو عمر نے مائیکل کی طرف دیکھا اور مائیکل نے اُسے اپنی کہانی جہاز کے سفر سے سنانی شروع کی۔ اُس نے جہاز کے سفر سے کل رات کے واقعات تک کی ایک ایک تفصیل ابو عمر کے گوش گزار کر دی تھی۔ دوران گفتگو ابو عمر کا انہماک دیدنی تھا۔ وہ قریباً دوزانو بیٹھ کر اُس کی باتیں سن رہا تھا اور اس دوران اُس نے مائیکل سے ایک بھی سوال نہیں کیا۔ جیسے ہی مائیکل کی بات ختم ہوئی اُس نے بجائے مائیکل کو کچھ کہنے کے اپنے دائیں ہاتھ دھرے ٹیلی فون پر خلیفہ امتیاز کا نمبر ملایا اور دوسری طرف سے فون اٹھانے پر سلام کرنے کے بعد کہا۔

"مبارک ہو خلیفہ تمہارا خواب سچ ثابت ہو گیا۔"

دوسری طرف سے کچھ پوچھنے پر اُس نے دوبارہ فون پر خلیفہ امتیاز سے کہا کہ وہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ کر رہا ہو فوراً اُس کے پاس چلا آئے۔ اور فون رکھ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں"

مائیکل نے حیرانگی سے اُس کی طرف دیکھا۔

ابو عمر نے اُس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اچانک اُس کے گلے لگ کر اُس کا ماتھا چوم لیا۔

"میرے دوست تم بہت خوش قسمت ہو...... اللہ کا ایک ولی تمہارا مہمان بن گیا ہے۔ ہمارے راہنما خلیفہ امتیاز اور دوسرے تین چار ساتھیوں کو گزشتہ دو ماہ سے خواب میں جس راہبر کے آنے کی خوشخبری دی جا رہی تھی وہ آ گیا............"

ابو عمر نے خوشی اور جوش کے ملے جلے جذبات سے اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دباتے ہوئے کہا۔

"او مائی گاڈ......"

مائیکل کی زبان سے بیساختہ نکلا۔ اُسے اب کچھ کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔ ان لوگوں میں ایک عرصہ سے اٹھتے بیٹھتے ہوئے اُسے اس بات کا احساس تو تھا کہ امریکہ کے عام شہریوں سے ان کا اخلاقی معیار بہت بلند ہے اور ان کی زندگیاں بالکل ایسی ہی ہیں جیسی اُس کے آباؤ اجداد کبھی افریقہ میں گزارا کرتے تھے۔

پندرہ منٹ بعد خلیفہ امتیاز اپنے ساتھی خالق کے ساتھ وہاں موجود تھا......!

ابو عمر کی درخواست پر ایک مرتبہ پھر اُس نے ساری کہانی دوبارہ تمام تفصیلات کے ساتھ سنا دی۔

"الحمدللہ! الحمدللہ!"

بیساختہ امتیاز، خالق اور ابو عمر کے منہ سے نکلا۔

خلیفہ امتیاز نے مائیکل کی طرف دیکھا۔ پھر ابو عمر سے کاغذ قلم لانے کے لیے کہا۔

قبول اسلام سے پہلے وہ بہت اچھا آرٹسٹ تھا گو کہ اب اُس نے اپنا پیشہ تبدیل کر لیا تھا لیکن آج نجانے کیوں اسے اپنا فن دوبارہ بروئے کار لانا ضروری محسوس ہو رہا تھا۔

اُس نے بمشکل تین چار منٹ میں کاغذ پر ایک انسانی شکل کا سکیچ بنایا اور مائیکل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ اس سے ملتی جلتی شکل صورت رکھتے ہیں؟"

مائیکل نے حیرانی سے سے پہلے سکیچ پھر خلیفہ امتیاز کی طرف دیکھا اور بیساختہ اُس کے منہ سے نکلا:

"صدفی صد...... بالکل یہی شکل ہے۔ تم تو کمال کے آرٹسٹ نکلے یار...... تم نے انہیں کیسے دیکھ لیا۔ وہ تو رات سے میرے گھر میں ہیں۔ ابھی باہر بھی نہیں نکلے۔"

خلیفہ امتیاز مسکرایا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"میرے دوست تم ابھی یہ بات نہیں سمجھ پاؤ گے۔"

مائیکل نے سر ہلایا۔

تینوں آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

"ہمیں ابھی اُن کے پاس لے چلو۔ وہ ہمارے شیخ ہیں۔ اللہ نے انہیں ہماری ہدایت کے لیے یہاں بھیجا ہے...... ہمیں اُن کی آمد سے پہلے ہی اُن کی آمد کی اطلاعات اپنے اللہ کی طرف سے مل گئی تھیں"

خالق نے کہا۔

مائیکل کو زندگی میں پہلی مرتبہ ایک عجیب سا احساس برتری ہونے لگا۔ وہ اس بات پر فخر محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب لوگ اُس سے درخواست کر رہے ہیں۔

"چلتے ہیں...... چلتے ہیں...... ممکن ہے وہ آرام کر رہے ہوں"

اُس نے عجیب سی سرشاری کے انداز میں جواب دیا۔

"پہلے تم پوزیشن دیکھ لینا اگر ایسی بات ہوئی تم ہم گھر کے باہر ہی انتظار کریں گے"

ابوعمر نے قریباً منت کے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن میں پہلے اُن سے اجازت لوں گا"

اُس نے عجیب سی نخوت بھری نظر سے ابوعمر کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں کیوں نہیں"

خلیفہ امتیاز نے بے صبری سے کہا۔

اور............ چاروں گھر سے باہر آ گئے۔ اب وہ مائیکل کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ مائیکل نے انہیں اپارٹمنٹ کے دروازے سے باہر ہی رکنے کو کہا اور اپنے پاس موجود

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

چابی سے اس طرح تالا کھولا کہ خود اُسے بھی آواز سنائی نہ دے۔ اب وہ شیخ گیلانی کے لیے بالکل مریدوں کے سے انداز میں محسوسات کا شکار ہونے لگا تھا۔

"خدا جانے یہ کیسا شخص ہے جس سے ملاقات کے لیے اُس کے دوست اس طرح عاجزی سے درخواست گزار ہیں اور جو یہاں آنے سے پہلے اُن کے خوابوں میں آتا رہا ہے۔ جس کا سکیچ بغیر دیکھے خلیفہ امتیاز نے بنا کر پیش کر دیا۔"

اُس نے سوچا اور شیخ کے کمرے کی طرف چلا۔

شیخ بڑے اطمینان سے صوفے سے ٹیک لگائے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔

مائیکل نے جھجکتے ہوئے اُسے آداب کہا۔

"لے آئے ہمارے دوستوں کو"

اُس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شیخ علی گیلانی کے منہ سے نکلے الفاظ نے مائیکل کو باقاعدہ جھٹک کے رکھ دیا۔

"لیس سر"

اُس کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

"بلا لو انہیں...... بلا لو...... اندر لے آؤ"

شیخ گیلانی نے کہا اور وہ الٹے پاؤں باہر آ گیا جہاں اشتیاق بھری نظروں سے انتہائی بیقراری کے عالم میں تینوں مسلمان دوست اُس کے منتظر تھے۔ وہ سب بے چینی سے اُس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

اُس نے کوئی بات کہنے سے پہلے اپنی بے قابو دھڑکنوں کو سنبھالا پھر اُن کی طرف دیکھ کر بڑے جوش سے کہنے لگا۔

"اُس نے میری بات سننے سے پہلے ہی تمہارا ذکر کر دیا۔ اوہ مائی گاڈ! اُسے کس نے بتایا کہ میں تمہیں لے کر آیا ہوں...... یہ کیا اسرار ہے...... کیا بھید ہے......"

اُس نے اُن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"میرے دوست وقت آنے پر تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے"

ابوعمر نے اُسے بچوں کی طرح تسلی دینے کے انداز میں اُس کی کمر سہلاتے ہوئے کہا۔ تینوں کو اپنے ساتھ لے کر جب وہ شیخ گیلانی تک پہنچا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تینوں باری باری ڈبڈباتی آنکھوں سے اُس سے بغلگیر ہو رہے تھے اور مائیکل حیرت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی ساری زندگی میں کسی انسان کی آنکھوں میں دوسرے انسان کے لیے اس نوعیت کی محبت اور عقیدت نہیں دیکھی تھی۔ خلیفہ امتیاز تو باقاعدہ رونے لگا تھا۔

شیخ گیلانی شاید عربی میں اُسے تسلی دے رہا تھا کیونکہ ابھی مائیکل صرف اتنا ہی جان سکتا تھا۔ مڈل ایسٹ میں اُس کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اُسے صرف اتنا ہی علم ہو سکا کہ شیخ گیلانی جو زبان بول رہا ہے وہ مڈل ایسٹ میں بولی جا رہی ہے۔

وہ کیا کہہ رہا تھا؟

اس بات کی تو اُسے سمجھ نہیں تھی لیکن یہ نظارہ اُس کی زندگی کا شاید بہترین تجربہ تھا جب اُس نے دیکھا خالق اور ابوعمر بھی بچوں کی طرح روتے ہوئے شیخ کے ہاتھ چوم رہے تھے جو انہیں شاید بار بار تسلی دے کر چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ منظر اتنا رقت انگیز تھا کہ مائیکل کی آنکھیں بھی چھلکنے لگیں۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اُسے کیا ہو گیا ہے۔ اور وہ کون سا ایسا بے نام جذبہ ہے جس نے اُسے شیخ گیلانی کی عقیدت میں اندھا کر دیا ہے۔

شیخ نے دونوں کو نارمل کرنے کے بعد مائیکل کی طرف دیکھا اور اُسے ہاتھ کے اشارے سے نزدیک بلایا۔ اپنے پاس بٹھا کر اُس نے مائیکل کی پیٹھ تھپتھپائی اور اُسے حوصلہ دیا تو مائیکل بے اختیار بچوں کی طرح رونے لگا۔ لیکن جلد ہی نارمل ہو گیا۔ اُس نے بلند ہو کر اُن سب کی پھر جوس سے تواضع کی تھی۔ خلیفہ امتیاز اور ابوعمر شیخ سے اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کر رہے تھے۔ شیخ نے اُن کی دعوت کا ہاں یا ناں میں جواب دینے کے بجائے مائیکل کی طرف دیکھا جو اس بات کے لیے راضی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"لیکن تم کل سے اپنے بزنس پر جانے لگو گے......"

ابوعمر نے اُسے سمجھایا۔

"میں نہیں جاؤں گا......"

خدا جانے کس جذبے کے تحت اُس نے کہا۔

شیخ نے اٹھ کر اُسے گلے لگایا اور کہا کہ وہ اُس کا مہمان رہے گا اور اب اس گھر سے اُس کا رابطہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن فی الوقت وہ اُسے جانے کی اجازت دے دے کیونکہ وہ ابھی اُس کے ساتھ مزید قیام نہیں کر سکتا۔

"تم جانتے ہو میں اپنے مرضی سے کچھ نہیں کرتا"

اُس نے مائیکل سے کہا جس نے بادل نخواستہ ہی اُسے جانے کی اجازت دی تھی لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اس گھر کو ہمیشہ اپنا گھر سمجھے گا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ابوعمر کے گھر شیخ گیلانی کی آمد اُس کے لیے عطیۂ خداوندی سے کم نہیں تھی۔ شیخ کے اس گھر میں قدم رکھنے کی برکت سے اُس پر انوارات کی بارش ہونے لگی تھی۔ اس کمیونٹی میں افریقن مسلم خاصی تعداد میں رہتے تھے اور وہ سب ''دارالسلام'' نامی ایک تحریک سے جڑے تھے۔ شیخ نے اُس سے کچھ دریافت نہیں کیا بلکہ اُس روز اُس نے عشا کی نماز کے بعد ابوعمر، خلیفہ امتیاز، نور محمد اور اُن کے دو بچوں اور خواتین کو وہاں بٹھا کر کمرے میں اندھیرا کرنے کے بعد انہیں ''ذکر'' کی تلقین کی۔ جب وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تکرار کر رہے تھے تو سب کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کمرے کی ہر شے ان کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ شیخ گیلانی نے پہلے ہی روز اُن کے قلوب پر اسم اللہ ثبت کر دیا تھا۔ اُس نے انہیں سورہ اخلاص کی ایک ایک تسبیح اور کچھ دوسری آیات پڑھنے کے لیے بتائیں اور اپنے پاس موجود کتاب سے ''فتوحاتِ محمدیہ'' پڑھنے کے لیے دیں۔

پہلی ہی رات کے ذکر نے اُن کے دلوں کو پھیر دیا اور ایک عجیب و غریب سرشاری کا عالم اُن پر طاری ہونے لگا وہ خود کو ایک بے نام سے سرور میں ڈوبا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ یہ کیفیت اُن پر دیر گئے تک طاری رہی اور وہ سب خود کو شیخ گیلانی کا بندہ بے دام محسوس کرنے لگے تھے۔

اگلے روز جب خلیفہ امتیاز اور ابوعمر نے اپنے باقی ساتھیوں سے ''فتوحاتِ محمدیہ'' پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اُن کے شیخ نے سختی سے اس بات کی ہدایت کی ہے کہ اُن کی اجازت اور حکم کے علاوہ اور کچھ تلاوت نہ کیا جائے۔ جب دونوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تو اُن کے ساتھی ناراضگی کا اظہار کرنے لگے جس پر دونوں واپس آ گئے۔

رات کو شیخ گیلانی نے دوبارہ ''ذکر'' شروع کروایا تو کچھ ہی دیر کے لیے اچانک مائیکل وہاں آ گیا۔ وہ بضد تھا کہ شیخ گیلانی کی صحبت میں بیٹھے گا جبکہ ابوعمر اس کے لیے تیار نہیں تھا کیونکہ اُسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ شیخ گیلانی کسی غیر مسلم کو جو اُن کا بہت اچھا دوست بھی ہے اپنی محفل میں بیٹھنے کی اجازت دے گا۔ پاس ادب کی وجہ سے وہ شیخ گیلانی سے اس کا ذکر بھی نہیں کر رہا تھا جب اچانک شیخ گیلانی وضو کرنے کے لیے اُس کمرے میں آیا۔ اُس نے مائیکل کی شکل پر نظر پڑتے ہی ابوعمر سے کہا:

''اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں بھی نہیں۔ بیٹھنے دو اسے اپنے ساتھ۔''

ابوعمر حیرانگی سے شیخ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے بادلِ نخواستہ مائیکل کو کمرے میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ پہلے اُن لوگوں نے شیخ گیلانی کی اقتدا میں نماز ادا کی اور پھر نیم دائرے میں خواتین اور مرد الگ الگ بیٹھ گئے۔ مائیکل کمرے کے ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے اس منظر میں کھویا ہوا تھا۔ شیخ نے انہیں ''ذکر'' شروع کروایا۔ جب وہ ''اللہ'' کی ضرب لگاتا تو مائیکل کو یوں محسوس ہوتا جیسے ''اللہ'' اُس کے دل کے اندر زور سے دھڑکا ہو۔ اُس کی زبان سے لاشعوری انداز میں ''ذکر'' شروع ہو گیا۔

سب لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری تھی اس لیے کوئی مائیکل کی طرف توجہ نہ دے

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سکا۔ لیکن خلیفہ امتیاز جو قدرے ہوش و حواس میں تھا کن اکھیوں سے مائیکل کو دیکھ رہا تھا جس پر "حال" طاری ہونے لگا تھا۔

"ذکر" ختم ہوا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور شیخ کے قدموں میں گر کر بچوں کی طرح رونے لگا۔

شیخ گیلانی نے فوراً اُسے اٹھایا اور اپنے گلے سے لگا لیا۔

"میں اسلام قبول کرتا ہوں"

مائیکل نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

سب حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بیٹا پہلے اس بات پر غور کرلو...... کچھ سوچ سمجھ لو۔ ممکن ہے تمہارا یہ فیصلہ جذباتی ہو"

شیخ گیلانی نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

لیکن...... مائیکل کی ضد دیدنی تھی۔ شاید وہ اب زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اللہ کی بے پایاں عنایت کو حاصل کرنے کا عزم کر چکا تھا جس سے وہ اب تک محروم رہا تھا۔

شاید قدرت اُسے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اُس عظیم الشان انعام سے نوازنے کا فیصلہ کر چکی تھی جو ہر کسی کا مقدر نہیں ہوتا۔

"اسے غسل کروا کر لے آؤ"

شیخ نے جو مراقبے میں چلا گیا تھا، اچانک اپنا سر اٹھایا اور ابوعمر کی طرف دیکھ کر کہا۔

ابوعمر نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر اُس کا ہاتھ پکڑا اور اسے واش روم کی طرف لے گیا۔ قریباً پندرہ منٹ بعد اُس کی واپسی مائیکل کے ساتھ ہوئی تو اُس نے شیخ عمر کی طرف سے فراہم کردہ ڈھیلے ڈھالے کپڑوں کا جوڑا پہن رکھا تھا۔

شیخ گیلانی نے اُسے اپنے سامنے بٹھا کر قرآن پاک کی کچھ آیات تلاوت کیں

پھر انگریزی میں اُن کا ترجمہ ایسے انداز سے کیا کہ مائیکل ایک ایک لفظ سمجھ سکے۔ اس کے بعد اُس نے مائیکل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اُسے اپنے پیچھے پیچھے پڑھنے کی تلقین کی۔

مائیکل کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا تو اُس کی آنکھیں اچانک بند ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اُس کے باطن کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے محسوس کیا جیسے وہ کسی صحرائی نخلستان میں موجود ہے جہاں کچھ بزرگوں کی محفل سجی ہے اور ایک ایسے بزرگ جن کے چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی جو بیک وقت جمال و جلال کی مکمل تصویر دکھائی دے رہے تھے ایک طرف تشریف فرما تھے۔ سب بزرگ اُن کے سامنے نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے تھے۔ اُن کے پہلو میں شیخ گیلانی موجود تھا جس نے اُس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

شیخ گیلانی نے بزرگ سے اُس کا تعارف کرواتے ہوئے اُس کا نام بتایا اور اُس بزرگ سے کہا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے۔ بزرگ نے مائیکل کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اُسے مبارکباد دی اور کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی۔ اس دوران شیخ گیلانی نے اُس کا ہاتھ بزرگ کو تھما دیا جنہوں نے نہایت شفقت سے اُس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما تو مائیکل کو یوں احساس ہوا جیسے اُس کے سارے بدن میں سرور و انبساط کی لہریں دوڑنے لگی ہوں۔ اُسے اپنا وجود ہلکا ہو کر ہوا میں تیرتا محسوس ہونے لگا۔

اچانک اُس کے کانوں سے شیخ گیلانی کی آواز ٹکرائی جو اُس بزرگ سے درخواست کر رہا تھا:

"یا شیخ پیران پیر یا دستگیر میں اس بچے کے لیے آپ سے خصوصی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اس نے میری بہت خدمت کی ہے۔"

اور...... پیران پیر نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ اُن کی اقتدا میں باقی تمام بزرگوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیے اور مائیکل کے لیے دعا فرمائی۔

اس کے ساتھ ہی منظر غائب ہو گیا۔ مائیکل کو یوں لگا جیسے کسی نے اچانک اس کے دل پر گھونسا مار دیا ہو کیونکہ وہ اس منظر کے خاتمے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"مبارک ہو میرے عزیز! تمہیں حضرت غوث الاعظم جیلانی محبوب سبحانیؒ نے اپنی غلامی میں قبول فرمالیا ہے۔ آج سے تمہارا نام غلام جیلانی قادری ہوگا" شیخ گیلانی نے کہا اور اُس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں احساس تشکر سے آنسو تیر رہے تھے۔

"اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... اللہ اکبر کبیرا۔"

ابوعمر، خلیفہ امتیاز اور باقی اہل محفل کے منہ سے بیساختہ نکلا۔ سب اُسے گلے سے لگا کر باری باری مبارکباد دے رہے تھے اور مائیکل پر سرشاری کا ایسا عالم طاری تھا جسے وہ زندگی بھر الفاظ میں بیان نہ کر پاتا۔ اُسے یاد آ گیا کہ اُس روز جب آدھی رات کو اس کی آنکھ کھلی تو ایسے ہی ایک بزرگ شیخ گیلانی کے کمرے میں موجود تھے۔

وہ عین الیقین کی منزل سے گزرا تھا بصورت دیگر کبھی اس بات کو اُس کا دماغ تسلیم نہ کرتا کہ اس طرح حالت بیداری میں اُس نے حضرت غوث پاک کی زیارت کی اور اُن کی محفل میں موجود درجنوں اولیائے کرام نے اُسے اپنی دعاؤں سے نوازا۔

شیخ گیلانی نے اپنے عمل و کردار سے دنوں میں انہیں اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور اس کمیونٹی میں موجود پندرہ بیس مسلمان اب اُس کے پاس مستقل حاضری دینے لگے تھے۔

اُس نے غلام جیلانی کو سختی سے تلقین کی تھی کہ وہ اپنی نوکری سے استعفیٰ نہ دے کیونکہ یہ عمل نہ تو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے نہ ہی اُس کے نزدیک۔

"اللہ ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف اُس کی بندگی کے لیے ہی خود کو مختص کر لیں اور اپنے دنیاوی فرائض سے غفلت برتیں۔ دین و دنیا کو ایک ساتھ اور اعتدال سے نبھانا ہی احسن ہے۔"

اُس نے غلام جیلانی کو سمجھاتے ہوئے کہا جس نے اُس کی مستقل خدمت گزاری کے لیے نوکری سے استعفیٰ دینے کا خیال ظاہر کیا تھا۔

"تم لوگ اللہ کے صحیح اور سچے پیغام کو لے کر نکلے ہو۔ یہ راہ سلوک کی مسافت ہے۔ کسی بھی سالک کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اندر وہ دس صفات لازماً پیدا کرے جن کا حکم ہمیں غوث ربانیؒ نے دیا ہے۔ دیکھو کبھی جھوٹ نہ بولنا مذاق میں بھی نہیں۔ زبان پر اگر آئے تو حرف صداقت اور کچھ نہ آئے۔ خدا کی قسم کبھی نہ کھانا جھوٹی یا سچی...... اگر سچی بھی کھاؤ گے تو عادت بن جائے گی اس طرح تم ہر قسم کی قسم کھانے سے مجتنب ہو جاؤ گے اور جب تم ترک حلف کے عادی ہو گئے تو انوار ایزدی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ تم پر کھل جائے گا۔ اگر وعدہ کرو تو وفا کرنا ورنہ قطعاً وعدہ نہ کرنا کیونکہ اسے پورا نہ کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ مخلوق خداوندی میں سے کسی پر بھی لعنت نہ کرنا۔ کوشش کرو تمہارے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ کیونکہ یہ صفت ابرار و صدیقین کے اخلاق میں سے ہے۔ اگرچہ تمہارے ساتھ زیادتی بھی ہو جائے تو بھی مخلوق خداوندی میں سے کسی کو بددعا نہ دینا۔ ظلم کرنے والے سے قطع تعلق بھی نہ کرنا اور اس کے کردار کا اس سے انتقام نہ لینا۔ بس اپنا قول و فعل اس کے قول و فعل کے مطابق نہ کرنا۔ اہل قبلہ میں سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر، شرک یا نفاق کی گواہی نہ دینا۔ اس طرح رحمت خداوندی کے نزدیک ہو جاؤ گے اور اللہ کے مقرب ٹھہرو گے۔ اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے محفوظ رکھنا اور اپنے اعضا و جوارح کو معاصی سے بچائے رکھنا۔ مخلوق خداوندی میں سے کوئی چھوٹا ہے یا بڑا اُس پر اپنا بوجھ نہ ڈالنا خواہ یہ بوجھ کم ہو یا زیادہ۔ خود کسی پر بوجھ بننے کے بجائے مخلوق کی سب چیزوں کا بوجھ خود اٹھانا خواہ انہیں اس کی احتیاج ہو یا نہ ہو۔ یہ خصلت عابدین کی عزت اور متقین کا شرف ہے۔ یہی وہ خصلت ہے جو تمہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طاقت عطا کرے گی...... سالک! کسی سے حرص و طمع نہ رکھنا۔ لالچ سے نفس کو بچائے رکھنا، اس سے عزت ملے گی۔ یہ خالص استغناء بادشاہی کی علامت، عمدہ فخر، روشن یقین اور شفا بخش توکل ہے۔ اور اللہ پر یہی توکل تم پر زہد کا دروازہ کھول دے گا۔ تواضع کی خصلت اختیار کرو۔ اس سے رفعت عطا ہوگی۔ مخلوق خدا میں عزت بڑھے گی اور اللہ کے ہاں منصب

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سب اطاعتوں کی اصل ان کا فرع اور کمال یہی مومنانہ خصلت ہے۔ تواضع یہ ہے کہ جسے ملو خود کو اُس سے کمتر اور اُسے بہتر جانو۔ خواہ وہ تم میں بڑا ہو یا چھوٹا۔ خواہ علم میں با کمال ہے یا جاہل مطلق۔ اِلّا یہ کہ اگر وہ کافر بھی ہو تو گمان کرنا کہ مجھے علم نہیں شاید یہ ایمان لے آئے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو۔"

شیخ علی گیلانی کے منہ سے نکلے ایک ایک لفظ کو اُس کے عقیدت مند حرز جان بنا رہے تھے۔ اُس نے دنوں میں ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی۔ اُس روز جب وہ اسلامک سنٹر میں اپنے دارالسلام تحریک کے ساتھیوں کو "فتوحات محمدیہ" پڑھنے کی تلقین کر رہے تھے کوئی ایک بھی اُن کی بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا کیونکہ اس تحریک کے روح رواں کا حکم تھا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے پیروکار کسی اور مسلمان کی لکھی کوئی کتاب یا تحریر نہیں پڑھیں گے خواہ اُس کا تعلق اُن کے اپنے عقیدے یا مسلک سے کیوں نہ ہو۔

غلام جیلانی، ابوعمر، خلیفہ امتیاز اور اس کے دو تین ساتھی اپنے ساتھیوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ وہ خدانخواستہ انہیں کوئی غلط کتاب مطالعہ کے لیے نہیں دے رہے بلکہ دین اسلام پر اُن کا اعتماد اور یقین مزید پختہ کرنے کی کوشش ہی کر رہے ہیں لیکن کوئی اُن کی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ لوگ انہیں برا بھلا کہہ رہے تھے کہ وہ دارالسلام تحریک کے شیخ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

"آزمائش اللہ کی سنت ہے"

شیخ گیلانی نے اُس روز عشا کی نماز کے بعد مختصر خطاب میں اُن سے کہا۔ "تم سالک ہو تم پر ایسی کئی آزمائشیں آئیں گی۔ اگر ثابت قدم رہے تو اللہ کی مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔ صرف ایک بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ تم حق پر ہو اور اللہ کا وعدہ ہے کہ حق ہی غالب ہوگا۔"

اگلے روز جب خلیفہ امتیاز نے انہیں کہا کہ آج ہم اسلامک سنٹر کے بجائے رات کو فرداً فرداً لوگوں سے ملیں گے تو سب نے اس پر اتفاق کیا اور اُس رات انہیں حیرت انگیز

کامیابی حاصل ہوئی جب محمد عبدالعلیم نے جو اس تحریک میں بڑا اہم رول ادا کر رہا تھا، فتوحات محمدیہ پڑھنے کے لیے رکھ لی اور کچھ اور مسلمانوں نے بھی کتابیں چوری چھپے پڑھنے کا وعدہ کر لیا۔

جن حالات سے وہ گزر رہے تھے اس میں اُن کے نزدیک یہ بڑی اہم کامیابی تھی کیونکہ یہ بات وہ اچھی طرح جان گئے تھے کہ ایک مرتبہ جو اُن کے شیخ کی تعلیمات سے آگاہ ہوا اُن کی صحبت میں آ گیا پھر وہ کبھی واپس نہیں جائے گا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد ہی شیخ گیلانی نے انہیں "خلوت" کا مژدہ سنایا۔

"خلوت" کا تقاضا تھا کہ اس کے لیے ویران اور شہر کے ہنگاموں سے دور کسی جگہ کا انتخاب کیا جائے۔ بعد از خرابی بسیار ابتدائی ساتھیوں نے نیویارک کے نواح میں "مونٹی سیلو" (Monticello) کو منتخب کیا جہاں انہوں نے اپنے ایک مسلمان ساتھی کا "بنگلہ" خلوت کے لیے منتخب کیا۔ جھیل کنارے گھنے جنگل میں بنا یہ بنگلہ اکثر غیر آباد رہتا تھا۔ "خلوت" سے دو روز پہلے ہی اس کی صفائی کی گئی تھی۔ ہڈیوں میں اتر جانے والی صفر درجہ سنٹی گریڈ سے بہت نیچے کی سردی نے جھیل کے پانی کو منجمد کر دیا تھا۔ اُن کے چاروں اطراف برف ہی برف دکھائی دے رہی تھی۔ سارا جنگل برف سے ڈھکا تھا۔ کبھی کبھی ہوا کا جھونکا آتا تو درختوں کے پتوں پر جمی برف کا کچھ حصہ زمین پر گر پڑتا۔

اس پہلی خلوت میں اُن کے علاوہ داؤد سلیمان، حسین، اسمٰعیل عبدالرحیم، حاجی محمد عبدالمنعم، نور محمد، محمود عطا، ابوعمر اور ابتدائی ساتھی شامل تھے۔ سب لوگ شام ڈھلے شیخ کی معیت میں تین چار کاروں کا قافلہ بن کر یہاں پہنچے۔ سب نے شیخ گیلانی کی اقتدا میں نماز ادا کی اور عشا سے فراغت کے بعد شیخ نے ابوعمر کو اپنے پاس کمرے میں طلب کیا۔

"ابوعمر تم کیا چاہتے ہو؟"

شیخ نے جو شاید ابھی ابھی مراقبہ سے بیدار ہوا تھا، اُس سے دریافت کیا۔

"اللہ کا قرب"

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ابوعمر کی عقیدت مند گردن جھکی ہوئی تھی۔

''جاؤ اور سو مرتبہ سورہ اخلاص اول آخر درود شریف گیارہ مرتبہ کے ساتھ پڑھو'' شیخ نے اُسے ہاتھ سے کمرے کے دروازے کی سمت راہنمائی کرتے ہوئے کہا۔

ابوعمر تسبیح ہاتھ میں پکڑے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد شیخ نے فرداً فرداً سب کو باری باری طلب کیا اور اُن سے یہی سوال کرتے ہوئے انہیں مختلف قرآنی آیات کے وظائف پڑھنے کی تلقین کی۔ سب آنکھیں بند کر کے اپنے دل کی آنکھیں کھولے اللہ کے حضور میں اُس کی بزرگی بیان کرتے ہوئے ایک عجیب سی سرشاری کا شکار تھے۔ اُن پر بے نام سا نشہ طاری ہونے لگا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے اُن کے جسم تھے ہی نہیں بلکہ وہ صرف روحیں ہیں۔

نصف شب کے بعد اُس نے سب کو اپنے سامنے بٹھایا اور اسم اللہ ذات کا ورد شروع ہو گیا۔ بمشکل پانچ منٹ بعد ہی وہ سب عجیب و غریب کیفیت کا شکار تھے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اللہ اُن کی زبانوں سے نہیں دلوں سے نکل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سردی کا احساس دم توڑنے لگا۔ وہ سب کھلے آسمان کے نیچے ہڈیوں کا گودا منجمد کر دینے والی سردی میں بیٹھے تھے لیکن صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ دوران ذکر انہیں اپنے بدن پر موجود کپڑے بھی اضافی بوجھ محسوس ہو رہے تھے۔

اُن کی آنکھیں بند تھیں اور جسم مجسم اطاعت گزار بنے ہوئے تھے۔ اچانک انہیں یوں لگا جیسے اُن کے گرد موجود درختوں سے وہی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ پہلے تو انہوں نے اسے گمان ہی جانا لیکن جلد ہی درخت بھی اُن کے ساتھ ''ذکر'' میں شامل ہو گئے۔ ذکر کرنے والوں کے دلوں پر پہلے تو ہیبت نے غلبہ کیا پھر آہستہ آہستہ یہ ہیبت ایک بے نام سے سرور میں ڈھلنے لگی اور اُن میں سے خصوصاً وہ لوگ جو شیخ گیلانی کے زیادہ نزدیک تھے انوارات کا مشاہدہ کرنے لگے۔

جب ''ذکر'' کی یہ محفل ختم ہوئی تو تہجد کا وقت قریباً ختم ہو رہا تھا۔ شیخ گیلانی نے انہیں تہجد پڑھنے کی تلقین کی جس کے بعد انہوں نے شیخ کی اقتدا میں نماز فجر ادا کی۔ انہوں

نے اسلام قبول کرنے کے بعد سے یوں تو اب تک کئی نمازیں ادا کی تھیں لیکن آج نماز نے انہیں جو سرور دیا وہ زندگی کا یادگار تجربہ تھا۔ اللہ کے حضور جب انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار آنسو اُن کے گالوں سے بہہ کر ڈاڑھی میں جذب ہونے لگے۔ بیشتر سسکیاں لے کر رو رہے تھے۔ ذکر و فکر کی ان محفلوں کے چند روز تک مزے لوٹنے کے بعد وہ نیویارک کے ''بروکلین'' ایریا میں آ گئے جہاں پہلے سے موجود مسلمانوں نے اُن سے کرید کرید کر شیخ گیلانی کے ساتھ ہونے والے مشاہدات دریافت کرنے شروع کیے۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کو ان مشاہدات سے آگاہ کرتے تو کچھ خاموشی اختیار کرتے، کچھ تجسس ظاہر کرتے، کچھ مضحکہ اڑاتے اور کچھ شیخ گیلانی کی اس ''خلوت'' میں جانے کے تمنائی ہوئے۔

ابوعمر اور اُس کے ساتھیوں کے نظریات میں آہستہ آہستہ انقلابی تبدیلی آ رہی تھی۔ اُن کے شیخ نے انہیں تعلیمات سلطان باہوؒ سے آگاہی دینا شروع کی۔ انہیں ''عین الفقر'' اور ''فتوحات محمدیہ'' کا مطالعہ کروایا اور ایک روز اُن سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

- ''اللہ کی بارگاہ میں ایسے حاضری دو جیسے مخلوق کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا۔ اور مخلوق کے ساتھ ایسے رہو جیسے تمہارا نفس عنقا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی غوث ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تم مخلوق کے وجود کو نظر انداز کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ رہو گے تو اُسے پا لو گے۔ ہر شے سے فنائیت کا مقام حاصل کر لو گے اور جب اپنے نفس کی خواہشات کے علی الرغم مخلوق کے ساتھ ہو گے تو عدل و انصاف اور حق تمہارے ساتھ ہو گا، تم انجام بد سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ اللہ کی استعانت تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ ''خلوت'' میں ہمیشہ تنہا داخل ہونا اس طرح تمہاری چشم باطن اپنے مونس و غمخواروں کا نظارہ کرنے لگے گی جو بظاہر تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں، وہاں تمہیں موجودات...... ماسوا کا نظارہ ہو گا۔ جب نفس تم سے ہٹ گیا تو قرب الٰہی تمہارا مقدر بن جائے گا۔ اس حال کو پہنچو گے تو تمہارا جہل تمہارا علم بن جائے گا۔ بُعد قرب میں تبدیل ہو گا۔ خاموشی ''ذکر'' بن جائے گی۔ جان لو کہ عبودیت کے مقام میں خالق اور مخلوق دو ہی ہیں۔ اگر تم خالق کو اختیار کرتے ہو تو کہہ دو کہ رب دو عالم جل و علا کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سوا میرے کوئی اور دوست نہیں۔"

اس نے انہیں کہا...... "میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر راہِ سلوک کی اس مسافت پر تمہارے قدم بقدم چلوں گا۔ میرا کام تمہاری راہنمائی اور خدمت ہے لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں۔ تمہاری ریاضت ہی تمہیں مقامِ عبودیت کی بلندیوں اور رفعتوں سے نوازے گی۔"

غلام جیلانی اُس کے حکم پر اپنی نوکری سے لگا تھا ورنہ تو اُس کا دل اب ایک لمحے کے لیے بھی شیخ گیلانی سے الگ ہونے کا متحمل نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اپنی پیروکاروں کو جن کی تعداد اب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ اپنے دور دراز مکانات فروخت کر کے مسلمانوں کی بستی کے نزدیک مل جل کر رہنے کی ہدایت کی۔

ایک روز اُس نے ابوعمر اور دوسرے ساتھیوں کو "معمولات" سے نوازا۔ انہیں تلقین کی وہ اس پروگرام پر عمل پیرا ہوئے تو جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن پر انوارات کی بارش کرے گا اور ان "معمولات" کے تیسرے ہی دن ابوعمر کے باطن کی آنکھ کھل گئی۔

اُسی روز رات گئے جب وہ اپنے کمرے میں اسم اللہ ذات کو اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق دل پر نقش کر کے "ذکر" کر رہا تھا تو اچانک اُسے اپنے کمرے کی دیواروں پر "اللہ" کا اسم مبارک چمکتا دکھائی دینے لگا۔ پہلے تو ابوعمر کو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہ آیا اور وہ زیادہ خشوع و خضوع کے ساتھ "ذکر" میں لگ گیا لیکن گھپ اندھیرے میں اب اسم محمد ﷺ بھی دیوار پر چمکنے لگا۔ "اللہ" اور "محمد" کے الفاظ سفید اور دودھیا رنگوں میں اپنی بہار دکھا رہے تھے اور اسم محمد ﷺ دودھیا اور سبز رنگ میں چمک رہا تھا۔

ابوعمر کو یوں لگا جیسے اُس کا دل دھڑکن سے بے نیاز ہو گیا ہو۔ اُس کی زبان سے "اللہ" کا ذکر جاری تھا اور آنکھیں سامنے دیوار پر لگی تھیں جہاں اللہ اور ختمی مرتبت ﷺ کے نام اپنی پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے جگمگا رہے تھے۔

یہ اُس کی زندگی کی بہترین راتوں میں سے ایک رات تھی۔

صبح جب اُس نے اپنے ساتھیوں سے رات کے تجربے کا ذکر کیا تو وہ یہ سن کر

حیران رہ گیا کہ اُن سب نے بھی ایسے ہی انوارات کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ سب اُسی کیفیت کا شکار تھے جس کیفیت سے وہ سب گزر رہے تھے۔

اگلے روز شیخ گیلانی نے انہیں اپنی نگرانی میں ذکر کروایا اور پھر الگ الگ بیٹھ کر "معمولات" دہرانے کی تلقین کی۔ ابوعمر صحن میں بیٹھا "اللہ" کا ذکر کر رہا تھا جب اچانک کل کی طرح الفاظ اُس کی آنکھوں کے سامنے فضا میں چمکنے لگے۔ پھر ان الفاظ کے پس منظر سے "رین بو" ظاہر ہوئی جس کے رنگ پہلے پیلے پھر دودھیا سرخ بنفشی ہونے لگے۔ اس "رین بو" نے آہستہ آہستہ پس منظر میں جانا شروع کر دیا اور اس کے پیش منظر پر ایک انتہائی طاقتور اور آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی ظاہر ہونے لگی۔

ابوعمر "ھو" کا ورد کرتا اس روشنی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا جب اس روشنی کے دامن سے ایک سفید رنگ کا انتہائی خوبصورت پرندہ ظاہر ہوا جو اڑتا ہوا اُس کے نزدیک پہنچا اور انسانی شکل اختیار کرنے کے بعد غائب ہو گیا۔

اس سارے عمل نے ابوعمر پر عجیب سی وحشت طاری کر دی تھی۔ اُسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی اور اپنی دانست میں اس صورتحال سے نجات کے لیے وہ صحن سے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں موجود آئینے کے سامنے پہنچ کر اُسے یوں لگا جیسے اُس کے جسم کا صرف آدھا حصہ آئینے میں دکھائی دے رہا ہو۔ پریشان ہو کر اُس نے آئینے پر دوبارہ نظریں جمائیں تو جسم کا درمیانہ حصہ غائب تھا جبکہ اوپر کا دھڑ اور نچلا حصہ بڑا واضح دکھائی دے رہا تھا۔

ابوعمر کی پریشانی بڑھنے لگی اور اُس نے بار بار آنکھوں کو ملتے ہوئے اسے نظر کا دھوکہ جان کر دوبارہ دیکھنا چاہا تو اسے آئینے میں اپنا جسم ہی دکھائی دینا ختم ہو گیا۔ اپنے سر کو بار بار جھٹک کر اُس نے دوبارہ آئینہ دیکھا پھر وہی حال تھا۔

ابوعمر گھبراہٹ اور قدرے خوف کی کیفیت میں شیخ کے کمرے میں چلا گیا جہاں شیخ گیلانی آنکھیں بند کیے "مراقبہ" میں بیٹھا تھا۔ اُس کی آمد کے چند لمحوں بعد ہی شیخ نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

آنکھیں کھول دیں۔

''خیریت''

اُس نے مسکراتے ہوئے ابوعمر کی طرف دیکھا۔

اس مسکراہٹ سے اُسے کچھ تسلی تو ہوئی لیکن آئینے میں جسم دکھائی ہی نہ دینا ایسی بات نہیں تھی جس پر وہ آسانی سے مطمئن ہو جاتا۔ اس نے شیخ کو ''معمولات'' کے درمیان ہونے والے انوارات اور مشاہدات سے آگاہ کرتے ہوئے آخری بات پہ تشویش ظاہر کی تو شیخ گیلانی دوبارہ مسکرایا اور اُس نے ابوعمر سے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں جائے اور جس طرح شیخ گیلانی نے اُسے ہدایات دی ہیں اسی طرح ''معمولات'' کو دہرائے۔

شیخ کی بات کو حکم جان کر وہ کمرے میں واپس آیا تو اُس کی حالت نارمل ہو چکی تھی۔ ابھی تک اُسے اس سارے معاملے کی سمجھ تو نہیں آئی تھی لیکن اس بات پر اُس کا ایمان کی حد تک یقین ہو چلا تھا کہ شیخ گیلانی انہیں سلوک کی مسافت میں بہت دور تک لے گیا ہے اور اُن کی محنتوں کا اب انعام قدرت کی طرف سے ملنے لگا ہے۔ کچھ ایسے ہی نوعیت کے تجربات سے غلام جیلانی اور باقی ساتھی بھی گزر رہے تھے اور وہ ایک دوسرے تک اپنے انوار و مشاہدات پہنچا کر قلبی تسکین سی محسوس کرتے تھے۔

تین روز بعد جب چھٹی کے دن ابوعمر اپنے گھر سے باہر نکلا جہاں چاروں طرف برف کا سمندر پھیلا دکھائی دے رہا تھا تو اچانک اُسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسنی دوڑنے کا احساس ہوا۔ ابوعمر کی زبان پر اسم اللہ کا ورد جاری ہو گیا اور وہ ایک عجیب و غریب کیفیت کا شکار اس برف زار پر آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ اُس نے کتنا فاصلہ طے کیا اس کا اُسے احساس نہیں ہوا۔ درختوں کے طویل سلسلے میں اب وہ دریائی گزرگاہ کے کنارے پر کھڑا تھا جب اچانک زمین نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

فضا میں کچھ ایسی ڈراؤنی آوازیں گونجنے لگیں جنہوں نے ابوعمر کو قدرے خوفزدہ کر دیا اور وہ وہیں زمین پر بیٹھ کر ''ذکر'' کرنے لگا۔ جب اچانک اُس کی آنکھوں کے

سامنے موجود درختوں کی قطار پر بڑے بڑے نمایاں الفاظ میں انتہائی چمکدار اور آنکھیں خیرہ کر دینے والی روشنی سے اُسے قرآنی آیت دکھائی ''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض''۔

ابوعمر اسی جذب و کیف کی کیفیت میں گھر لوٹ آیا۔ اپنے کمرے میں بیٹھ کر وہ ''ذکر'' کرنے لگا۔ اُسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اللہ نے اُسے خصوصی مشن کی تبلیغ اور پرچار کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اب شیخ گیلانی کے حلقے میں غیر مسلم بھی آنے لگے تھے۔ اس ضمن میں خصوصی کردار غلام جیلانی کا تھا جو اب شیخ گیلانی کا خصوصی مقرب بھی بن چکا تھا۔ یہ لوگ چپ چاپ شیخ اور اس کے ساتھیوں کے ''ذکر'' کا نظارہ کرتے اور انہیں یوں محسوس ہوتا کہ ان لوگوں کے ''ذکر'' کے ساتھ ساتھ سارے ماحول سے ''اللہ ھو'' کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ آنے والوں میں سے ہر روز کوئی نہ کوئی اسلام کی حقانیت کا ادراک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا۔ ان لوگوں کی تربیت اور اپنے طالبوں کے تزکیہ نفس کے لیے شیخ گیلانی کی ہدایت پر بروکلین کے جارج ایونیو میں موجود ابوعمر کے گھر کو ایک طرح سے مرکزی دفتر کی حیثیت حاصل ہو گئی جہاں شیخ گیلانی کی طرف سے کچھ کتابیں مطالعے کے لیے رکھ دی گئیں۔ یہاں ابوعمر اور اُس کے ساتھیوں نے شیخ گیلانی کی ہدایات کے مطابق قرآن و حدیث کے درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں کو ''فتوحات محمدیہ'' بھی پڑھانے لگے اور جلد ہی یہاں بروکلین کے علاوہ کوئینز، لونگ آئی لینڈ، جرسی سٹی، فلاڈلفیا، واشنگٹن ڈی سی، ورجینیا، ایکرون، اوہائیو، مشی گن اور کینیڈا تک سے مسلمان اور غیر مسلم آنے لگے کیونکہ یہاں آنے والے بیشتر مسلمانوں کو انوارات و مشاہدات ہوتے تھے۔

شیخ گیلانی کی موجودگی میں وہ ''عین الیقین'' کے مراحل طے کرنے لگے جس سے اُن کے قلوب میں شیخ کی محبت روز بروز بڑھنے لگی۔ اُس کے طالبین کی تعداد دنوں میں درجنوں سے سینکڑوں تک پہنچنے لگی اور پھر وہ وقت بھی آیا جب اُس کے ہاتھ پر ''بیعت'' کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں پہنچ گئی۔ یہ لوگ شیخ گیلانی کی ہدایات پر اپنے اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

علاقے میں جا کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دینے لگے۔

جرسی سٹی میں نور محمد کے گھر کو شیخ گیلانی کی میزبانی کا شرف نصیب ہو گیا۔ یہاں اس کے مبلغین اکٹھے ہو کر اُس سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے اور پھر اپنے اپنے علاقوں کی طرف رخت سفر باندھتے۔ ان مبلغین نے شیخ گیلانی کے مریدین کے تزکیہ نفس اور نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ بڑے منظم طریقے سے سنبھال رکھا تھا۔ دن رات کی مختلف کلاسوں کا اہتمام ہو گیا جن میں عورتوں اور مردوں کو الگ الگ اسلامی تعلیمات اور تصوف سے بہرہ ور کرنے کا سلسلہ جاری ہوا۔

✿✿✿✿✿

ابو عمر اور اُس کے ساتھیوں کا ذوق شوق دیدنی تھا۔ انہوں نے اپنی زندگیاں اس عظیم مشن کے لیے وقف کر دی تھیں اور جیسے جیسے وہ راہ سلوک کی مسافتیں طے کر رہے تھے اُن پر انوارات کی بارش برستی جا رہی تھی۔ اُس روز جب ابو عمر تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے ''معمولات'' کے مطابق ''ذکر'' میں مصروف تھا تو اچانک اُسے احساس ہوا جیسے اُس کا جسم ہلکا ہو کر ہوا میں اڑنے لگا ہے۔

ابو عمر مکمل ہوش و حواس میں اپنی زندگی کے حسین ترین تجربے سے گزرنے جا رہا تھا۔ اُس نے برق رفتاری سے خود کو آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کرتے محسوس کیا تو اُس پر خوف کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ اس کیفیت سے نجات کے لیے ابو عمر نے آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد چاروں قل شریف اونچی اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔

جب وہ سورۃ الناس کی آخری آیت پر پہنچا تو اُس کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا اور اسے اپنی رفتار کسی راکٹ انجن سے بھی تیز محسوس ہوئی۔ ستاروں اور سیاروں کو وہ اپنے پیچھے چھوڑتا جا رہا تھا جو اب سفید رنگ کے بڑے بڑے جزیروں میں تبدیل ہونے لگے تھے۔

اب اُس پر طاری خوف کی کیفیت مکمل ختم ہو چکی تھی البتہ حیرت بڑھنے لگی تھی۔

اُسے احساس ہونے لگا جیسے اُس نے ہزاروں لاکھوں میل کا سفر طے کر لیا ہو اور اُس کا جسم آسمان کی وسعتیں چیرتا ہوا اُسے ایک نورانی محفل میں لے آیا۔ عجب سماں تھا.....

اُس کے چاروں طرف انوارات کی بارش برس رہی تھی۔ ایک پاکیزہ اور دودھیا روشنی نے سارے ماحول کا احاطہ کر رکھا تھا اور ابو عمر سرور کائنات فخر موجودات سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کے سامنے موجود تھا۔ جمال محمدی ﷺ کی تاب لانا اُس کے لیے ممکن نہیں تھا لیکن اُس کا سارا جسم آنکھ میں تبدیل ہو کر روئے محمدی ﷺ پر مرتکز تھا۔

ابو عمر نے دیکھا ختمی مرتبت ﷺ کے دائیں بائیں اور پیچھے ہزاروں کی تعداد میں تا حد نگاہ نوری نفوس موجود ہیں۔ ان میں سے بیشتر نے سبز رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اُن کے چہروں کے گرد نور کے ہالے دکھائی دے رہے تھے جب کہ سرور کونین ﷺ کے پورے جسم مبارک کے گرد نور کا ہالہ احاطہ کیے ہوئے تھا۔

نبی کریم ﷺ کے دائیں ہاتھ پر جو لوگ موجود تھے ان میں اُس کے شیخ علی گیلانی کا چہرہ نمایاں تھا جو نبی کریم ﷺ کے قدموں میں بیٹھے تھے۔ اُسے بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے ارد گرد جو لوگ نورانی ہالوں کے ساتھ موجود ہیں وہ سب انبیائے کرام اور رسول ہیں جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آئے۔ ان کے علاوہ اس محفل میں تمام جید اولیائے کرام تشریف فرما ہیں۔

ابو عمر کے حواس اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ جمال محمدی ﷺ کی تاب لانا اُس کے لیے ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ اُسے صرف اتنا یاد رہا کہ نبی کریم ﷺ نے اُسے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا اور شیخ علی گیلانی کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے اُسے کچھ فرمایا جو ابو عمر کو یاد نہ رہا۔

یہ کیفیت کب تک رہی اس کا بھی اُسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اُس کے تو دل و جان پر ایک ہی جذبہ غالب تھا کہ وہ جمال محمدی ﷺ کا نظارہ کر رہا ہے اور یہ سعادت اُس کی زندگی کا حاصل ہے۔

اس مشاہدے نے اس کی قلبی کیفیات کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اب بے اختیار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس کی زبان پر سوتے جاگتے ''اللہ'' اور ''ھو'' کا ورد جاری رہنے لگا۔ اس نظارے کے بعد اُسے اپنے اصل کی طرف لوٹنے میں تین چار دن لگ گئے۔ اس دوران وہ جب بھی عالم ہوش میں آتا نبی کریم ﷺ کی دید کی دولت سے مالا مال ہونے کا تذکرہ درود وسلام کے ساتھ کرتے ہوئے سسکیاں لے کر رونے لگتا۔ جیسے ہی شیخ گیلانی کے چہرے پر اُس کی نظر پڑتی اُس پر رقت طاری ہو جاتی۔ اُسے عالم ہوش میں لوٹنے کے بعد اُس کے ساتھیوں نے بتایا کہ شیخ گیلانی نے اُس کے دل پر مسلسل دو روز تک ضرب لگا کر اُس کے قلب کو نارمل کیا اور وہ عالم ہوش میں واپس لوٹا تھا۔

اب اُس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد رہ گیا تھا کہ وہ اپنی ساری زندگی اپنے شیخ کی خدمت اور اُس کے مشن کو آگے بڑھانے میں وقف کر دے۔ وہ ہر لمحہ اپنے شیخ کے نزدیک گزارنے کا متمنی تھا لیکن شیخ گیلانی کی طرف سے اُسے جو فرائض سونپے گئے اُن سے پہلوتہی بھی اُس کے لیے ناممکن تھی۔ جب کبھی اُسے کچھ دیر کے لیے اپنے شیخ سے الگ رہنا پڑتا تو اُس کی دلی کیفیت بڑی عجیب ہو جاتی۔ ایک بے نام سی یاسیت اُس کے دل و دماغ کا احاطہ کر لیتی۔

لیکن.......... جب وہ شیخ گیلانی سے کچھ گھنٹوں کی دوری پر اُس کے فراق کی آگ میں جل رہا ہوتا اور اُس پر ماہی بے آب کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی تو وہ ''ذکر'' میں مصروف ہو جاتا اور حیرت انگیز طور پر اس ''ذکر'' کے دوران شیخ گیلانی کو اپنے نزدیک پاتا جو اُسے شفقت سے دیکھتے ہوئے مسکراتے اور اپنے ''معمولات'' کو جاری رکھنے کی تلقین کرنے کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔

یہ صرف ابو عمر کا حال نہیں تھا اُس کے بہت سے دوسرے ساتھی بھی ایسی ہی کیفیت سے گزر رہے تھے۔ اُس کے درجنوں ساتھی حلفاً یہ بات کہہ چکے تھے کہ حالت بیداری میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور اُن کا شیخ نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

شیخ گیلانی کے طالبین کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی تھی۔ اُس کے مبلغین امریکہ کے مختلف شہروں میں مسلمانوں کی مساجد میں جاتے اور انہیں نیویارک آنے کی دعوت دیتے۔ وہ نہ کسی سے تعرض کرتے نہ ہی بحث مباحثہ میں الجھتے کیونکہ اُن کے شیخ کا حکم تھا ''اُمرا سے خودداری اور وقار کے ساتھ ملو لیکن فقرا سے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ۔ عاجزی اور اخلاص کو اپنا شعار کر لو گے تو دیدارِ الٰہی ممکن ہو جائے گا۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے چارگی ظاہر کرو، اپنے بھائیوں کے حقوق کو اس لیے نظر انداز نہ کرنا کہ وہ تمہارے مقرب ہیں، تواضع، حسن ادب اور سخاوت کو شعار بنا لو۔ نفس کشی کے ذریعے تمہیں دائمی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ یاد رکھو اللہ کے نزدیک معیار تمہارے اعمال اور تمہارا اخلاق ہے۔''

یہی تھا وہ سبق جو اُس کے مبلغین اپنے ساتھیوں کو اور سالکین کو پڑھایا کرتے تھے۔ وہ کسی سے مباحثہ نہ کرتے۔ کسی کو برا نہ کہتے۔ اگر کوئی اُن سے زیادتی بھی کرتا تو اس پر صبر اختیار کرتے کیونکہ شیخ گیلانی نے انہیں بتایا تھا:

''فقر و تصوف مجاہدہ ہے اہل فقر خالق و مالک کے سوا ہر شے سے بے نیاز اور لاتعلق ہوتے ہیں۔ اپنے سے چھوٹے پر حملہ نامردی اور بڑے پر حملہ بے حیائی جبکہ برابر والے پر بداخلاقی ہے۔''

اگلی خلوت کے لیے شیخ گیلانی نے ''سن ڈاؤن ویلی'' کا انتخاب کیا۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جس کے دامن میں دریا بہہ رہا تھا اور نیویارک کے اپ سٹیٹ میں واقع اس علاقے میں پہنچ کر انسان مکمل آسودگی محسوس کرتا ہے۔ شیخ گیلانی کے حکم پر دریا کے کنارے خیمے گاڑ دیئے گئے اور اُس کے طالبوں نے ان خیموں میں قیام کیا۔

ان میں خواتین بھی شامل تھیں اور درجنوں کی تعداد میں وہ نومسلم بھی جو غلام

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جیلانی کی قیادت میں یہاں آئے تھے۔ اُس روز جب رات کے دوسرے پہر ''ذکر'' شروع ہوا تو اس ''ذکر'' سے ساری وادی گونجنے لگی۔ دریا کی لہروں سے پہاڑوں کی چوٹیوں تک ''اللہ'' اور ''ھو'' کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

شیخ گیلانی نے یہاں کچھ عرصہ قیام کا ارادہ کیا۔ اس دوران اُس کے ذکر کی فضیلت کی کہانیاں مسلمانوں میں پھیلیں تو لوگ ''سن ڈاؤن ویلی'' میں آ کر اُس کے بیعت ہونے لگے۔ کچھ دونوں بعد یہ قافلہ نیویارک واپس لوٹ آیا۔

اگلی مرتبہ شیخ گیلانی نے کینیڈا کا قصد کیا۔ نیویارک سے اپنے کچھ طالبوں کے ساتھ وہ ٹورنٹو پہنچ گیا جہاں پہلے ہی سے مبلغین نے لوگوں کو اُس کی تعلیمات سے آگاہ کیا ہوا تھا۔ یہاں مسلمانوں نے اپنی ایک ''جماعت'' بنا رکھی تھی۔ اس ساری ''جماعت'' نے شیخ گیلانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کچھ عرصہ یہاں قیام کر کے اُس نے انہیں قرآن وحدیث اور تصوف سے متعلق تعلیمات سے بہرہ ور کیا۔ اجتماعی زندگی کا شعور بیدار کیا۔ ایک دوسرے کی مدد کرنے کا پابند بنایا اور ایک جگہ مل کر رہنے کی تلقین کی۔ یہاں سے وہ پھر نیویارک واپس لوٹ آیا جہاں اُس کی آمد سے پہلے ہی ڈیٹرائٹ، ایکرون واشنگٹن ڈی سی، جارجیا، ورجینیا، فلاڈلفیا، برلنگٹن، نیوجرسی، ٹرنٹن، اٹلانٹک سٹی، ریڈنگ، ڈیلاویئر اور دوسرے مقامات سے مسلمان اور غیر مسلم جمع تھے۔ ان لوگوں نے شیخ گیلانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نومسلموں نے اسلام کی حقانیت کا اقرار کر کے کلمہ طیبہ پڑھا۔

شیخ گیلانی نے ان سب لوگوں کے لیے مختلف تربیتی کورس جاری کیے ہوئے تھے، ان میں خواتین بھی تھیں، بچے، نوجوان اور بوڑھے بھی۔ سب کی یہی خواہش تھی کہ انہیں زیادہ سے زیادہ شیخ گیلانی کا قرب حاصل رہے اور اُس بلڈنگ کے برآمدوں، تہ خانوں، کمروں اور لان میں سوتے تھے جہاں رات کو شیخ گیلانی کا قیام ہوتا۔ وہ سب اُس کے نزدیک رہ کر برکات حاصل کرنے کے متمنی تھے۔

شیخ گیلانی انہیں بچوں کی طرح عزیز جانتا تھا۔ وہ ہر ''سالک'' کے پاس جا کر

اس کی ضروریات کا جائزہ لیتا۔ اُن کے قیام وطعام اور خوراک کا بندوبست کرتا اور ہر روز عصر کی نماز کے بعد سوال وجواب کی طویل نشست میں اُن کے ذہنوں میں شکوک بیدار کرنے والے ہر سوال کا بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیتا۔ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں اُن کے مسائل کا حل بتاتا۔ بیماروں کی ''قرآنک تھراپی'' کرتا اور درجنوں مریض یہاں صحت یاب ہونے لگے۔

اگلی ''خلوت'' کے لیے شیخ گیلانی نے ''ہنٹر ماؤنٹین'' (Hunter Mountain) کا انتخاب کیا جہاں ایک روز پہلے ابوعمر، نور محمد اور حافظ عبدالصمد نے پہنچ کر ایک ''ہوٹل'' بک کروایا۔ شام گئے تک وہاں مختلف شہروں سے طالبوں کی جماعتیں پہنچنے لگیں۔ شیخ گیلانی ہر جماعت سے اپنے کمرے میں فرداً فرداً ملاقات کر کے انہیں کچھ نصیحتوں سے نوازتا اور انہیں بتاتا کہ اگر انہوں نے اپنے دل میں کھوٹ رکھ کر اس ''خلوت'' میں شرکت کی تو انہیں فائدے کے بجائے الٹا سخت نقصان کا احتمال ہوگا۔ اُس نے طالبوں سے کہا کہ اگر وہ اپنے دلوں میں ذرہ بھر بھی شکوک رکھتے ہیں تو واپس چلے جائیں کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ انہیں کسی نقصان کا احتمال رہے لیکن اُس کی باتوں میں ایسا جادو تھا اور وہ قرآن وحدیث کے اسباق ایسے دلپذیر پیرائے میں بیان کر رہا تھا کہ تمام ''طالب'' اُس کی معیت کے دیوانے ہوئے جاتے تھے۔

یہ سردیوں کے دن تھے...... ہنٹر ماؤنٹین برف سے ڈھکی ہوئی تھیں اور فضا میں میلوں تک سناٹا طاری رہتا تھا۔ شیخ گیلانی نے اگلی شام تمام ''سالکین'' کے ساتھ اُس بنگلے کا رخ کیا جہاں اُس نے ''ذکر'' کرنا تھا۔ اُس رات جب ''ذکر'' شروع ہوا تو وہاں موجود بیشتر ''طالب'' جو اس سے پہلے صرف تماشائی کی حیثیت سے یہاں آئے تھے ''طالب صادق'' بن گئے۔ انہوں نے سسکیاں لے کر روتے ہوئے شیخ گیلانی کو اپنے دلوں میں پیدا ہونے والی انقلابی تبدیلی سے آگاہ کیا اور راہ سلوک کی مسافت اُس کی سربراہی میں طے کرنے کا عہد دہرایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس نے اپنے مرشد اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ کی تعلیمات اُن کے سامنے دہراتے ہوئے کہا: ''اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا ورنہ تمہیں ہر شے سے خوف آئے گا۔ اس کی اطاعت کرو تمہارے لیے کافی ہے۔ ظاہری شریعت کی پیروی کرو، اپنے ظاہر کو ایسا بنالو جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ باطن کی اصلاح اللہ تعالیٰ خود کریں گے۔ سینے کو بغض سے پاک رکھو۔ نفس کی سخاوت اور چہرے کی بشاشت کا اہتمام کرو۔ مُسرف میں آنے والی چیزوں کو خرچ کرو لیکن اسراف سے بچنا۔ اپنے بھائیوں سے حسن سلوک کرو۔ فقر اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں غنی کردے گا۔ دنیاوی منفعت کو اپنا شعار نہ بنانا۔ ایثار کرو، جو لوگ ''سالکین'' میں سے نہیں ہیں اُن کی صحبت سے اجتناب کرو لیکن دین و دنیا کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار رہو۔ حقیقت ثروت یہ ہے کہ اپنے جیسوں سے استغنا کرو اور حقیقت فقر یہ ہے کہ مخلوق سے احتیاج کا تصور بھی تمہارے نزدیک نہ پھٹکے۔ تصوف کا تعلق قیل و قال سے نہیں بلکہ بھوک سے ہے۔ اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو چھوڑنے سے ہے۔ فقر کا آغاز علم سے نہیں بلکہ نرمی سے ہونا چاہیے کیونکہ علم باعث وحشت ہوگا اور نرمی انس پیدا کرے گی۔''

اب وہ وقت آ گیا تھا جس کے لیے شیخ گیلانی گذشتہ ڈیڑھ سال سے ان لوگوں کی تربیت کر رہا تھا۔ اُس روز اُس نے اپنے تمام طالبین کو اپنے پاس جارجیا یونیو بروکلین میں جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا:

''سالکو! وقت آ گیا ہے کہ میں تمہیں سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں ہجرت اختیار کرنے کی ہدایت کروں۔ میرے عزیزو! تم جس راہ سلوک کے مسافر ہو اُس کے لیے تنہائی اور پاکیزگی بے حد ضروری ہے جو یہاں عنقا ہے۔ یہاں کی آلودگی تمہاری آنے والی نسلوں کے

لیے سم قاتل ہے۔ تمہیں اپنے اہل و عیال کی تربیت اُن خطوط پر کرنی ہے جن پر ہمارے آقائے نامدار ﷺ نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے۔

میرے پیارو! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس انتہائی غیر اسلامی، غیر اخلاقی اور غیر پاکیزہ ماحول کو خیرباد کہہ کر جنگل اور پہاڑوں کا رخ کرو۔ وہاں اپنی الگ بستیاں آباد کرو جہاں اللہ کے دین کو مکمل اپنے اور اپنے گھر والوں پر نافذ کرو۔ جہاں تنہائی میں تمہیں ''خلوت'' کی نعمت میسر آئے اور تم ''ذکر'' کی فضیلتوں سے مکمل فیضیاب ہوسکو۔ میں جانتا ہوں یہ تمہارے لیے بہت تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ اپنے پیاروں کی جدائی کا تصور بھی محال ہے۔ تم سالوں سے یہاں رہتے آ رہے ہو لیکن اب اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہجرت کر جاؤ۔''

یہ امتحان کی گھڑی تھی۔

آزمائش کا جان لیوا مرحلہ آ گیا تھا۔

اب معلوم ہوتا کہ کون طالب صادق ہے اور کون صرف دودھ پینے والا مجنوں۔

پہلی سعادت ٹریننگ کے ایک گروپ کے حصے میں آئی۔ عورتوں بچوں اور بڑوں کا قافلہ اپنے مرشد شیخ علی الگیلانی کے حکم پر مہاجرت اختیار کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے اپنے گھر، مال، اسباب اونے پونے داموں فروخت کر دیے۔ انہیں نیویارک سے کیلیفورنیا کی طرف مراجعت کا حکم ملا تھا۔ آنسوؤں، آہوں اور سسکیوں کے ساتھ یہ مہاجر اپنے پیاروں سے رخصت لے رہے تھے جو انہیں یہاں سے جانے پر لعن طعن کر رہے تھے۔ خرابی دماغ کا طعنہ دے رہے تھے لیکن یہ طالب صادق تھے جنہیں اللہ نے بڑے انعامات کے لیے منتخب کر لیا تھا اور وہ عازم سفر ہوئے۔

دوسرا بڑا گروپ نیویارک سے تیار ہوا۔ پانچ بڑے وہیکلز پر مشتمل راہ سلوک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کے مسافروں کا یہ قافلہ جب بروکلین سے نکلنے والا تھا تو مقامی مسلمان جو اُن کے ساتھی تھے گھروں سے باہر نکل آئے۔ وہ انہیں جانے سے روک رہے تھے۔ لعن طعن کر رہے تھے لیکن مرشد کے عشق میں گرفتار یہ طالب صادق رکنے والے کہاں تھے۔ اشتعال انگیز باتیں کرنے والوں کے درمیان پہنچ کر ابوعمر نے انہیں روکا اور اُن سے کہا کہ وہ حوصلے اور صبر کا مظاہرہ کریں اور اپنے گھروں میں جا کر ''ہجرت'' کی تیاریاں کریں کیونکہ شیخ الگیلانی کا کوئی بھی عمل ان کے ارادے سے نہیں اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو پھر ہم انہیں روکنے والے کون ہیں۔

یکم رمضان کو یہ قافلہ لاس اینجلس پہنچ گیا۔

شیخ گیلانی ان کے ہمرکاب تھا۔ گرین لیف سٹریٹ میں ایک کرائے کے گھر میں اُن کا قیام ہوا اور یہاں سب نے سحری اور افطاری کی۔ اب ان کی تقلید میں نیویارک کے مختلف گروپس ادھر کا رخ کرنے لگے تھے۔ یہ لوگ درختوں کی لکڑیوں سے عارضی طور پر بنائے گئے گرین ہاؤسوں میں قیام پذیر ہوئے جہاں شہد کی مکھیوں نے پہلی بار ان پر حملہ کیا لیکن شیخ گیلانی نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ یہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور دوران قیام تم نے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جس کے بعد شہد کی مکھیوں نے یہاں قیام تک کبھی انہیں تنگ نہ کیا۔

سارا رمضان المبارک یہاں گزر گیا۔

عید آ گئی...... سب نے شیخ گیلانی کی اقتدا میں عید کی نماز پڑھی، خطبہ سنا، وعظ کا لطف اٹھایا اور شیخ نے انہیں مبارکباد دی کہ انہوں نے دنیا کی سب سے طویل مہاجرت کی ہے جو اللہ کے نزدیک انتہائی مقبول عمل ہے۔ اُس نے انہیں خوشخبری دی کہ اب ان کی آزمائش مکمل ہو چکی ہے اور جلد اللہ کی طرف سے انعام انہیں ملنے والا ہے۔

اسی دوران ان لوگوں نے نزدیکی شہروں میں مختلف نوکریاں شروع کر دی تھیں۔

وہ سب اپنی کمائی اکٹھی کر کے لنگر کا اہتمام کرتے اور آپس میں مل کر ایک کنبے کی طرح

زندگی بسر کرتے۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جب انہیں ''فریزنو'' (Fresno) جسے امریکہ کا پہلا اسلامی ٹاؤن بننے کی سعادت حاصل ہونے والی تھی منتقل کر دیا گیا جہاں انہوں نے درختوں پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی اور ''ھوٗ'' کا نظارہ کیا۔ اسی طرح امریکن مسلمانوں کی پہلی بستی ''بلد اللہ'' (Baladullah) کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں سینکڑوں ایکڑ زمین خرید کر ان لوگوں نے اپنی بستی آباد کی جہاں اسلامی قوانین نافذ کیے اور اسلام کو خود پر نافذ کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پاکستان کے شمال مغربی صوبہ سرحد کا نصف سے زیادہ سرحدی علاقہ افغانستان سے منسلک ہے۔ افغان جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی یہ سارا علاقہ جہادی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا لیکن جہادی سرگرمیوں سے زیادہ عالمی سازشوں نے یہاں ڈیرہ جما لیا تھا۔ شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی قابل ذکر انٹیلی جنس ایجنسی تھی جس نے اپنے ایجنٹ اس علاقے میں داخل نہ کیے ہوں۔ اس کے لیے انہیں کچھ زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا تھا۔

افغان جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی جو طوفان بدتمیزی یہاں در آیا تھا اُس کے بعد اس ایریا میں کسی جاسوس یا تخریب کار کو اپنے لیے کوئی cover تلاش کرنا قطعاً مشکل کام نہیں تھا۔ سی آئی اے جو بہت عرصہ پہلے سے اس محاذ پر سرگرم تھی نے پاکستانی سرحدی علاقوں میں مجاہدین کی تربیت کے لیے باقاعدہ ٹریننگ کیمپ قائم کیے ہوئے تھے جہاں اسلحہ، ڈالر اور منشیات ہر وقت بھاری مقدار میں موجود رہتے تھے۔ امریکنوں کو تاریخ نے پہلی مرتبہ اپنے سب سے بڑے حریف روس کو زک پہنچانے اور ویت نام کا بدلہ اتارنے کا موقعہ فراہم

کیا تھا اور امریکیوں نے اس تاریخی لمحہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینے کا عزم کر رکھا تھا۔

امریکہ کی ساری توانائیاں روس کو افغانستان میں پھنسانے کے بعد اس کے ٹکڑے ٹکڑے کروانے پر صرف ہو رہی تھیں اور امریکنوں نے دنیا کے کونے کونے سے مجاہدین (بعد میں تخریب کار) یہاں جمع کر لیے تھے۔ ان میں غایت تعداد اُن مجاہدین کمانڈروں کی تھی جو مڈل ایسٹ کی حکومتوں کو کارِ سرکار میں مداخلت اور باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے جرم میں درکار تھے لیکن امریکہ نے انہیں کہہ دیا تھا کہ فی الوقت وہ اس چکر میں نہ پڑیں اور امریکی عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

ساری دنیا کے جاسوس اس خطے میں ''این جی اوز'' کے روپ میں سرگرم عمل تھے۔ چونکہ اس جنگ کے تمام معاملات سی آئی اے نے اپنے ہاتھوں میں رکھے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے یہ سردرد مول نہ لیا کہ پاکستانی حکومت کے لیے کس نوعیت کے خطرات پیدا ہو رہے ہیں اور اُسے تخریب کاروں کی اس فوج ظفر موج کی اپنی سرزمین پر موجودگی کی کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

امریکہ کے پالیسی ساز حلقے جو ہمیشہ دور کی کوڑی لاتے ہیں اس امر پر متفق تھے کہ اگر جہاد کے ''ثمرات'' میں پاکستان حصہ دار بنا ہوا ہے تو جہاد کی ''تباہ کاریوں'' کی قیمت بھی اُسے ہی چکانی چاہیے۔ انہوں نے منصوبہ سازی کچھ اس طرح کی تھی کہ روس کے ٹوٹنے کے بعد جو تباہی اس خطے پر نازل ہوگی اُس کے ''اثرات'' امریکہ اور یورپ تک نہ پہنچیں جس کی انہوں نے قیمت بھی ادا کی (یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ اس کے باوجود آج امریکہ اور یورپ کے لیے سب سے بڑا چیلنج یہی لوگ بن چکے ہیں اور سی آئی اے نے نفرت کی جو فصل یہاں بوئی تھی وہ امریکن ہی کاٹ رہے ہیں)۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو یہ بات ان کے لاشعور میں ہمیشہ موجود رہی کہ پاکستان امریکہ سے اپنی وفاشعاریوں کی قیمت بھی مانگے گا اس لیے پاکستان کا الجھے رہنا ہی زیادہ احسن خیال کیا گیا۔ تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اگر ایمانداری سے صورتحال کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

تجزیہ کرے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ افغان جہاد کے بعد برپا ہونے والے فساد نے جو تباہی پاکستان میں مچائی وہ ایک ''طے شدہ منصوبے'' کا حصہ تھی۔

حیات آباد کے اس مہاجر کیمپ تک جوزف بوڈنسکی کا آنا جانا معمول کی بات تھی۔ جوزف بوڈنسکی کا تعلق امریکہ سے تھا اور وہ یہاں افغان مہاجرین اور مجاہدین کی مدد اور فلاح و بہبود کے لیے 'این جی او' چلا رہا تھا۔ اگر جوزف خود کو یہاں عیسائی نہ بتاتا تو کوئی بھی اُسے عیسائی ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اُس کی شکل صورت، لباس، رہن سہن، کھانا پینا سب افغانوں جیسا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں محض تین چار ماہ گزارنے کے بعد ہی وہ پشتو اچھی طرح بولنے اور سمجھنے لگا تھا۔

مہاجر کیمپوں اور افغان مجاہدین کے ٹھکانوں تک اُسے مکمل رسائی حاصل تھی۔ اُن لوگوں کے نزدیک جوزف بوڈنسکی فرشتہ صفت انسان تھا جس کی زندگی کا واحد مقصد انسانی فلاح و بہبود اور روسی ظالمانہ حکومت کے خلاف برسرپیکار افغان مجاہدین کی ہر ممکن مدد کرنا تھا۔

وہ جس ''این جی او'' کی نمائندگی کر رہا تھا اُس کا ہیڈ آفس امریکہ میں تھا اور امریکہ سے بذریعہ ''سیٹلائٹ فون'' اُس کا رابطہ رہتا تھا۔ مجاہدین کو روس کے خلاف جدید ترین اسلحہ پہنچانا اُس کی ذمہ داری تھی جسے وہ بخوبی نبھا رہا تھا۔ تمام مجاہدین حلقوں میں اسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔

سی آئی اے کے پاس چونکہ اتنی مہلت تھی ہی نہیں کہ وہ یہاں موجود ''این جی اوز'' چلانے والوں کی سکریننگ کرتے پھریں نہ ہی یہ اُن کا سر درد تھا۔ کوئی بھی ایسا طریقہ یا شخصیت جو کسی بھی طرح اُن کے ''کاز'' میں معاون ہو اُن کے لیے قابل قبول تھی۔ جہاں تک پاکستانی سیکورٹی ایجنسیوں کا تعلق تھا وہ ''کام کے بے پناہ پریشر'' اور ''جہاد کو منطقی

انجام تک پہنچانے'' کی جو ذمہ داریاں انہوں نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھا رکھی تھیں اس کے بعد اتنا وقت بھی باقی نہیں بچتا تھا کہ وہ اس طرف توجہ دیں۔ یوں بھی جس برق رفتاری سے امریکہ سے ڈالروں سے بھرے کریٹ آ رہے تھے انہیں وصول کر کے ''مجاہدین'' تک پہنچانا اتنا اہم اور مشکل کام تھا کہ اس کے بعد کسی اور کام کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی تھی۔

پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیوں پر کام کے پریشر کا اندازہ اور احساس ''موساد'' سے زیادہ اور کسے ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اس صورتحال کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ابتدا ہی میں امریکہ میں آباد اپنے یہودی ایجنٹوں کو جو ''موساد'' کی نظر نہ آنے والی فوج کا ہمیشہ سے بازوئے شمشیر زن رہے ہیں میدان عمل میں اتار دیا۔

جوزف بوڈنسکی بھی ان میں سے ایک تھا!

آرتھوڈوکس یہودی ہونے کے ناطے اسرائیل کی عظمت کے لیے مر مٹنا ہی اُس کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا جس سے اُس نے کبھی پہلو تہی نہ کی۔ اُسے ''جہاد'' کے آغاز ہی میں ''این جی او'' کا کور (cover) اور ڈالروں کے بریف کیس دے کر ''موساد'' نے پشاور میں داخل کر دیا تھا اور جوزف بوڈنسکی کا کمال یہ تھا کہ وہ دنوں میں مجاہدین کی محبوب شخصیت بن گیا۔ اکثر اُس کے ہاتھ میں انگریزی زبان میں ترجمہ ہوئی کوئی حدیث یا قرآن حکیم کی کتاب ہوتی۔ بوڈنسکی ان میں جہاد سے متعلق آیات نشان زد کر کے مجاہدین کو ٹوٹی پھوٹی پشتو میں سناتا اور اُن کی ہمدردی اور عقیدت سمیٹ کر اپنا اُلو سیدھا کرتا رہتا۔

''موساد'' کے لیے پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی طرح صرف دو تین ہمسایہ ممالک ہی کبھی کوئی مسئلہ نہیں رہے بلکہ وہ مڈل ایسٹ سے یورپ، امریکہ سے افریقہ اور روس سے پاکستان تک ساری دنیا کو اپنا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ پاکستان میں عام حالات میں ''موساد'' کو کبھی اس طرح کھل کر کام کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا جو انہیں جہاد افغانستان کی مہربانی سے مل گیا۔

جوزف بوڈنسکی نے یہاں خود کو عیسائی ڈیکلیئر کیا ہوا تھا کیونکہ امریکن نژاد

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ہونے کے ناطے اُس کے پاسپورٹ پر مذہب کا خانہ نہیں ہوتا۔ یوں بھی جہاد میں حصہ لینے والے اُس کے پاسپورٹ سے زیادہ اُس کی جیب پر نظر رکھتے تھے کیونکہ انہیں بھی اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ جہادی ثمرات سے مالا مال ہونے کا موقعہ شاید تاریخ انہیں دوبارہ کبھی نہ دے اور دولت کی جو فراوانی انہیں یہاں میسر تھی وہ دوبارہ کبھی دیکھنے کو نہ ملے۔ جوزف بوڈنسکی شاید واحد ایسا امریکن سوشل ورکر تھا جس کو مجاہدین کے تمام گروپوں میں یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ پشاور میں ہر مجاہد گروپ کا آفس قائم تھا۔ یہ لوگ سوائے ایک دوسرے کے باقی سب پر اعتبار کر لیا کرتے تھے لیکن ایک دوسرے کی اصلیت جاننے کی وجہ سے عموماً ایک دوسرے پر اعتبار نہیں کرتے تھے۔ ان مجاہد کیمپوں کے دور نزدیک آئے روز کسی نہ کسی مجاہد لیڈر کی شہادت کی خبر مل جایا کرتی تھی جسے بارود سے اڑایا جاتا یا پھر اندھی گولی کا نشانہ بننا پڑتا جو عموماً ان گروپس کی آپس کی مناقشت کا شاخسانہ ہوتا تھا لیکن...... اسے ''اسلام دشمن کارروائی'' قرار دے کر کھوہ کھاتے میں ڈال دیا جاتا۔

''موساد'' اس صورتحال کو برقرار رکھنے اور بڑھاوا دینے میں اہم کردار ادا کر رہی تھی چونکہ امریکہ اور کسی حد تک پاکستانی ایجنسیوں کا مقصود بھی یہی تھا کہ ان کی طاقت منتشر رہے اس لیے وہ اسے تائید غیبی جان کر خوش ہوا کرتے تھے۔ اس بات کا تردد عموماً نہیں کیا جاتا تھا کہ یہ کھیل کون سے ''خفیہ ہاتھ'' کھیل رہے ہیں۔

حیات آباد کے اس مہاجر کیمپ میں مکانوں کی دیواریں مٹی سے بنائی گئی تھیں جن پر ترپال یا پھر لکڑیوں اور گھاس پھونس کی چھتیں ڈال کر گزارہ کیا جا رہا تھا۔ یہاں بجلی موجود تھی جو عموماً غائب رہتی لیکن رات کو بالخصوص اس کا کم ہی استعمال ہوتا تھا کیونکہ یہاں مختلف گروپس کے مجاہدین کمانڈروں کا آنا جانا لگا رہتا تھا اور وہ اپنی شناخت پوشیدہ رکھنا پسند کرتے تھے۔

عام حالات میں کسی کو تلاش کرنا کار دارد تھا لیکن اُس روز جوزف بوڈنسکی حیرت انگیز طور پر اس کیمپ کی درجنوں گلیوں سے گزرتا اُس کچے مکان کے سامنے پہنچ گیا جو قریباً اس کیمپ کے وسط میں موجود تھا۔

لکڑی کے دروازے کو کھٹکھٹانے پر اندر سے جو مجاہد برآمد ہوا اُس کے کندھے سے کلاشنکوف لٹکی تھی اور ہاتھ میں ٹارچ کے ذریعے اُس نے بوڈنسکی کے چہرے پر روشنی ڈالی اور اُسے پہچانتے ہوئے ''یا شیخ'' کا نعرہ بلند کیا۔

وہ لوگ جوزف بوڈنسکی کو ''شیخ'' ہی سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ جب بھی اُس کی آمد ہوتی وہ شیخ کی طرح ان پر زبانی اور عملی انعامات کی بارش ضرور کرتا تھا۔

جوزف بوڈنسکی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے کینوس بیگ سے جس کے بوجھ سے اُس کا بازو دکھنے لگا تھا چاکلیٹ اور سگرٹوں کے ڈبے کا ایک ایک پیکٹ نکالا اور ''سلام علیکم'' کا زوردار نعرہ لگاتے ہوئے اس کی طرف بڑھا دیا۔

''شکراً شکراً یا شیخ''

مجاہد نے اُس کے ہاتھوں سے تحائف جھپٹتے ہوئے کہا اور درباری انداز میں جھک کر اُسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

جوزف بوڈنسکی اندر داخل ہوا تو صحن کے ایک کونے میں برآمدے سے ملحقہ کمرہ سے روشنی چھن کر باہر آتی دکھائی دی جس سے اُسے احساس ہو گیا کہ اُس کا مہمان اندر موجود ہے۔ برآمدے کے باہر دو اور مسلح مجاہدوں نے اُس کا استقبال کیا جو بوڈنسکی سے زیادہ اس کے بیگ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

جوزف بوڈنسکی یہاں بھی ''سلاما لیکم'' کا نعرہ لگاتا کمرے میں گھس گیا جہاں نادر شاہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اُس کا منتظر تھا۔ نادر شاہ اور اُس کا ساتھی باری باری گرمجوشی سے جوزف بوڈنسکی سے بغلگیر ہوئے۔ پھر تینوں فرش پر بچھے قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ رہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

یہ شمالی اتحاد کے مجاہد تھے۔ احمد شاہ مسعود نے پنج شیر وادی پر اپنا قبضہ برقرار رکھ کر وہاں روسی فوج کو ناکوں چنے چبوائے تھے یا نہیں؟ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہوگا لیکن حیرت انگیز طور پر یہودی پریس نے اُسے ابھی سے نمایاں کوریج دینی شروع کر دی تھی۔ گلبدین حکمت یار، رسول سیاف، حقانی اور ان جیسے درجنوں کمانڈروں کو جو طویل عرصے سے مصروف جہاد تھے یکسر نظر انداز کر کے ''ٹائم''، ''نیوز ویک'' اور امریکن پریس نے احمد شاہ مسعود کو ہیرو بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا تھا جس کا ایک خاص پس منظر تھا۔

''موساد'' نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ جلد یا بدیر روس کو شکست ہو جائے گی اور اس کے بعد افغانستان کا نقشہ کیا ہونا چاہئے؟

اگر یہاں مصروف جہاد سب مجاہد فارغ ہو گئے تو وہ فلسطین کا رخ کرتے اور قبلہ اول کو آزاد کروانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتے۔ اسرائیلی حکومت کی شدید خواہش تھی کہ یہ طوفان اُدھر کا رخ کرنے کے بجائے یہیں مصروف جہاد رہے اور افغانستان کے بعد اگلا میدان جہاد اسرائیل کے بجائے پاکستان بنے۔

اُن کی نگاہ انتخاب نے احمد شاہ مسعود کا انتخاب یوں ہی نہیں کیا تھا۔

احمد شاہ مسعود بڑا زیرک اور بہادر کمانڈر ہونے کے علاوہ فارسی بولنے والے مجاہدین کا سب سے مضبوط کمانڈر سمجھا جاتا تھا۔ اُس نے جس علاقے کو اپنا مسکن بنا رکھا تھا وہ سنٹرل ایشیا کی گزرگاہ تھی۔ پنج شیر کے غار سے گزر کر ہی قافلے سنٹرل ایشیا تک رسائی حاصل کر سکتے تھے۔ اگر پشتو بولنے والے مجاہدین یہاں قابض ہو جاتے تو پاکستان کے قدرتی حلیف ہونے کے ناطے وہ پاکستانی تجارتی قافلوں کے لیے اس گزرگاہ کو کھول دیتے اور پاکستان کو واقعی جہاد میں دی گئی قربانیوں کے ثمرات حاصل ہو جاتے۔ جبکہ بھارت اور اسرائیل دونوں یہ نہیں چاہتے تھے اور اس مرحلے پر ''را'' اور ''موساد'' مل کر احمد شاہ مسعود کی پوزیشن اتنی مضبوط کرنا چاہتے تھے کہ وہ آنے والے دنوں میں پاکستانی حمایت یافتہ مجاہدین کے لیے مستقل سر درد بنا رہے اور دونوں حکومتیں اس کے ذریعے اپنے گھناؤنے مقاصد کو

آسانی سے بروئے کار لا سکیں۔

جوزف بوڈنسکی نے اس منصوبے پر بڑی کامیابی سے عمل کیا تھا۔

افغانستان میں گزشتہ پچاس سال سے سرگرم عمل بھارتی انٹیلی جنس ایک معاہدے کے تحت اُس کی معاون تھی اور اب وہ لوگ اس پوزیشن میں آ گئے تھے کہ احمد شاہ مسعود کو مستقبل میں ''اپنا آدمی'' ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔

بوڈنسکی نے بیگ سے سگریٹ، چاکلیٹ اور ڈالروں کے بنڈل نکال کر اُن کے سامنے رکھے اور قہوے کی وہ پیالی اٹھا کر منہ سے لگا لی جو ابھی ابھی ایک خادم اُن کے لیے وہاں رکھ گیا تھا۔

''خان شکریہ ادا کر رہا تھا......'' نادر خان نے احمد شاہ مسعود کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا۔

''اس میں شکریہ والی کوئی بات نہیں میرے دوست، یہ ہمارا فرض ہے۔ ہم ایمانداری سے سمجھتے ہیں کہ افغانستان پر اگر کسی کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہے تو وہ صرف شمالی اتحاد ہے کیونکہ سب سے زیادہ قربانیاں بھی آپ نے دی ہیں اور روس کو شکست دینے میں سب سے مضبوط اور اہم کردار بھی آپ لوگوں کا ہے۔ محض اس بنیاد پر کہ پشتو بولنے والوں کی تعداد زیادہ ہے انہیں حکومت کا حق نہیں دیا جا سکتا......''

بوڈنسکی نے تام چینی کی چینک سے دوبارہ اپنی پیالی بھرتے ہوئے کہا۔

''انشااللہ ایسا ہی ہوگا لیکن حیرت کی بات ہے کہ امریکی حکومت اس بات کو کیوں نہیں سمجھتی......وہ ابھی تک سات جماعتی اتحاد سے کیوں چمٹے ہوئے ہیں......''

نادر شاہ الجھن کا شکار دکھائی دے رہا تھا۔

''میرے دوست! میں یہاں حکومت امریکہ نہیں بلکہ امریکن عوام کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ جو لوگ ہمیں لاکھوں ڈالر مجاہدین کی امداد کے لیے دیتے ہیں اُن کے جذبات اور خیالات نہ صرف آپ تک پہنچاؤں بلکہ اُن کے مشن کو بھی آگے بڑھاؤں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

میں کسی انٹیلی جنس ایجنسی کا نمائندہ نہیں نہ ہی میرا تعلق کسی مجاہد گروپ سے ہے۔ میرے لیے تم سب لوگ قابل احترام ہو لیکن انصاف کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا...... امریکن عوام سمجھتے ہیں کہ یہ متعصب لوگ ہیں ان کا جدید زندگی سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی یہ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن شمالی اتحاد کے روابط مغربی دنیا سے بہت گہرے ہیں اور آپ ماڈریٹ بھی ہیں۔ اس لیے ہم اس خطے میں آپ کی حکومت چاہتے ہیں اور مستقبل میں ایسا ہی ہوگا۔"

اُس نے حسب معمول بڑے مدبرانہ، مشفقانہ اور دوستانہ انداز میں احمد شاہ مسعود کے نزدیکی ساتھی کو الو بناتے ہوئے کہا۔

چند روز پہلے ہی احمد شاہ مسعود نے اُن سے جدید اسلحے کی فرمائش کی تھی اور اسلحہ کی جو لسٹ انہیں فراہم کی تھی وہ سارا اسلحہ "را" اور "موساد" نے ازبکستان کے راستے بلیک مارکیٹ سے خرید کر انہیں پنج شیر میں پہنچا دیا تھا۔ وہ اس "ڈیل" سے سی آئی اے اور آئی ایس آئی کو بھی بے خبر رکھنا چاہتے تھے۔

احمد شاہ مسعود نے اس "ڈیل" کی تکمیل پر بہت خوشی کا اظہار کیا تھا۔ "موساد" نے خاص سازش کے تحت بھارتی حکومت کو آگے کیا ہوا تھا۔ اسے اب بھی اس بات کا خوف تھا کہ کہیں احمد شاہ مسعود اس معاملے میں یہودیوں کی شمولیت پر مشکوک نہ ہو جائے اور اُن کی ساری محنت ہی اکارت چلی جائے۔

احمد شاہ مسعود کو ملنے والا سارا اسلحہ "موساد" نے روسی افواج کے بھگوڑے جرنیلوں سے ہی خریدا تھا جو روس کی شکست و ریخت کو یقینی جان کر اپنا مستقبل یورپ کے بنکوں میں محفوظ کرنے پر ساری توانائیاں صرف کر رہے تھے اور یہ "موساد" کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

لیکن...... احمد شاہ مسعود اور شمالی اتحاد کے باقی کمانڈروں کے لیے یہ ناقابل یقین تحفہ تھا جس کی مدد سے وہ افغانستان کی کسی بھی حکومت کو ناکوں چنے چبوا سکتے تھے اور اب وہ اس پوزیشن میں آ چکے تھے کہ افغانستان میں قائم ہونے والی کسی بھی حکومت کے

لیے چیلنج بن سکیں۔

اپنے مشن کی کامیاب تکمیل پر کامیابی سے سرشار جوزف بوڈنسکی جب اپنے آفس میں واپس پہنچا تو ایک اہم پیغام اُس کا منتظر تھا۔

"واشنگٹن سے فوراً رابطہ کرو"

پیغام پڑھ کر وہ مسکرایا کیونکہ واشنگٹن کے جو انگریزی ہجے لکھے گئے تھے وہی اُس کا خاص کوڈ تھا جس کا مطلب تھا کہ اُسے "موساد" کی انتہائی اہم شخصیت سے بات کرنی ہے۔

اُس نے بڑے اطمینان سے اپنے سیٹلائٹ فون کے ذریعے واشنگٹن میں اپنی این جی او کے مین آفس کا نمبر ملایا اور دوسرے ہی لمحے وہ لائن پر آفس میں موجود "ڈائریکٹر صاحب" سے بات کر رہا تھا۔

"ویل ڈن! شاباش! اب تم واپسی کی تیاری کرو"

دوسری طرف سے انتہائی مختصر بات کر کے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

جوزف بوڈنسکی حیران تھا کہ اُسے اچانک واپس بلانے کا فیصلہ کیوں کر لیا گیا ہے جبکہ وہ یہاں بڑی کامیابی سے "موساد" کے اہداف حاصل کر رہا ہے اور صرف احمد شاہ مسعود تک رسائی اور اُس کی ہمنوائی ہی اتنا بڑا کارنامہ تھا جس کی اہمیت سے کوئی عقل کا اندھا بھی انکار کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

"ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی" اس کے دل و دماغ نے راہنمائی کی۔

جوزف بوڈنسکی جانتا تھا کہ جن لوگوں نے اُسے یہاں بھیجا ہے اور جس حساس نوعیت کا وہ کام کر رہا ہے اُس کے بعد اُسے نظر انداز کرنا تو ممکن نہیں اور اس بات کا بھی اُسے یقین تھا کہ حفاظتی نقطہ نظر سے اُس کی نگرانی بڑی سختی سے کی جا رہی ہوگی اور اسے واپس بلانا بھی اُس کے حق میں اچھا فیصلہ ہوگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

واشنگٹن سے جو فیصلہ اُس تک پہنچا تھا وہ امریکہ کے بجائے اسرائیل میں کیا گیا تھا۔ تل ابیب کے مضافاتی علاقے میں موجود ''موساد'' کے ہیڈ کوارٹر کے ایک انتہائی اہم آپریشنل روم میں کرنل اولیور کوہان اپنے سامنے دھری دو اہم فائلوں کا تیسری مرتبہ جائزہ لے رہا تھا۔ ایک فائل امریکہ سے آنے والی ایک اہم رپورٹ تھی اور دوسری پاکستان میں موجود بھارت کے ہائی کمشن سے دہلی میں ''را'' کے لیے بھیجی گئی ایک اہم رپورٹ۔ یہ دونوں رپورٹس اُس کے سامنے دھری تھیں اور اُسے آج ہی ان پر اہم فیصلہ لینا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے کرنل اولیور کوہان نے پش بٹن دبایا۔ دوسرے ہی لمحے اُس کی خوبصورت سیکرٹری وہاں موجود تھی۔

''فائل نمبر ایکس-69 لے آؤ''

اُس نے مختصر حکم دیا۔

اور...... سیکرٹری الٹے قدموں پر گھوم گئی۔

اسے تو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ایکس-69 فائل کیا ہے؟ لیکن اس بات کا اسے یقین تھا کہ اُس کی حفاظت میں رکھی گئی تین سو فائلوں کے تمام ٹائٹل اور ان میں موجود اہم دستاویزات کرنل اولیور کوہان کو زبانی حفظ ہیں۔ کمبخت نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔

سیکرٹری کو فائل ''ایکس-69'' افغانستان والے حصے میں مل گئی جو اُس نے چند منٹ بعد کرنل اولیور کوہان کی میز پر پہنچادی۔

''نوفون......''

کرنل نے فائل پکڑتے ہوئے اُس کی طرف دیکھ کر صرف دو الفاظ کہے۔ اور سیکرٹری دوبارہ اپنی جگہ پر واپس پہنچ گئی۔

جب کرنل اولیور کوہان کی طرف سے ''نوفون'' کا حکم ملے تو وہ سوائے چھ اہم ترین شخصیات کے اور کوئی فون اُس تک منتقل نہیں کرتی تھی خواہ اُس کی نوعیت کیسی ہی خطرناک کیوں نہ ہو۔

کرنل کوہان نے فائل کی ورق گردانی شروع کی جس میں ''را'' اور ''موساد'' کے مشترکہ پراجیکٹ ''احمد شاہ مسعود'' کو پھانسنے اور الو بنانے کی مکمل کہانی لکھی تھی اور اُس تازہ ترین اسلحے کی کھیپ کا تذکرہ بھی موجود تھا جس کے ذریعے احمد شاہ مسعود کو مستقبل میں مکمل تحفظ فراہم کردیا گیا تھا۔

فائل ایک طرف رکھ کر اُس نے اپنا سگار سلگایا اور دھویں کے مرغولے بنا کر کچھ سوچتے ہوئے اپنے سامنے دھری وہ فائل اٹھائی جو ''را'' کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس فائل میں موجود رپورٹ کے مندرجات کا اُس نے دوبارہ سنجیدگی سے جائزہ لینا شروع کیا۔

یہ انڈین ہائی کمشن اسلام آباد میں موجود ''را'' کے انڈر کور (under cover) آفیسر کی رپورٹ تھی جس میں ایک انتہائی قابل اعتماد سورس (source) کے ذریعے اطلاع ملی تھی کہ جہاد کے لیے آنے والے ''حماس'' کے ایک گروپ لیڈر نے ''امریکن این جی او'' کے انچارج جوزف بوڈنسکی کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کرلیا تھا کیونکہ یہ شخص انہیں مشکوک محسوس ہوا ہے۔ اپنی ایک نجی محفل میں اُس نے عرب دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرتے ہوئے جوزف بوڈنسکی کی شخصیت کو مشکوک بتایا اور اُس کا آزادانہ گھومنا پھرنا اور مجاہدین خصوصاً شمالی اتحاد کے مجاہدین سے انتہائی نزدیکی تعلق ان لوگوں کے لیے شک کا باعث بنا تھا۔

اس ''سورس'' نے یقین ظاہر کیا تھا کہ اگلے چند روز میں یہ لوگ جوزف بوڈنسکی کو مار ڈالیں گے کیونکہ وہ یہ جان چکے ہیں کہ جوزف بوڈنسکی عیسائی نہیں بلکہ یہودی ہے اور اُس نے اپنے آپ کو یہاں عیسائی بتایا ہوا ہے۔

کرنل اولیور کوہان بوڈنسکی کا ذاتی دوست تھا۔ دونوں کا تعلق پولینڈ سے تھا اور وہ بھاگ کر امریکہ پہنچے تھے۔ جوزف بوڈنسکی نے امریکہ آباد ہونے اور کرنل کوہان نے اپنے خوابوں کی سرزمین اسرائیل کا انتخاب کیا تھا۔ اس نے فوج میں کمیشن لیا جہاں سے وہ ''موساد'' میں چلا گیا اور اب یہاں اہم خدمات انجام دے رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

''موساد'' کے لیے جوزف بوڈنسکی کی خدمات ایک پیشہ ور ''موساد'' کا انٹیلی جنس آفیسر ہونے کے ناطے کرنل کوہان کے نزدیک کوئی ایسا معیار نہیں تھا کہ جس کی بنا پر وہ جوزف بوڈنسکی کی جان بخشی کا فیصلہ کرتا کیونکہ ''موساد'' کا اصول تھا کہ کسی بھی ایجنٹ کے مشکوک ہونے کے فوراً بعد اس سے ''نجات'' حاصل کر لی جائے اس کے بعد وہ اُن کے لیے سوائے مسائل کے اور کچھ پیدا نہیں کر سکتا۔

لیکن...... وہ لوگ امریکہ میں جس اہم پراجیکٹ پر کام کر رہے تھے اُس میں جوزف بوڈنسکی اُن کے لیے ناگزیر تھا۔

''موساد'' نے مستقبل میں ہونے والی عالمی دہشت گردی کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ سی آئی اے کے برعکس اُن لوگوں کو اس بات کا یقین تھا کہ ایک مرتبہ روس کا شیرازہ بکھرنے کے بعد جہاں دنیا سے ''بیلنس آف پاور'' ختم ہو جائے گا وہاں مسلمان مجاہدین کے حوصلے بھی بڑھ جائیں گے اور وہ روس تک محدود نہیں رہیں گے۔ اس کے بعد جہاد کا یہ طوفان اسرائیل بھارت اور امریکہ کا رخ کرے گا کیونکہ تینوں ممالک ایک ہی مشن پر کام کر رہے تھے۔

امریکنوں نے افغانوں اور عرب مجاہدین کو جدید ترین ہتھیار فراہم کر کے روس سے تو اپنا حساب برابر کر لیا تھا لیکن ''موساد'' کے نزدیک اپنے لیے لاینحل مسائل بھی کھڑے کر لیے تھے کیونکہ بارود کا جتنا جدید ترین استعمال ان مجاہدین کو آ گیا تھا اُس کے بعد اُن سے کوئی بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

''موساد'' جانتی تھی کہ اس وقت ''سی آئی اے'' کا پرائم ٹارگٹ روس ہے اور وہ روس کے چکر میں اپنے ملک میں پیدا ہونے والے سیکورٹی تھریٹ (security threat) کو نظر انداز کر رہی ہے۔ جو اُن مسلمان گروپس کی شکل میں جنم لے رہے تھے جو امریکہ میں اپنی شناخت بطور مسلمان قائم رکھنے کے لیے انتہا پسندی کی طرف مائل تھے اور اُن کے درجنوں ساتھی افغانستان میں تربیت بھی حاصل کر چکے تھے۔ ''موساد'' ان مسلمانوں کو اپنے

لیے بڑا خطرہ سمجھتی تھی کیونکہ یہ لوگ جدید دنیاوی تعلیم کے حامل بھی تھے اور اسلام سے اُن کی کومٹ منٹ بھی ناقابل تردید تھی۔

امریکہ میں موجود مختلف مسلم گروپس سے متعلق ''موساد'' کے پاس ''اپ ٹو ڈیٹ'' اطلاعات موجود رہتی تھیں اور کرنل اولیور کوہان کے سامنے جو دوسری فائل دھری تھی وہ شیخ گیلانی سے متعلق تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ تیزی سے امریکی مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے گو کہ اُس کی طرف سے ابھی تک جہادی حوالے سے کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی کیونکہ وہ خود صوفی تھا اور اس کے پیروکار بھی مکمل صوفی تھے جن کی زندگی کا مقصد بندگی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

لیکن...... اس رپورٹ میں چونکا دینے والی دو باتیں تھیں۔ ایک تو اُس کے مریدوں کے انوار و مشاہدات اور دوسرے اُس کی طرف سے اپنے طالبین کو شہروں سے دور مضافات میں اکٹھا کر کے اُن کی نئی بستیاں آباد کرنا اور وہاں اُن سے اسلام کے شعائر کی مکمل پابندی کروانا۔

کرنل کوہان جانتا تھا کہ یہ مسلمان اگر اس طرح منظم ہونے لگے تو اُن کے لیے بڑا مسئلہ پیدا کریں گے۔ اُس کے مشکوک اور مسلم دشمن دماغ نے اُس کو یہی راہ دکھائی تھی کہ ضرور یہ کوئی خطرناک گروہ ہے جو امریکہ کے اندر ہی اندر کسی خفیہ اسلامی انقلاب کے لیے صف بندی کر رہا ہے۔

اس مرحلے پر ہی اُن کے لیے لازم تھا کہ وہ اس گروپ کو ابھی سے قابو کر لیں اور پاکستان سے یہاں آنے والے شیخ گیلانی کو جس سے متعلق پاکستان سے حاصل کردہ معلومات میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اُس نے سب سے پہلے جہاد افغانستان کے متعلق فتویٰ جاری کیا تھا اور اُس کی تحریک پر ہی وہاں سینکڑوں مسلمانوں نے اس جہاد میں مال و جان سے حصہ لینا بھی شروع کر دیا تھا۔

یہ بات اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ افغانستان کے جہاد پر اپنے پیروکاروں کو لگا کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ گیلانی امریکہ میں کیا کر رہا ہے۔

اس مرحلے پر امریکہ میں جوزف بوڈنسکی کی ضرورت کا اُسے شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ پاکستان میں اُس کی جان کو یوں بھی خطرہ لاحق تھا اور اُس نے اپنا مشن بھی قریباً مکمل کر لیا تھا اب وہاں کے معاملات ''را'' آسانی سے سنبھال سکتی تھی۔ اس نے فوراً جوزف بوڈنسکی کو امریکہ پہنچ کر شیخ گیلانی کی سرکوبی کا حکم دیا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ شیخ گیلانی کے لیے ایسے حالات پیدا کر دیے جائیں کہ وہ یہاں سے جان بچا کر پاکستان چلا جائے یا پھر اُسے امریکہ ہی میں ختم کر دیا جائے۔

✡✡✡✡✡

جوزف بوڈنسکی تیسرے روز جان ایف کینیڈی ائرپورٹ پر کھڑا تھا۔

اُس نے یہاں سے اپنے گھر جانے کے بجائے واشنگٹن میں اپنی ''این جی او'' کے ہیڈ آفس کا رخ کیا جہاں ایک ''اہم دوست'' دو گھنٹے پہلے تل ابیب سے آنے والی ایک فلائٹ کے ذریعے اُس سے ملاقات کرنے پہنچا تھا۔

بوڈنسکی اپنے آفس پہنچا تو کرنل اولیور کوہان کو اپنا منتظر پایا۔ دونوں نے گرم جوشی سے معانقہ کیا اور اُس کمرے میں چلے گئے جسے بطور خاص اس طرح تیار کیا گیا تھا کہ یہاں کسی بھی طرح کی نقب لگانا ممکن ہی نہیں تھا۔ ناں تو یہاں سے کوئی آواز باہر جاتی تھی نہ شیشوں کے باہر سے کوئی اندر جھانک سکتا تھا البتہ اندر والے کو باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اس کمرے میں ایسے انتظامات موجود تھے کہ یہاں سے فون پر ہونے والی گفتگو راستے میں کہیں بھی نہ تو ''بگ'' ہوتی تھی نہ ہی اس کو ریکارڈ کیا جا سکتا تھا۔

کرنل کوہان نے اسے تحفظات میں پڑے بغیر نئے مشن سے آگاہ کرتے ہوئے شیخ گیلانی سے متعلق حاصل تمام معلومات کا ڈیٹا فراہم کر دیا تھا۔ اُس نے بوڈنسکی سے کہا تھا کہ یہ اُس کے لیے چیلنج کیس ہے اور اُسے اس چیلنج پر بہر صورت پورے اترنا ہے۔

کرنل کوہان جو عام شہری کی حیثیت سے سفر کر رہا تھا یہاں سے اکیلا باہر نکلا اور اپنے اُس میزبان کے گھر چلا گیا جہاں اُسے آج رات قیام کرنا تھا۔ اگلے روز شام کی پرواز سے وہ لندن واپس جا رہا تھا۔ ایک ''معروف بزنس مین'' کی حیثیت سے اُس کا یہ سفر بڑا کامیاب تھا۔

✡✡✡✡✡

جوزف بوڈنسکی اگلے روز گیلانی کے مرکز پر پہنچ گیا۔

جرسی سٹی میں موجود اس مرکز میں طالبوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ یہاں درجنوں غیر مسلم بھی روزانہ آتے کوئی ''قرآنک تھراپی'' کروانا چاہتا تھا، کوئی اسلام میں دلچسپی ظاہر کرتا، کسی کو تصوف سے شغف تھا۔ شیخ گیلانی کے دروازے سب کے لیے کھلے تھے وہ یہاں کوئی دہشت گرد تنظیم تو نہیں بنا رہا تھا کہ کسی سے خوفزدہ ہوتا۔

جوزف بوڈنسکی جس نے امریکہ آمد کے فوراً بعد اپنے چہرے پر موجود ڈاڑھی کو منڈوا دیا تھا اور اب مکمل کلین شیو ہو چکا تھا اپنا حلیہ اتنا تبدیل کرنے کے بعد یہاں پہنچا کہ عام حالت میں اُس کا کوئی نزدیکی جاننے والا ہی اُسے پہچان سکتا تھا۔ اُس نے اپنا نام بھی تبدیل کر لیا تھا۔

شیخ گیلانی کی خانقاہ پر وہ تین دن اور راتیں موجود رہا۔ اس دوران اُس نے شیخ گیلانی کو ٹھونک بجا کر دیکھ لیا تھا اسے بظاہر تو کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دی تھی جو فوری خطرے کا باعث بنے۔

لیکن...... جس تیزی سے وہ امریکی معاشرے خصوصاً افریقن امریکن مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کر رہا تھا اور جتنی عقیدت اُس نے ان مسلمانوں میں اس کے لیے دیکھی تھی اُس سے بوڈنسکی کے شیطانی ذہن نے بھی یہی رائے قائم کی کہ یہ شخص کسی بھی مرحلے پر اگر اپنے پیروکاروں کو جلتی آگ میں کودنے کا حکم دے تو وہ بلا حیل و حجت اُس کی تعمیل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کریں گے۔

نومسلموں کی بڑھتی ہوئی تعداد جوزف بوڈنسکی کے نزدیک خطرناک حیثیت اختیار کرنے لگی تھی۔ اُس کی موجودگی میں گیارہ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا تھا جن میں تین سفید فام مسلمان بھی تھے۔ اُس نے شیخ گیلانی سے اس دوران ایک طالبعلم کی حیثیت سے تین چار ملاقاتیں کر کے اس بات کا بخوبی اندازہ کر لیا تھا کہ شیخ گیلانی کوئی عام شخصیت نہیں ہے۔

پشاور میں اپنے قیام کے دوران اُس نے درجنوں مسلمان سکالروں، مجاہدوں اور عالموں سے ملاقاتیں کی تھیں لیکن اس شخص کو اُس نے سب سے الگ پایا۔ خدا جانے اُس کی شخصیت میں ایسا کیا سحر تھا کہ اُس کے ساتھ چند منٹ تک گفتگو کرنے والا اُس کا گرویدہ ہو کر رہ جاتا تھا۔

وہ اپنے سامعین کے سوالوں کے جوابات بڑی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے دیتا تھا اور بعض تلخ سوالات پر ایک لمحہ کے لیے بھی اُس کے چہرے پر کوئی تغیر نہیں آتا تھا۔ وہ ہر وقت نارمل دکھائی دیتا تھا۔ ایک ایسا انسان جسے اپنے اردگرد کے ماحول سے صرف اتنی ہی دلچسپی تھی کہ وہ خود اُس کا ایک حصہ ہے۔

اگلے روز وہ چپ چاپ وہاں سے غائب ہو گیا۔ اب اُسے اپنے شیطانی کھیل کا آغاز کرنا تھا۔ وہ صرف ''موساد'' کا ایجنٹ ہی نہیں ایک نظریاتی یہودی بھی تھا جس کے نزدیک مسلمانوں کا کسی بھی حیثیت سے دنیا میں مضبوط ہونا ناقابل معافی جرم تھا۔

جوزف بوڈنسکی کی روانگی کے قریباً ایک ہفتہ بعد ایک روز کیلیفورنیا کے شہر لاس اینجلس میں موجود ایف بی آئی کے سب ہیڈکوارٹر میں ایک اہم فائل موصول ہوئی۔ اس نوعیت کی فائلیں اور اطلاعات انہیں ملتی رہتی تھیں لیکن اس فائل پر بڑی محنت سے کام کیا گیا

تھا۔ مسلمانوں کے مرکز ''بلد اللہ'' کی ایک خفیہ فلم بنائی گئی تھی جس میں یہاں مسلمانوں کو مکانات تعمیر کرتے، اسلامی شعائر ادا کرتے، عورتوں کو ''حجاب'' میں اور مردوں کو شرعی انداز میں دکھایا گیا تھا۔

''بلد اللہ'' میں موجود ایک چھوٹے سے گراؤنڈ میں کچھ مسلمان نوجوان ایکسرسائز کر رہے تھے۔ شاید وہ مارشل آرٹس کی مشق کر رہے ہوں گے لیکن اُن کی فلم اس انداز سے تیار کی گئی تھی کہ یہ مشق کوئی ''جنگی مشق'' دکھائی دے۔

اس فلم میں مسلمانوں کو خالی ہاتھ اور لاٹھی سے لڑتے اور حملہ روکنے کی تربیت دیتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

اس نوعیت کے تربیتی مراکز امریکہ کے گلی کوچوں میں ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے لیکن فلم بنانے والے کا کمال یہ تھا کہ اُس نے اس میں مکمل سنسنی خیزی پیدا کر دی تھی۔ ''بلد اللہ'' میں اسلامی ڈسپلن قائم کرنے کے لیے عورتوں اور مردوں کو جتنی بھی مشقیں کروائی جاتی تھیں اُن سب کو جنگی تربیتی مشقیں قرار دے کر یہ کہا گیا تھا کہ اس مقام پر جس کا نام مسلمانوں کے اس ''cult'' نے ''بلد اللہ'' رکھا ہے کسی غیر مسلم کو داخلے کی اجازت نہیں اور یہ فلم جان جوکھوں میں ڈال کر بنائی گئی ہے۔

اس فلم کے ساتھ ٹائپ شدہ تحریر میں ان مسلمانوں کے خطرناک عزائم کی نشاندہی کرنے کے بعد یہ بتایا گیا تھا کہ ان کا مرشد شیخ علی گیلانی ایک تربیت یافتہ مجاہد کمانڈر ہے جس نے افغان جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی شیخ گیلانی کا وہ ''فتح نامہ'' منسلک تھا جو اُس نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں شائع کروا کر دنیا میں تقسیم کیا تھا جس میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے روس کے ٹوٹنے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خوشخبری دی گئی تھی اور شیخ گیلانی کی طرف سے حکومت پاکستان کو تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر افغان جہاد میں بھرپور حصہ لینے اور روس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی نوید دی گئی تھی۔

افغان جہاد میں برسرپیکار روسی بارہ کمانڈروں کے نام اور پشاور میں اُن کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ایڈریس دینے کے بعد بتایا گیا تھا کہ شیخ گیلانی کے ان لوگوں سے براہ راست روابط ہیں اور وہ امریکہ میں بھی جہاد کے جراثیم پھیلانے کے مشن پر آیا ہے۔ اُس کی جماعت کے مسلمان افغان جہاد میں حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

رپورٹ میں بعض ایسی مضحکہ خیز باتیں درج تھیں جن کا سچ سے دور دور تک کوئی علاقہ ہی نہیں تھا لیکن جس انداز سے یہ رپورٹ تیار کی گئی تھی اُس کے بعد ایف بی آئی والوں کا نارمل رہنا ممکن نہیں تھا۔

رپورٹ بھیجنے والے نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا تھا کہ وہ شیخ گیلانی کے مخالف ایک مسلمان گروپ سے تعلق رکھتا ہے اور شیخ گیلانی کا "طالب" بھی رہ چکا ہے۔ اُس نے جلد ہی اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ شیخ گیلانی تصوف کی آڑ میں دراصل امریکہ میں افریقن مسلم کے ذریعے انارکی پھیلانے کے مشن پر آیا ہے کیونکہ وہ خود ایک امریکن مسلم ہے اور اُسے اپنے وطن سے بے پناہ محبت ہے۔ اس محبت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ تمام معلومات خود جمع کر کے ایف بی آئی تک پہنچائے۔

اُس نے لکھا تھا کہ فی الوقت وہ اپنا صحیح نام اور ایڈریس نہیں دے سکتا بصورت دیگر شیخ گیلانی کے پیروکار اُسے قتل کر دیں گے کیونکہ ابھی تک وہ شیخ گیلانی کے پیروکاروں ہی میں شامل ہے۔ البتہ اُس نے یہ ضرور لکھا تھا کہ "جذبہ حب الوطنی کے تقاضوں" کے پیش نظر وہ اپنی جان پر کھیل کر ایف بی آئی تک ایسے ثبوت پہنچاتا رہے گا۔ جب وہ لوگ اپنا کام مکمل کر لیں اور شیخ گیلانی اور اُس کے پیروکاروں کو گرفتار کر لیں گے تو وہ بھی منظر عام پر آ کر اُن کے خلاف گواہی دے گا لیکن فی الوقت اُس کے منظر عام پر آنے سے شیخ گیلانی اور اُس کے ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے اور عین ممکن ہے وہ ایسے ثبوت ہی غائب کر دیں جن کے ذریعے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جا سکتا ہے۔

مارشل آرنلڈ اپنے سامنے رکھے ٹی وی مانیٹر پر فلم بار بار چلا کر دیکھ رہا تھا۔ اُس کے ساتھ ایف بی آئی کے وہ ماہرین بھی موجود تھے جو کسی بھی چالاکی کو پکڑنے میں کمال

رکھتے ہیں۔ فلم دیکھنے کے بعد اُن کا متفقہ فیصلہ تھا کہ فلم کے تمام سین اصلی ہیں اور بعد میں کچھ شامل نہیں کیا گیا۔ فلم بنانے والے کا کمال یہی تھا کہ اُس نے ایک صحیح چیز کو غلط بنا کر پیش کر دیا تھا۔

مارشل آرنلڈ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اٹھ کر اپنے میز پر آ گیا۔ اب وہ فریز نو میں اپنے آفس سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔ اُسے شیخ گیلانی کے متعلق معلومات درکار تھیں اس کے بعد ہی وہ کوئی قدم اٹھا سکتا تھا۔

صبح کے سات بجے تھے جب غلام جیلانی "بلد اللہ" سے اپنے کام پر جانے کے لیے کار میں نکلا۔ اُس کا مکان حال ہی میں مکمل ہوا تھا جہاں وہ اپنی بیوی ہادیہ کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ ہادیہ افریقن امریکن مسلم تھی اور اُس کے والد نے اُس کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ "بلد اللہ" ہی کے اسلامک سنٹر میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دیا کرتی تھی اور شام کو سپیشل کوچنگ کرتی تھی۔ دونوں میاں بیوی مطمئن اور بڑی روح پرور زندگی گزار رہے تھے۔

غلام جیلانی نے کیلیفورنیا میں اکاؤنٹینٹ کی جاب تلاش کر لی تھی اور اُس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ مغرب کی نماز "بلد اللہ" میں ادا کرے۔ شیخ گیلانی کی آمد یہاں اکثر ہوتی تھی عموماً وہ سفر ہی میں رہتے تھے اور آج کل نیویارک کی اپ سٹیٹ میں ایک اور اسلامی بستی اسلامبرگ کے نام سے تیار کرنے میں کوشاں تھے۔

"بلد اللہ" سے ہائی وے تک آنے کے لیے اُسے قریباً چار کلومیٹر کا وہ راستہ طے کرنا پڑتا تھا جسے ان لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر کیا تھا۔ اس وقت وہ اسی راستے سے سفر کرتا اب اُس ذیلی سڑک پر پہنچ چکا تھا جس سے گھوم کر اُسے ہائی وے پر جانا تھا جہاں سے قریباً ایک گھنٹہ کی ڈرائیو (drive) کے بعد اُس کا آفس آتا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

غلام جیلانی نے اپنی گاڑی کے ٹیپ ریکارڈر میں سلطان باہوؒ کے کلام کی کیسٹ لگا رکھی تھی جس کے ساتھ ساتھ اُس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا گیا تھا۔ سڑک قدرے سنسان ہونے کے سبب وہ اردگرد کے ماحول سے قدرے بے نیاز بھی تھا۔

اچانک ہی اُسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی جنگی میدان میں پہنچ گیا ہو۔ اُس کے سر پر ہیلی کاپٹر منڈلانے لگا تھا...... جس کے کھلے دروازے پر ایک گن بردار مارشل پوزیشن لیے بیٹھا تھا۔ ہیلی کاپٹر اُس کی کار کے بالکل سامنے آیا تو اسے FBI کے بڑے بڑے الفاظ دکھائی دیئے۔

اُس کے ساتھ ہی اُس کے دائیں اور بائیں دو برق رفتار گاڑیاں آ گئیں جن کے سائرن مسلسل چیخ رہے تھے۔ شاید یہ سب لوگ کسی کونے کھدرے میں چھپ کر اُس کا انتظار کر رہے تھے اور اب اُس کے سر پر اچانک ہی مسلط ہو گئے تھے۔

غلام جیلانی کو خوف سے زیادہ حیرت اور حیرت سے زیادہ غصہ آ رہا تھا۔ اُسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ ان لوگوں کو اچانک کیا ہو گیا۔ وہ کوئی مجرم نہیں، کوئی مفرور نہیں، پھر یہ لوگ آخر کیا کرنے جا رہے ہیں۔

''گاڑی روک کر باہر نکل آؤ''

ہیلی کاپٹر سے آواز سنائی دی۔

غلام جیلانی نے سڑک کنارے گاڑی روکی تو دونوں کاروں نے اُسے اس طرح گھیر لیا جیسے ایک لمحے کی غفلت پر وہ انہیں دھماکے سے اڑا دے گا۔ اُن سے دس بارہ ایف بی آئی کے مسلح ایجنٹ اُس کی طرف بندوقیں اور پستولیں تانے کھڑے تھے جن میں سے ایک نے اُس کے ماتھے کو نشانہ بناتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ایک کارڈ کی جھلک اُسے دکھائی۔

''ایف بی آئی...... ہاتھ اوپر اٹھاؤ''

اُس نے چیخ کر کہا۔

غلام جیلانی نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

''اپنا منہ کار کی طرف کرو''

دوسرا حکم ملا اور اُس نے اس کی بھی تعمیل کر دی۔

''اپنی ٹانگیں کھول دو''

اگلا حکم ملا۔ غلام جیلانی نے اس پر بھی عمل کیا۔

اس کے ساتھ ہی وہ پستول بردار آگے بڑھا۔ اُس نے غلام جیلانی کو سر سے پاؤں تک دونوں ہاتھوں سے ٹھونک بجا کر اطمینان کرنے کے بعد اُسے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لے جانے کا حکم دیا۔

اور...... غلام جیلانی کے دونوں ہاتھوں کو ہتھکڑی لگا کر اُسے بازو سے پکڑ کر اپنی کار تک لے آیا۔

اب تک غلام جیلانی خاموش تھا۔

لیکن...... اب اُس کا غصہ ناقابل برداشت ہونے لگا تھا۔ اچانک ہی شیخ گیلانی کا چہرہ اُس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

''آزمائش اللہ کی سنت ہے۔ اس سے بچے رہنے کی دعا کیا کرو۔ لیکن ایسا ہو جائے تو بے قابو نہ ہونا۔ خندہ پیشانی سے حالات کا مقابلہ کرنا اور اللہ سے مدد مانگنا۔ یاد رکھو صبر اور تسلیم و رضا ہی تمہارے بہترین ہتھیار ہیں۔ صابر رہو اللہ پر شاکر رہو۔ یاد رکھنا تم نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے اس پر چلتے ہوئے تم پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں گی لیکن اگر تم ثابت قدم رہے تو دنیا اور آخرت دونوں میں ایسے ایسے انعامات سے نوازے جاؤ گے کہ جن کا تم گمان بھی نہیں کر سکتے۔''

شیخ گیلانی کی زبان سے نکلے الفاظ اُس کے کانوں میں رس گھولنے لگے۔ وہ مسکرایا اور چپ چاپ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مارشل آرنلڈ جو خود اس سارے آپریشن کی نگرانی کر رہا تھا بطور خاص اُس کی حرکات اور چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتا رہا۔ اُس کے نزدیک یہ زندگی کا حیرت انگیز تجربہ تھا کہ اتنے بڑے اور خطرناک ''کلٹ'' (cult) کے ممبر پر ذرا سی گھبراہٹ طاری نہیں ہوئی تھی۔

''کہیں مجھ سے غلطی تو نہیں ہوگئی''

اچانک ہی مارشل آرنلڈ کا ضمیر جاگا۔ وہ کیتھولک عیسائی تھا اور ایک مذہبی گھرانے سے تعلق نے ایف بی آئی میں رہنے کے باوجود اُس کو ابنارمل انسان نہیں بننے دیا تھا۔

''میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ پھر ابھی کوئی رائے کیسے قائم کی جاسکتی ہے''

اس نے خود کو جواب دے کر مطمئن کیا۔

دونوں گاڑیاں برق رفتاری سے اپنی منزل کی طرف چل دیں جبکہ غلام جیلانی کی کار کی دو ایجنٹوں نے اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد مطمئن ہو کر خود سنبھالی اور اب وہ بھی اسے سیف ہاؤس کی طرف لے جا رہے تھے جہاں اُسے لے جایا گیا تھا۔

غلام جیلانی پچھلی سیٹ پر مطمئن بیٹھا آنکھیں بند کیے ''ذکر'' میں مشغول تھا جب کار ایک جھٹکے سے رکی۔ بلڈنگ میں موجود مسلح گارڈز نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور ایک جلوس کی شکل میں اُس کمرے تک پہنچ گئے جہاں اُس سے تفتیش کی جانی تھی۔ اُس کی ہتھکڑی کھول کر ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ درمیان میں ایک میز تھی جس کے سامنے کرسیوں پر مارشل آرنلڈ اور اس کا ماتحت بیٹھے تھے۔ درمیان میں ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا۔

غلام جیلانی مستقل ''ذکر'' میں مصروف تھا اور اُس کے دل سے تمام وہم، خدشے اور خوف نکل چکے تھے۔ وہ ایسا مطمئن دکھائی دے رہا تھا جیسے یہ سب کوئی کھیل تماشا ہو۔ درود شریف پڑھ کر اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکا اور انہیں اپنے چہرے پر پھیر کر اُن کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُن سے مخاطب ہوا۔

''تم لوگ جو کوئی بھی ہو۔ میں تمہیں اس حرکت کے لیے معاف کرتا ہوں کیونکہ میرا اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ میرا نام غلام جیلانی ہے۔ میرا تعلق مسلم آف امریکہ سے ہے، ہم اپنے شیخ علی گیلانی کے ''طالب'' ہیں۔ انہوں نے ہماری زندگیوں میں انقلاب برپا کیا۔ ہم راہ گم کردہ انسان تھے وہ ہمیں راستی پر لائے۔ ہم اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، اللہ نے ہمیں اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا تھا اور ہم یہاں وحشیوں، درندوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ الحمدللہ اب ہم راہ راست پر آ گئے ہیں اور اپنی زندگیوں سے مطمئن ہیں کیونکہ ہمیں مقصد زندگی حاصل ہوگیا......''

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''تم ایک دہشت گرد تنظیم کے ممبر ہو۔ تمہارا شیخ بین الاقوامی دہشت گرد ہے اور تم لوگ امریکن عوام کے قتل عام کا منصوبہ بنا رہے ہو۔ تم امریکہ پر قبضے کی تیاریاں کر رہے ہو''

آرنلڈ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اُس کا یہودی نائب چیخا۔

آرنلڈ نے اُس کی طرف ڈانٹنے والی نظروں سے دیکھا کیونکہ یہ پروٹوکول کی بھی سخت خلاف ورزی تھی کہ وہ آرنلڈ سے پہلے کچھ کہے۔

''میں تمہاری کسی بات کا غصہ کرنے کے بجائے تمہارے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تمہیں بھی میری طرح ہدایت نصیب فرمائے''

غلام جیلانی نے اتنے پرسکون لہجے میں یہ بات کہی کہ ایک مرتبہ تو آرنلڈ کا نائب بھی سٹپٹا گیا۔

''دیکھو ہماری تمہاری کوئی دشمنی نہیں۔ ہم تمہارے شیخ کے بھی دشمن نہیں لیکن ہمارے پاس ایسی اطلاعات ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ تمہارے عزائم بڑے خطرناک ہیں''

اس مرتبہ آرنلڈ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

''مجھے آپ کی بات سن کر تعجب ہوا''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

غلام جیلانی نے جواب دیا۔

''تم اپنے متعلق بتاؤ تم مائیکل سے غلام جیلانی کیسے بن گئے؟''

آرنلڈ نے اپنے سامنے دھری فائل کو کھول کر اُس پر ایک نظر ڈالنے کے بعد سوال کیا۔

اور...... جواب میں غلام جیلانی نے اُسے وہ ساری کہانی سنا دی جسے وہ اب تک کئی غیر مسلموں کو سنا کر دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی سعادت حاصل کر چکا تھا۔

''ویل ڈن''

اُس کی بات کے خاتمے پر پھر آرنلڈ کے نائب نے طنزیہ لہجے میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

''شاندار کہانی ہے۔ کسی کو بھی بیوقوف بنایا جا سکتا ہے لیکن ہمیں نہیں...... سمجھے تم؟''

اُس نے اچانک غصے سے چیختے ہوئے کھڑے ہو کر کہا۔

''ڈیوڈ سٹ ڈاؤن (sit down) پلیز''

آرنلڈ کے منہ سے بے اختیار نکلا تو ڈیوڈ قدرے جھینپ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے محسوس کیا کہ واقعی وہ اپنے بزنس رولز کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

''اگر تم چاہو تو ہمارے ان سوالوں کا جواب دو اگر نہ چاہو تو نہ دو۔ اگر تم چاہو تو اپنے وکیل بلا سکتے ہو...... اُس سے مشورہ کر سکتے ہو...... ہم نے ابھی تک تمہاری کوئی بات ریکارڈ نہیں کی۔ لیکن اب تمہاری ہر بات ریکارڈ کی جائے گی جو عدالت میں تمہارے خلاف بطور ثبوت بھی پیش کی جا سکتی ہے''

آرنلڈ نے غلام جیلانی سے کہا۔

''مجھے کسی وکیل کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ہر سوال کا جواب میں بغیر کسی جبر و اکراہ کے دے رہا ہوں۔ آپ کے ساتھی کا چیخنا چلانا مجھے نہیں ڈرا سکتا کیونکہ ہم صرف اللہ

سے ڈرتے ہیں۔ ہم نے اپنی جانوں کا سودا اللہ سے جنت کے عوض کر لیا ہے۔ اب ہم ہر خوف سے بے نیاز ہیں...... آپ سوال کریں۔''

غلام جیلانی کے اس جواب نے جیسے آرنلڈ کے پیروں تلے زمین نکال دی تھی۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ جس طرح وہ اور اُس کا ماتحت امریکن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غلام جیلانی کو ہراساں کر رہے ہیں اس کے بعد وہ اپنے وکیل کو بلا کر اُن کا ناطقہ بند کرا دے گا لیکن...... اس پر تو کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

آرنلڈ نے ایک کونے میں دھری میز پر رکھے ٹی وی اور وی سی آر پر وہ فلم چلائی جو انہیں موصول ہوئی تھی اور جگہ جگہ فلم روک کر اُس سے سوالات کرتا رہا۔ غلام جیلانی نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ مل جل کر اسلامی طریقے سے زندگی گزارتے ہیں اور انہوں نے جو ایکسر سائز (exercise) دکھائی ہیں وہ اُن کی معمول کی ورزش ہے جو وہ اپنے بچوں اور نوجوانوں کو کرواتے ہیں تاکہ وہ چاک و چوبند رہیں۔

اُس نے آرنلڈ کو امریکی آئین کی مختلف دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ امریکہ میں بندوق، پستول چلانا سیکھنا کوئی جرم نہیں۔ مارشل آرٹس میں کوئی بھی شخص جتنا کمال چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ امریکہ میں ایسے ہزاروں ادارے موجود ہیں جو دن رات یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اُس نے آرنلڈ کو بتایا کہ امریکہ میں چھاتہ برداری، فلائنگ جمپ، جہاز اڑانے، حتیٰ کہ کمانڈو بننے کی تربیت بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور وہ لوگ اگر صرف اسی کیسٹ کی بنیاد پر انہیں ٹارگٹ بنا رہے ہیں تو یہ غیر اخلاقی ہی نہیں غیر قانونی بات بھی ہے۔ وہ چاہے تو اُن پر مقدمہ قائم کر سکتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا۔

دو گھنٹے کی مغز ماری کے بعد آرنلڈ اس بات کا قائل ہو گیا کہ اُن کو کسی نے ٹیپ کے ذریعے ٹریپ کیا ہے اور اس نے غلام جیلانی کو گرفتار کر کے جھک ماری ہے۔

اُس نے غلام جیلانی کو اپنے ہاتھ سے کافی کا مگ بنا کر دیا اور اُس سے اجازت لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس کمرے میں ایف بی آئی کے ماہرین کی ایک ٹیم جس

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

میں اُن کا ماہر وکیل بھی شامل تھا اس ساری تفتیش کی کارروائی کو مانیٹر کر رہے تھے۔

''کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟''

آرنلڈ نے اُن کی طرف دیکھا۔

''بادی النظر میں تو یہ کوئی جرم دکھائی نہیں دیتا''

وکیل نے اپنی رائے پیش کی۔

دس منٹ تک وہ آپس میں بحث کرتے رہے جس کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے پاس غلام جیلانی کو حراست میں رکھنے کے لیے انتہائی ناقص شہادت اور ناکافی ثبوت ہیں۔ اگر وہ یہ ثبوت لے کر اُس کا ریمانڈ لینے کے لیے عدالت میں گئے تو عین ممکن ہے عدالت کا جج اُن پر عدالت کا وقت ضائع کرنے کی کارروائی نہ کر دے۔

''میں اسے معافی مانگ کر رہا کر رہا ہوں''

اُس نے اپنے ساتھیوں سے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

کسی نے کوئی تبصرہ نہ کیا۔

آرنلڈ تفتیش والے کمرے میں واپس آ گیا۔ اب اُس کے لیے سب سے مشکل مرحلہ غلام جیلانی کو مطمئن کرنا اور اس بات کی ضمانت حاصل کرنا تھا کہ وہ ایف بی آئی کو عدالت میں نہیں گھسیٹے گا۔

''میں نے آپ سے شروع ہی میں کہا تھا کہ میں آپ کو اس زیادتی پر پیشگی معاف کرتا ہوں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے میرے ذریعے آپ تک صحیح صورتحال پہنچائی اور میں آپ کو صحیح صورت حال بتانے میں کامیاب ہوا......''

غلام جیلانی نے جواب دیا۔

آرنلڈ کے لیے زمین نہیں پھٹتی تھی کہ وہ اس میں سما جاتا۔ اُس نے غلام جیلانی کے بار بار انکار کے باوجود ایف بی آئی کے فنڈ سے اُسے چیک دیا جو اُس کے بزنس کا وقت ضائع کرنے اور اُسے پہنچنے والی ذہنی اذیت کا ازالہ کرنے کے لیے تھا۔ انہیں تو اب تک اس

بات کا یقین نہیں آ رہا تھا کہ غلام جیلانی انہیں عدالت میں نہیں گھسیٹے گا۔

''آپ کے بضد ہونے پر میں اس لیے یہ چیک قبول کر رہا ہوں کہ آپ کی دل آزاری نہ ہو۔ اس کے باوجود اگر میرے شیخ نے اس کی اجازت نہ دی تو میں اسے قبول نہیں کروں گا''

اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے اُس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

ایک ٹائپ شدہ فارم پُر کر کے وہ باہر آ گیا۔ آرنلڈ خود ایک کار میں اُس کی راہنمائی ہائی وے تک کرنے آیا تھا اُس نے ایک مرتبہ پھر اُس سے معذرت کی تھی۔

غلام جیلانی اپنے آفس پہنچا تو وہ چار گھنٹے لیٹ تھا۔ اُس نے اپنے ''باس'' کو بتا دیا کہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر وہ کس حادثے سے گزرا ہے اور اسے معمول کی کارروائی قرار دے کر چپ ہو رہا۔

شام کو جب وہ معمول کے مطابق ''بلد اللہ'' پہنچا تو اطلاع ملی کہ شیخ گیلانی وہاں موجود ہیں۔ غلام جیلانی اطلاع ملتے ہی شیخ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

''اللہ اکبر...... اللہ نے ہمارا کیس پیش کرنے کے لیے کیسے بہترین آدمی کا انتخاب کیا۔ شاید کوئی اور اس طرح انہیں مطمئن نہ کر پاتا''

شیخ گیلانی نے اٹھ کر اُسے گلے لگاتے ہوئے کہا تو غلام جیلانی کی حیرت دوچند ہو گئی۔ لیکن پھر اسے اپنے شیخ ہی کی بات یاد آ گئی جس نے انہیں کہا تھا کہ مرشد جب اپنے ''طالب'' کا ہاتھ پکڑتا ہے تو پھر اُسے کسی بھی مرحلے پر نظر انداز نہیں کرتا۔ طالب کے ساتھ وہ سائے کی طرح محافظت کرتا ہے۔ راہنمائی کرتا ہے۔ اُسے مشکل سے نکالتا ہے اور اُس کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ اپنے ساتھ اُسے بارگاہ محمدی ﷺ میں حاضری کرواتا ہے تو ہی وہ مرشد خالص ہے ورنہ فراڈ ہے......''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اور آج شیخ گیلانی نے اسے ثابت بھی کر دیا تھا۔

اُسے یاد آ گیا جب ایف بی آئی والے اسے ہتھکڑی لگا رہے تھے تو شیخ گیلانی اُس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا اور اُسے وہ سبق یاد دلا رہا تھا جو اُس نے انہیں ابتدا ہی میں دیا تھا۔

✡✡✡✡✡

ڈیوڈ گھر پہنچا تو ایک سرپرائز اُس کے لیے موجود تھا۔ اُس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلا تھا اور دنیا میں اُس کے علاوہ صرف ایک آدمی کو اس کی اجازت تھی کہ وہ جب چاہے بغیر اجازت اُس کے گھر میں داخل ہو جائے۔ لیکن اس مرتبہ مہمان نے چونکہ اُسے فون کرنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی اس لیے احتیاطاً اُس نے اپنا پستول پوزیشن میں کر لیا اور بڑے محتاط قدموں سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

اپنی دانست میں وہ بہت محتاط اور سمارٹ بن رہا تھا لیکن اچانک ہی اُسے اپنی پشت سے جوزف بوڈنسکی کی آواز سنائی دی۔

"کبھی بھول بھی جایا کرو یار کہ تم ایف بی آئی میں کام کرتے ہو۔"

ڈیوڈ پھرتی سے گھوما تو سامنے جوزف بوڈنسکی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دونوں آج ڈیڑھ سال بعد اچانک آپس میں مل رہے تھے۔ اس دوران گو کہ مہینے میں ایک آدھ مرتبہ اسے بوڈنسکی کا فون ضرور مل جایا کرتا تھا جس میں وہ اُس کی صرف خیر خیریت دریافت کرتا اور بس......

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

لیکن...... آج اس طرح بغیر اطلاع کے اُس کی آمد؟

''ضرور دال میں کچھ کالا ہے''

ڈیوڈ کے دل نے کہا۔

''ہیں...... ہیں...... بھئی وہ ڈاڑھی مونچھیں...... ایک دم صفاچٹ''

ڈیوڈ نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھ کر بے تکلفی سے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''وہ کام ختم ہو گیا میرے دوست! اب نئی مہم آن کھڑی ہوئی ہے''

اُس نے ڈیوڈ کا ہاتھ پکڑ کر سٹنگ روم کی طرف جاتے ہوئے کہا جہاں کافی کا ایک مگ پہلے سے موجود تھا شاید وہ پہلے سے کافی پی رہا تھا:

''میرا خیال ہے تم اپنے لیے کافی خود ہی تیار کر لو......''

جوزف بوڈنسکی نے بڑی بے تکلفی سے ڈیوڈ سے کہا۔

''نو پرابلم''

ڈیوڈ نے اپنے جسم سے ہولسٹر اور پستول کا بوجھ الگ کر کے ایک کونے میں دھری میز پر رکھ دیا۔

''کیسی چل رہی ہے نوکری؟''

اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے جوزف بوڈنسکی نے پوچھا۔

''معمول کے مطابق...... وہی اک چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو ہی اب ہے''

ڈیوڈ قدرے مزاحیہ موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

دونوں کی دوستی دس سال پرانی تھی۔

اُن دنوں وہ نیا نیا ایف بی آئی میں آیا تھا اور ایک شادی کی تقریب میں شامل تھا جو بوڈنسکی اور اُس کے مشترکہ دوست تھے۔ اس دوست نے ہی اُس کا جوزف بوڈنسکی سے تعارف کروایا تھا جس نے پہلی ہی نظر میں اُسے ''موساد'' کے لیے منتخب کر لیا تھا۔

جوزف بوڈنسکی کو اُس پر زیادہ محنت کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش نہ آئی تھی کہ دنیا کا ہر یہودی پہلے ہی سے پچاس فی صد سے زیادہ اسرائیلی ایجنٹ ہوتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہنے کے باوجود اس کی ہمدردیاں ہمیشہ اسرائیل کے ساتھ رہتی ہیں اور وہ ''عظیم اسرائیل'' کی ترقی میں اپنا حصہ دامے درمے قدمے سخنے ضرور ڈالتا ہے۔

جوزف بوڈنسکی اسے تین چار ملاقاتوں ہی میں راہ پر لے آیا۔ اُس نے ڈیوڈ کو باور کروا دیا تھا کہ دنیا کے کسی بھی ملک کا شہری ہونے کے باوجود ایک یہودی کی حیثیت سے وہ سب سے پہلے اسرائیل کا وفادار ہے۔ یہ کوئی سیاسی فلسفہ نہیں بلکہ اُس کی مذہبی تعلیمات ہیں۔

اور...... ڈیوڈ اُس سے زیادہ پرجوش انداز میں اُس کے خیالات کی وکالت کرنے لگا۔

جوزف بوڈنسکی نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ عظیم اسرائیل کی خدمات کے سلسلے میں وہ کبھی کبھی اُسے زحمت دیا کرے گا۔ اس دوران وہ ہر سال باقاعدگی سے اسرائیل جانے لگا جہاں وہ جاتا تو اپنی پرائیویٹ حیثیت سے تھا لیکن وہاں ''موساد'' کا مہمان ہوتا تھا۔ اُسے ''موساد'' کی طرف سے زبردست پروٹوکول کے ساتھ ساتھ ہر مرتبہ ''برین واشنگ'' کے لیے نیا ذہنی انجکشن بھی لگا دیا جاتا تھا۔

جوزف بوڈنسکی اُس کا بے تکلف دوست بن چکا تھا۔ وہ ڈیوڈ کے ذریعے ایف بی آئی کو کئی مرتبہ ''مس گائیڈ'' کر چکے تھے۔ کسی بھی عربی نژاد مسلمان کو مشکوک بنانے کے لیے اُس کے خلاف جعلی ثبوت تیار کرنا اور اُسے ایف بی آئی میں موجود متعلقہ لوگوں تک پہنچانا ہی دراصل ان دونوں کا مشن تھا۔ اب تک جوزف بوڈنسکی ایسے درجنوں فلسطینی نوجوانوں کو مشکوک بنا کر اُن کے لیے مسائل کھڑے کر چکا تھا جو کسی نہ کسی طرح اسرائیل سے اپنی جان بچا کر امریکہ میں آ جاتے تھے یا پھر جن پر انہیں اس بات کا معمولی سے بھی شک گزرتا کہ وہ فلسطینی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی میں کوئی بھی کردار ادا کر رہے ہیں یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مستقبل قریب میں اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ڈیوڈ کو ان خدمات کا بڑا معاوضہ بھی ملتا تھا اور ''موساد'' نے اپنے ''طریق واردات'' کے عین مطابق اُس کا ایک غیر ملکی اکاؤنٹ بھی کھلوا دیا تھا۔

یہ ''موساد'' کا اپنے ایجنٹ کو زندگی کے آخری سانس تک قابو رکھنے کے لیے بڑا ہی شاندار حربہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ جس ایجنٹ کا غیر ملکی اکاؤنٹ کھل جاتا وہ پھر ساری زندگی ''موساد'' کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے طریق کار (Modus Operandi) کے مطابق ''موساد'' ہمیشہ by way of deception کا اصول اپناتی تھی۔

اس حقیقت کا ادراک رکھنے کے باوجود کہ کوئی بھی یہودی النسل اسرائیل سے غداری کا تصور نہیں کرسکتا اور وہ اپنی بساط بھر کوشش کے ساتھ مرتے دم تک اسرائیل کی خدمت میں بھی جُتا رہے گا، ''موساد'' نے کبھی اپنی Modus Operandi کو فراموش نہیں کیا تھا۔ اُن کے نزدیک سوائے اپنی ذات کے دنیا کا ہر دوسرا شخص جس میں اُن کے بیوی، بچے، والدین اور دوست احباب بھی شامل تھے ہمیشہ مشکوک رہتے تھے۔ اور انہیں اس بات کی تربیت دی جاتی تھی کہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھیں، اُن کی طرف سے کسی بھی غیر معمولی سلوک یا حرکت کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔

امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں میں شاید ہی کوئی ایسا خوش قسمت یہودی آفیسر تھا جو ''موساد'' کے لیے براہ راست یا بلاواسطہ خدمات انجام نہ دے رہا ہو۔ لیکن کچھ لوگ اُن کے بطور خاص منظور نظر تھے ان میں سے ایک ڈیوڈ بھی تھا۔

ڈیوڈ کی بیوی بیروت میں پیدا ہوئی اور اُس نے اپنی جوانی کا خاصا حصہ اسرائیل میں گزارا تھا۔ وہ امریکہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے آئی اور ڈیوڈ کی بیوی بن گئی۔

اس بات کا ڈیوڈ کو آج تک علم نہیں ہوسکا تھا کہ نتالیا سے اُس کی پہلی ملاقات سے شادی تک سب کچھ ''موساد'' کی پلاننگ کا حصہ تھا۔

نتالیا دراصل ''موساد'' کی طرف سے ڈیوڈ پر ایک مستقل چیک (check)

تھا۔ وہ اپنی حیثیت میں ''موساد'' کے لیے کیا خدمات انجام دے رہی تھی؟ اس کا ڈیوڈ کو کبھی اندازہ نہ ہوسکا۔ ایف بی آئی کا ایجنٹ ہونے کے باوجود وہ اس بات کی کبھی بھنک بھی نہ پاسکا کہ اُس کی بیوی کون ہے؟

''کیا بنا فریز نو والی بستی کا؟''

اچانک ہی جوزف نے اُس سے دریافت کیا تو ڈیوڈ کا ماتھا ٹھنکا۔

''تو وہ..........''

''ہاں وہ ہماری ہی موو (move) تھی''

جوزف نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''لیکن بظاہر تو ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا''

ڈیوڈ نے کہا۔

''تم لوگوں نے ابھی ثبوت والی جگہ چیک کہاں کی ہے۔ ایک شخص کو گرفتار کرنے سے تو ثبوت نہیں ملا کرتا ناں......''

بوڈنسکی نے اُسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

''بہرحال اس مرتبہ تو وہ بچ گئے''

ڈیوڈ نے کہا۔

''لیکن آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔ وہ شیخ گیلانی بہت بڑا دہشت گرد ہے۔ میں نے پاکستان میں اُس کے متعلق تحقیق کی تھی۔ اس نے سب سے پہلے افغانستان کے جہاد کا فتویٰ جاری کیا تھا۔''

بوڈنسکی نے کہا۔

''اگر ایسی بات ہے تو وہ کبھی نہیں بچ پائے گا''

ڈیوڈ نے خیال ظاہر کیا۔

''ہاں! لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم ایف بی آئی کو اس کام پر لگائے رکھیں''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

بوڈنسکی نے کہا۔

دونوں اُس کی بیوی کی آمد تک باتوں میں مصروف رہے۔ دونوں گدھے یہ سمجھتے تھے کہ ڈیوڈ کی بیوی کو اُن کی سرگرمیوں کا علم نہیں اور اُس سے یہ کام چھپا کر ہی کرنا ہے۔

اگلے روز علی الصباح جوزف بوڈنسکی وہاں سے چلا گیا۔

شیخ گیلانی کی ہدایت پر غلام جیلانی نے یہ واقعہ اور کسی کے سامنے ابھی تک نہیں دہرایا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ شیخ گیلانی کے طالبین میں تشویش پیدا ہو یا وہ کسی بات پر اشتعال میں آئیں۔ اُن لوگوں کے ''معمولات'' جاری تھے اور ''ذکر'' کی برکات و فیوض سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔

اُس روز شیخ نے رات کو انہیں کھلے میدان میں ذکر کروایا تو اس میں کچھ نئے لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔ چونکہ یہاں دوسرے شہروں سے ''طالبوں'' کا آنا جانا لگا رہتا تھا اس لیے شیخ گیلانی یا اُس کے کسی پیروکار نے کبھی اس بات کا تردد یا تجسس نہیں کیا تھا۔

''تہجد'' اور ''ذکر'' کے بعد سب نے معمول کے مطابق صبح کی نماز ادا کی اور اب ان میں ''لنگر'' تقسیم ہونا تھا جب اچانک وہاں ایک طوفان بدتمیزی در آیا۔

اچانک ہی تین چار کاریں ہوٹر بجاتیں وہاں پہنچ گئیں۔ اس کے ساتھ ہی آسمان پر ہیلی کاپٹر لہرانے لگا۔ ایک مرتبہ پھر ایف بی آئی کے درجنوں ایجنٹ وہاں آ گئے تھے۔ اس مرتبہ ٹیم کی کمان آرنلڈ کے بجائے کوئی اور مارشل کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے جیسے ہی شیخ گیلانی کی طرف بڑھنا چاہا اُن کے درجنوں طالبین شیخ کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

''پیچھے ہٹ جاؤ انہیں اپنا کام کرنے دو۔''

شیخ نے صورتحال کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

چیف مارشل شیخ کے نزدیک آ گیا۔

''ہم یہاں کی تمام کھانے پینے کی چیزوں کا نمونہ لے کر انہیں لیبارٹری میں ٹیسٹ کروائیں گے۔ یہاں کی تلاشی بھی لی جائے گی۔ ہمیں شک ہے کہ تم ان لوگوں کو کوئی نشہ آور چیز دے کر انہیں حواس باختہ کر رہے ہو اور تم نے یہاں کوئی میکینزم فٹ کر رکھا ہے جس کے ذریعے عجیب و غریب مظاہر دکھا کر ان لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔''

چیف مارشل جو شکل سے ہی بڑا منہ پھٹ دکھائی دے رہا تھا شیخ گیلانی سے کہنے لگا۔ اس سے پہلے کہ اُس کی باتوں سے اشتعال میں آ کر کوئی ''طالب'' غلط حرکت کرے، شیخ گیلانی نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔

''تم بااختیار ہو جو دل چاہے کر سکتے ہو اور قانون کے مطابق تمہیں یہاں کی تلاشی لینے کا بھی اختیار ہے۔ کوئی تمہارے کام میں مداخلت نہیں کرے گا۔ تم اپنا کام اطمینان سے مکمل کر سکتے ہو۔''

''آپ ان لوگوں سے کہیں کہ کارِ سرکار میں مداخلت نہ کریں''

مارشل نے گیلانی سے کہا۔

''نہیں کریں گے''

شیخ گیلانی کے منہ سے نکلا۔ اُس نے ایک نظر وہاں موجود لوگوں پر ڈالی اور سب کو مطمئن رہنے کی تلقین کر کے وہیں اپنے پاس بٹھا لیا۔

''امید ہے تم انہیں ناشتہ کرنے کی اجازت دے دو گے''

شیخ گیلانی نے کہا۔

''ہاں...... کیوں نہیں۔ بس آپ ہمیں جو بھی چیز تیار ہے اُس کا سیمپل حاصل کرنے دیں''

مارشل نے کہا۔

''کر لو......''

شیخ گیلانی بالکل نارمل دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اتنا مطمئن دکھائی دے رہا تھا کہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

ایف بی آئی کی اس چھاپہ مار ٹیم کے بعض ایجنٹ تو ندامت کا شکار ہو رہے تھے۔

ان لوگوں نے وہاں موجود ہر شے کا نمونہ حاصل کیا۔ ایف بی آئی کے ماہرین نے شیخ کے طالبوں کے نو تعمیر شدہ گھروں میں گھس کر وہاں ایک ایک برتن کی تلاشی لی۔ ٹی وی اور ریڈیو سیٹوں کو کھول کر اُن کا جائزہ لیا۔ ایف بی آئی کے کچھ ماہرین نے اپنے ہاتھوں میں عجیب و غریب قسم کے ڈٹیکٹر پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس بستی کے ارد گرد تقریباً ایک کلومیٹر کے ایریا میں چاروں طرف زمین کو ٹھونک بجا کر دیکھا۔ جن درختوں پر "اللہ اور محمد ﷺ" کے اسمائے گرامی چمکا کرتے تھے اُن کا اپنے پاس موجود آلات سے جائزہ لیا اور وہاں موجود پانی اور کھانے کے سیمپل لے کر چلے گئے۔

"ان لوگوں پر تمہارا غصہ جائز نہیں۔ یہ سرکاری ملازم ہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری سرگرمیاں ریاستی معاملات میں مداخلت ہیں یا ہم لوگوں کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں تو انہیں حق حاصل ہے اپنا اطمینان کریں۔ یہ تم لوگوں کے لیے بہتر نہیں کہ حکومت کو تمہاری متعلق ہر طرح کی تفتیش و تحقیق کے بعد اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ تم غلط لوگ نہیں۔ تم انتشار پھیلانے والے نہیں تم تو محبتیں تقسیم کرنے والے اور مخلوق کے خیر خواہ ہو۔"

اُن لوگوں کے روانہ ہوتے ہی اُس نے اپنے "طالبوں" کو مطمئن کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ غصے میں آ کر کوئی غلط بات اپنے منہ سے نکالیں۔ اور اب طالبین ایسے مطمئن ہو گئے جیسے یہ کوئی معمول کی کارروائی ہو۔

اُس نے انہیں اپنے معمولات جاری رکھنے کی تلقین کی اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اُسے بتا دیا تھا کہ آزمائش شروع ہونے والی ہے۔ اب انہیں ثابت قدم رہنا ہوگا۔ اُس نے اپنے لوگوں کو سختی سے تلقین کی کہ کسی بھی صورتحال پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اشتعال میں نہ آئیں اور کسی بھی حالت میں زبان اور ہاتھ دونوں پر کنٹرول رکھیں۔

"میں تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ کسی بھی زیادتی کو اللہ کی آزمائش جان کر اُس پر صبر

اور تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنا۔ تم اُس نبی کریم ﷺ کی امت ہو جن کے موزے خون سے بھرے تھے اور جن کے سامنے عزرائیل علیہ السلام کھڑے ہو کر عرض کر رہے تھے۔ "یا رسول اللہ ﷺ اگر حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا دوں جن کے درمیاں یثرب کی بستی آباد ہے تاکہ آپ پر دشنام طرازی کرنے والے، ظلم و ستم ڈھانے والے ملیامیٹ ہو جائیں۔" لیکن آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور فرمایا عین ممکن ہے ان کی آئندہ نسلوں میں کوئی ایمان لے آئے...... میں تمہیں اسوہ رسول ﷺ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ تم جس راستے کے مسافر ہو وہ آزمائشوں سے بھرا ہے۔ اللہ سے مدد مانگو اور صبر اختیار کرو۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔"

اُس کے منہ سے نکلے ایک ایک لفظ کا اثر اُس کے طالبین کے چہروں پر نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سب مطمئن اور کسی بھی اگلی آزمائش کے لیے تیار کھڑے تھے۔

اُس روز شیخ گیلانی شام کے بعد اپنی اگلی منزل کی طرف چل دیا اور وہ سب اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔

✿✿✿✿✿

چیف مارشل آرنلڈ اور ایف بی آئی کے سینئر افسران میٹنگ روم میں موجود تھے۔ اُن کے سامنے لیبارٹری رپورٹس دھری تھیں۔ کسی بھی کھانے پینے کی شے سے کوئی نشہ آور شے دریافت نہیں ہوئی تھی۔ سب کچھ انتہائی نارمل تھا۔

"امید ہے آپ حضرات کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں اس آپریشن کی ضرورت کیوں نہیں سمجھتا تھا...... ہم لوگ ایک مہذب ملک کے شہری ہیں جہاں قوانین سب کے لیے برابر ہیں۔ جناب ڈپٹی صاحب! اگر کسی شرارتی وکیل کے ہاتھ یہ کیس لگ گیا تو اندازہ کر لیجئے کہ ایف بی آئی کو کتنا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود کہ یہ لوگ کسی پھڈے میں پڑنا پسند نہیں کرتے ہمیں اس مفروضے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس ملک

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

میں ہیومن رائٹس کی تنظیموں کی ابھی تک صحیح تعداد سامنے نہیں آسکی اور کسی ایک تنظیم کے ہاتھ یہ مسئلہ لگ گیا تو ہماری خیر نہیں۔"

اُس نے فاتحانہ نظر حاضرین پر ڈالتے ہوئے کہا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر سٹیفن عجیب وغریب کیفیات کا شکار تھا۔ اُس نے چیف مارشل آرنلڈ کے خلاف تادیبی کارروائی کی دھمکی دی تھی اور اس آپریشن کی کمان اُس کے نائب مارشل کو سونپ کر اپنی دانست میں ایف بی آئی کے ماہرین کی ٹیم ساتھ بھیجی تھی جس سے زمین کی ساتویں تہہ میں چھپی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہ سکے۔ جب سے اُس کے سامنے شیخ گیلانی کے پیروکاروں کی فائلیں آئی تھیں جنہوں نے اپنے تجربات بیان کیے اور اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے انوارات کے مشاہدات کیے ہیں، تب سے سٹیفن شیخ گیلانی کو مکمل فراڈ سمجھ رہا تھا۔

اُس کا کہنا تھا کہ اس سے پہلے بھی امریکہ میں ایسے "کلٹ" آسانی سے پکڑے جا چکے ہیں جن کے پیروکاروں نے اس نوعیت کے دعوے کیے تھے لیکن اصل میں وہ سب کسی شیطانی کھیل یا سازش کا حصہ ہوتے تھے۔ اُس نے فلوریڈا کے اُس کلٹ (cult) کے پیروکاروں کے ساتھ خونریز جنگ لڑی تھی جنہوں نے عالمی شہرت حاصل کر رکھی تھی اور اس جنگ کا اختتام اس cult کے تیس ارکان کی اجتماعی خودکشی پر ہوا تھا۔

اس واقعہ کے بعد سے تو ایف بی آئی والے بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے اور وہ مذہبی حوالے سے قائم ہونے والے کسی بھی نئے مکتب فکر کی شروع ہی سے کڑی نگرانی کرنے لگے تھے۔

شیخ گیلانی کی فائل تو اُسی روز کھل گئی تھی جس روز اُس نے نیو جرسی میں اپنا مشن شروع کیا تھا۔ ایف بی آئی کے مقامی سورس نے اُس کی آمد اور اُس کے ہاں بلیک مسلم (Black Muslims) اور غیر مسلموں کے اجتماع کی رپورٹ پہنچا دی تھی۔ لیکن مقامی ایف بی آئی والوں نے اس کا کوئی خاص نوٹس اس لیے نہ لیا کہ اُن کے نزدیک یہ کوئی

خطرناک کھیل نہیں تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح اس ملک میں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ یہاں مذہب کو ہر شخص کا ذاتی مسئلہ سمجھا جاتا تھا۔

لیکن...... "موساد" نے اپنے طریق واردات سے ایف بی آئی کے شکوک میں بے حد اضافہ کر دیا تھا خصوصاً اس بات سے کہ شیخ گیلانی جہاد افغانستان کا محرک اور اس کے لیے اپنے ملک میں عملی کوششیں بھی کر چکا ہے اس کے معاملے کو خاصا مشکوک بنا دیا تھا۔

"آرنلڈ! کسی کا بے گناہ ثابت ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا۔ ایک ماہر آفیسر کی حیثیت سے تم جانتے ہو ماضی میں کتنے لوگ پہلے بے گناہ ثابت ہوئے اور بعد میں رنگے ہاتھوں پکڑے گئے...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اُس کے خلاف کوئی ثبوت ہمارے ہاتھ نہیں لگا تو یہ اُس کی کامیابی ہے اور ہماری نالائقی...... فی الوقت میں اس رائے پہ اصرار کروں گا"

ڈپٹی ڈائریکٹر سٹیفن کے لیے اپنے غصے پر قابو پانا کار دارد تھا اور وہ اپنی رائے پر ابھی تک مُصر تھا۔

"Boss is always right"

آرنلڈ کو نوکری کا بہترین اصول یاد آ گیا اور اُس نے خاموشی اختیار کر لی۔

"Any comment" (کوئی رائے؟)

سٹیفن نے قدرے نارمل موڈ میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

سب جانتے تھے کہ اُن کی اے سی آر اُن کے ڈپٹی ڈائریکٹر نے ہی فائل کرنی ہوتی ہے اور یہاں کوئی اس پوزیشن میں بھی نہیں تھا کہ آرنلڈ کی طرح سٹیفن کے منہ لگ سکے۔ وہ جانتے تھے ڈپٹی ڈائریکٹر سٹیفن کی یہ کمزوری ہے کہ ایک مرتبہ جو رائے قائم کر لے اُس کو بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

لندن کے اس ڈیپارٹمنٹل سٹور کا شمار دنیا کے چند گنے چنے سٹورز میں ہوتا تھا۔ اس سٹور میں روزانہ دنیا بھر سے ہزاروں گاہک آتے اور شاپنگ کر کے چلے جاتے۔ آج جوزف بوڈنسکی بھی ایک گاہک کی حیثیت سے یہاں آیا تھا۔

وہ اگلے ہی روز نیویارک سے ایک فلائٹ کے ذریعے ہیتھرو پہنچا تھا۔ رات ایک ہوٹل میں گزار کر وہ آج صبح ہی یہاں چلا آیا تھا۔ اپنے ہوٹل سے یہاں آنے تک اُس کی آنکھیں مسلسل کسی تعاقب کرنے والے کو تلاش کرتی رہیں لیکن یہاں پہنچنے تک اُسے یقین ہوگیا تھا کہ برٹش انٹیلی جنس یا تو اس کی نگرانی نہیں کر رہی یا پھر وہ لوگ اُس کی توقعات سے بڑھ کر ہوشیار ہیں۔

دونوں میں سے جو بات بھی صحیح یا غلط ہو جوزف نے دونوں امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا۔ وقتی طور پر اس حوالے سے کسی بھی آمدہ حادثے کے لیے خود کو تیار رکھا تھا۔

اس کی لندن آمد کوئی نئی بات نہیں تھی۔ گزشتہ پانچ سال میں وہ درجنوں مرتبہ لندن آچکا تھا۔ اس میں اُس کے ذاتی سے زیادہ "آفیشل ٹرپ" شامل تھے۔ آج بھی اُس کی آمد اسی سلسلے کی کڑی تھی۔

اُسے دو روز پہلے لندن سے اپنے "دوست" کا فون ملا تھا جس میں "بیٹی کی شادی" پر اُس کی شرکت کی درخواست کی گئی تھی جو اُس نے بڑی فراخدلی سے نہ صرف قبول کر لی بلکہ وہ بھاگا ہوا یہاں چلا آیا تھا جبکہ امریکہ میں اُس کے کئی کام ابھی ادھورے پڑے تھے۔

جوزف بوڈنسکی کی آمد بظاہر تو معمول کی کارروائی دکھائی دے رہی تھی لیکن اس کا ایک خاص پس منظر تھا۔

شیخ گیلانی کے خلاف "موساد" نے سازش کا جو جال بچھایا تھا اُس میں انہیں ابھی تک ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا جو اُن کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

"موساد" نے شیخ گیلانی کے متعلق بعد از خرابی بسیار ایک رائے قائم کر لی تھی اور

وہ اس کو بدلنے کے لیے تیار نہیں تھے کیونکہ پاکستان اور امریکہ میں موجود اُن کے ایجنٹوں نے شیخ گیلانی سے متعلق کوئی بھی پازیٹو رپورٹ نہیں دی تھی۔

"موساد" اُسے صرف ایک "صوفی" ماننے کے لیے تیار نہیں تھی اور اب وہ بہت سنجیدگی سے اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ شیخ گیلانی کے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے جس کے بعد کم از کم اُس کا امریکہ میں قیام ممکن نہ رہے۔

جوزف بوڈنسکی امریکہ میں خاصے سیاسی اثر رسوخ کا حامل تھا۔ وہ امریکی سینٹ کی طرف سے مسائل کے حوالے سے بننے والی مختلف کمیٹیوں کا ممبر اور ری پبلکن پارٹی کی دہشت گردی پر تحقیق کرنے والی ٹیم کا ایک اہم رکن بھی تھا۔

"موساد" کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اُس کے اثر رسوخ سے فائدہ اٹھا کر اپنے حق میں فضا ہموار کر کے ضرور "مثبت نتائج" حاصل کر سکتے تھے اور اس ضمن میں ایک اہم منصوبہ لے کر کرنل کوہان لندن آچکا تھا جس نے اب جوزف بوڈنسکی سے ملاقات کر کے شیخ گیلانی کے خلاف "حکمت عملی" تیار کرنی تھی۔

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے جب سنٹرل لندن میں واقع اس سٹور میں ایک گاہک کی حیثیت سے جوزف بوڈنسکی داخل ہوا۔ قریباً پندرہ منٹ وہ سٹور کے مختلف فلورز پر اشیاء کا جائزہ لیتا رہا۔ بظاہر وہ شاپنگ کے شوقین کسی بھی گاہک کی طرح مختلف اشیا کا جائزہ لینے کے بعد کوئی شے پسند آنے پر اپنے ساتھ موجود "ٹرالی" میں پھینک کر دوسرے حصے کی طرف چلا جاتا تھا۔

لیکن...... حقیقت میں اُس کی جہاندیدہ آنکھیں اپنے دور نزدیک کے گاہکوں میں کسی مشتبہ چہرے کو تلاش کر رہی تھیں۔ عین ممکن تھا کہ یہاں سٹور میں اُس کی نگرانی کی جا رہی ہو۔ ابھی تک وہ اس مفروضے پر قائم تھا لیکن، بظاہر اُسے کوئی تعاقب کرنے والا یہاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس وقت وہ تیسرے فلور کے "گارمنٹس سیکشن" کے جس حصے میں گھوم رہا تھا وہ سٹور کے دوسرے حصوں کے برعکس ذرا کم آباد تھا۔ یہاں روایتی قسم کے مردانہ کپڑے رکھے گئے تھے جن کے خریدار پرانے ڈیزائنوں کو پسند کرنے والے کچھ بوڑھے یا پھر بڑھاپے کی عمر کی طرف پیشرفت کرتے نوجوان ہی تھے۔

اب وہ جس حصے میں پہنچا تھا وہاں اُس کے علاوہ اور کوئی بظاہر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس سیکشن کے اختتام پر سامنے جو ایک کمرہ دکھائی دے رہا تھا اُس کے باہر بڑے بڑے الفاظ میں لکھا تھا "صرف ملازمین کے لیے"!

جوزف بوڈنسکی نے ناقدانہ نظروں سے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا اور اچانک اپنی ٹرالی دھکیلتا تیزی سے اُس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

ٹرالی کو push کرنے سے دروازہ کھلا اور جوزف کمرے میں داخل ہو گیا۔ جہاں ایک کونے میں کرنل کوہان اور اُس کا ساتھی اطمینان سے کافی پیتے ہوئے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔

اُسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر کرنل کوہان نے اُس کے نام کا نعرہ لگایا اور اپنے دونوں بازو سامنے کی سمت پھیلاتا ہوا اُس کی طرف بڑھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے تھے۔ اسی دوران وہاں موجود کرنل کوہان کا ساتھی ٹی وی کا سوئچ آف کرنے کے بعد اُن دونوں کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آرتھر......"

دونوں کے الگ ہٹنے پر اُس نے اپنا ہاتھ جوزف کی طرف بڑھایا جس نے گرمجوشی سے اُس کا ہاتھ دباتے ہوئے اپنا نام دہرایا تھا۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟"

کرسی سنبھالتے ہوئے جوزف نے کہا۔

"نو......نو پرابلم"

کوہان نے مسکراہٹ اچھالی۔

"یہ برٹش بڑے چالاک لوگ ہیں محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اس لیے کچھ دیر ہو گئی"

اُس نے خود ہی دس منٹ دیر کی وضاحت پیش کر دی۔

"نو پرابلم سر"

اس مرتبہ آرتھر نے جواب دیا۔

تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ تین گھنٹے تک اُن کی میٹنگ چلتی رہی۔ اس دوران انہوں نے وہیں معمولی سا لنچ کیا اور ایک پلان پر متفق ہونے کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ سب سے پہلے اپنی شاپنگ ٹرالی گھسیٹتا جوزف بوڈنسکی ہی سٹور سے باہر آیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اسلام برگ نیویارک اسلام ول ساؤتھ کیرولینا، احمد آباد ایسٹ ورجینیا، احمد آباد ویسٹ، علی ول......اور......اور...... یہ سلسلہ پھیلتا جا رہا تھا۔ بالکل سورج کی روشنی کی طرح جو بلندیوں سے پھر میدانوں کا رخ کرتی ہے اور اپنے راستے میں آنے والے تمام اندھیروں کو روشن کرتی چلی جاتی ہے۔

رمضان المبارک کی اس شام جب اسلام ول کی خانقاہ پر شیخ گیلانی کے طالبین اپنے معمول کے مطابق اکٹھے روزہ افطار کر رہے تھے تو اچانک وہ سب چونک پڑے۔ خانقاہ کی دیواروں پر پہلے رنگ و نور کا ایک ہالا بنا چھایا پھر اچانک ''اللہ'' اور محمد ﷺ'' کا روپ دھار لیا۔

سب لوگ حیرانگی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اُن پر رقت طاری ہو رہی تھی اور سب اللہ کی کبریائی بیان کر رہے تھے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد تک یہ نام وہاں چمکتے رہے۔ پوری بستی کو خبر ہوگئی اور تمام مسلمان وہاں جمع ہونے لگے۔

اگلے روز جب یہ خبر پھیلی تو اُن کے ہمسایہ میں رہنے والی ایک کرسچن فیملی ''بیت النور'' اسلام ول میں آ گئی۔ یہ لوگ اپنی آنکھوں سے سارا نظارہ دیکھنا چاہتے تھے۔ مقررہ وقت پر جب دیواروں پر نورانی حروف ظاہر ہوئے تو اس فیملی کے ساتھ آنے والا ایک اور نوجوان جو دراصل اس خانقاہ کو ''فراڈ'' ثابت کرنے کے مشن پر عقیدت مند بن کر آیا تھا اپنے کام میں جت گیا۔ اُس نے فوراً دیوار پر چمکتے اسمائے ربانی کی تصاویر اتارنی شروع کیں۔ اس کے بعد اسمائے ربانی والی جگہ کو ایک خصوصی ڈیٹیکٹر سے چیک کرنا شروع کر دیا۔ اُس نے اپنی دانست میں اسے کوئی الیکٹرونک شعبدہ کاری ثابت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کی حیرت میں اضافہ ہوتا گیا جب اُسے ایسے کوئی شواہد نہ ملے جن سے یہ ثابت کیا جا سکتا کہ یہ نام جعلی طریقے سے چمکائے جا رہے ہیں۔

ساری رات اُس نے خانقاہ میں اسی چکر میں گزار دی۔ کچھ دیر بعد جب نام غائب ہو گئے تو اُس نے دیواروں کا جائزہ لینا شروع کیا جہاں اسمائے ربانی کے نام والی جگہ جلی ہوئی تھی۔ یہ جگہ اسمائے ربانی کے جلال کی تاب نہ لا سکی اور ایسی ہو رہی تھی۔

اگلے روز اس نوجوان نے تصویروں کے پرنٹ نکلوائے تو اُن میں یہ تصاویر موجود تھیں۔ جب فلم چلا کر دیکھی گئی تو بھی موجود تھے۔ اس صورتحال نے اسے گڑبڑا کر رکھ دیا اور اس نوجوان کی طرف سے یہ سارا واقعہ مقامی اخبارات میں تصاویر سمیت شائع ہو گیا۔

اس واقعہ کی اشاعت نے جیوش تنظیم ''یو ڈی ایف'' اور ''اے ڈی ایف'' کو پریشان کر دیا۔ دونوں تنظیموں سے جوزف بوڈسکی کے گہرے روابط تھے اور یہ لوگ اس بات سے خوفزدہ ہو رہے تھے کہ ''بیت النور'' میں اللہ تعالیٰ کے جگمگاتے ناموں کی زیارت کرنے کے لیے صرف مسلمان ہی نہیں عیسائیوں نے بھی جانا شروع کر دیا تھا جو اس دیوار کے نزدیک بیٹھ کر اپنی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

اسلام ول کی خانقاہ بیت النور مرجع خلائق تھی۔

اور یہ بات جوزف بوڈسکی اور اُس کے ساتھیوں کے لیے ناقابل برداشت ہوتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جا رہی تھی۔ انہوں نے بالآخر ایک خطرناک منصوبہ ترتیب دیا تھا۔

یہ بات اُن کے علم میں تھی کہ شیخ گیلانی کو مسلمانوں ہی کے کچھ طبقے پسند نہیں کرتے۔ اس کی وجہ کچھ بھی رہی ہو اُن کی طرف سے شیخ کے خلاف اکثر الزامات لگائے جاتے اور اُس کی تعلیمات کو خلاف اسلام قرار دیا جاتا لیکن شیخ گیلانی نے کبھی ان لوگوں کی کسی بات کا جواب دینا گوارا نہ کیا۔

وہ اپنے پیروکاروں سے کہا کرتا تھا کہ جو کام اللہ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے میں اُس کی ذمہ داری کیوں اٹھاؤں۔ میں نے اپنے معاملات اللہ کو سونپ دیے ہیں اور میرے بُرے بھلے کا ذمہ دار وہی ہے۔ اُس نے مجھے اپنے دین کی ترویج کے لیے منتخب کیا۔ وہی مجھ سے کام لے رہا ہے اور وقت آنے پر وہی میرے یہاں رہنے اور نہ رہنے کا فیصلہ بھی کرے گا۔

اُس کے بعض جذباتی عقیدت مند جب اُس کے خلاف غلط الزامات پر غصے کا اظہار کرتے تو شیخ گیلانی اُن سے یہی کہتا کہ تمہارے لیے صبر ہی بہترین راستہ ہے کیونکہ اللہ ہمیشہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اُن کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو ہر مسئلے پر صابر و شاکر رہنے کی تلقین کرتا اور وہ اپنے شیخ کے فرمان کو اُس کا حکم مان کر خاموشی اختیار کر لیتے۔

* * * * *

نومبر کی اس طوفانی رات فلاڈلفیا کی جامع مسجد میں فاروقی الجمل نے اپنا معمول کا درس دیا۔ وہ بڑے دیندار اور جید عالم دین تھے جن کے وعظ سننے کے لیے امریکہ کے کونے کونے سے مسلمان یہاں اکٹھے ہوا کرتے تھے۔

فاروقی نے یہاں پہلی مرتبہ خطاب نہیں کیا تھا اس سے پہلے بھی وہ درجنوں مرتبہ یہاں آ چکے تھے اور اس علاقے میں اُن کے سینکڑوں عقیدت منداُن کی آمد کے منتظر رہتے

تھے۔ سوال و جواب کی نشست سے فارغ ہو کر جب انہوں نے گھڑی کی سوئیوں پر نظر ڈالی تو رات کے دو بج رہے تھے۔

اگلے روز چونکہ اتوار تھا اس لیے کسی کو ٹائم گزرنے کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ مولانا فاروقی نے اپنی گاڑی نکالی اور معمول کے مطابق مسجد سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہیں اس بات کا احساس نہ ہو سکا کہ ان کی کار کے آگے اور پیچھے دو کاریں اُن کا تعاقب کر رہی تھیں۔

رات برفیلی اور اندھیرا ہونے کے سبب گاڑی کی ہیڈ لائٹس کچھ زیادہ کام نہیں کر رہی تھیں کیونکہ سڑک پر دور دور تک برف بچھی ہوئی تھی اور بہت محتاط ہو کر ڈرائیونگ کرنی پڑتی تھی۔ مولانا کی گاڑی کے آگے جانے والی کار میں دو سیاہ فام نوجوان سوار تھے۔ اگر عام حالت میں وہ رات کے اس پہر پولیس کے کسی گشتی پارٹی کے ہاتھ لگ جاتے تو انہیں اندیشہ نقص امن کے تحت ضرور پولیس اسٹیشن لایا جاتا کیونکہ دونوں پال اور سیمسن علاقے کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے۔

ڈرگز فروخت کرنا اور خصوصاً سکول کالج کے بچوں کو اس کا عادی بنانا اُن کا بزنس تھا۔ دونوں سال کے زیادہ دن جیل میں کاٹتے تھے۔ دونوں پر کچھ دنوں سے زبردست کڑکی آئی ہوئی تھی جس کی وجہ علاقے میں پولیس کی سختی اور بروقت مال کی سپلائی نہ ہونا تھی۔

پال چھ ماہ جیل کاٹنے کے بعد رہا ہو کر معمول کے مطابق سیدھا اپنے دوست سیمسن کے پاس آیا تھا۔ جہاں اُسے امید تھی کہ اُس کے لیے ”بزنس“ موجود ہو گا لیکن سیمسن کی زبانی یہ سن کر اُس کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی کہ اُن کا ”باس“ پندرہ روز پہلے ایک پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے اور اُس کے باقی تمام ساتھی یا تو زمین دوز چلے گئے ہیں یا یہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

سیمسن نے اُسے بتایا کہ وہ بھی بھلے دنوں کی جمع پونجی کے سہارے زندگی گھسیٹ رہا ہے لیکن یہی عالم رہا تو اگلے آٹھ دس روز کے بعد فاقوں کی نوبت آ جائے گی۔ پال

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

پریشان تھا۔ اُس کی پریشانی دور کرنے اور رہائی کا جشن منانے کے لیے دونوں اُس ''بار'' میں گئے تھے جہاں کا ''ڈسکو'' اس علاقے میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ آدھی رات تک دونوں شراب کے نشے میں دھت ڈسکو سے لطف اندوز ہوتے رہے اور جب ڈسکو والوں کی طرف سے ''بار'' بند ہونے کا اعلان ہوا تو انہوں نے باہر کا رخ کیا۔

دونوں لڑکھڑاتے قدموں سے کار پارکنگ کی طرف جا رہے تھے جہاں سیمسن کی کھٹارہ گاڑی کھڑی تھی۔

ابھی وہ گاڑی کے نزدیک ہی پہنچے تھے کہ پشت سے ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔

''پال......سیمسن''

اُن کے کانوں سے نامانوس آواز ٹکرائی۔

دونوں چونک کر واپس مڑے۔ اُن کے سامنے ایک قیمتی کار کے دروازے سے ٹیک لگائے ایک ناٹے قد کا گورا کھڑا تھا۔ جس کے دو ہٹے کٹے ساتھی اُس کی حفاظت کے لیے کار کی دوسری طرف موجود تھے۔

پال اور سیمسن کوئی شریف شہری نہیں تھے نہ ہی یہ سچوایشن اُن کے لیے خلاف توقع تھی۔ اُن کی دنیا میں ایسے واقعات روزانہ کا معمول تھا۔

''لیس''

سیمسن نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا۔

''بہت کڑکی چل رہی ہے آجکل''

ناٹے قد کے گورے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم کون ہو؟''

پال نے مداخلت کی۔

''ابھی تک تو تمہارا دوست اور بہی خواہ بھی ہوں''

جواب ملا۔

''کیا چاہتے ہو؟''

سیمسن نے پوچھا۔

مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ میں تو تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

اُس نے اپنے لہجے کی شوخی برقرار رکھی۔

''لیکن ہمیں اس کی ضرورت نہیں''

پال نے جواب دیا۔

''پال تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو۔ تمہارا تو بال بال قرض میں جکڑا ہے۔ کیا ایک بڑی ڈیل کے ذریعے تم اس قرض سے نجات نہیں چاہو گے؟''

اُس نے پال کو براہ راست مخاطب کیا۔

''کام کی بات کرو۔ میرے پاس فضول باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے''

پال نے بے نیازی کے انداز میں کہا۔

''شاباش! اس کا مطلب ہے تم بزنس چاہتے ہو''

ناٹے قد کا گورا مسکرایا۔

''اور کیا جھک مار رہے ہیں ہم''

اس مرتبہ سیمسن نے غصے سے کہا۔

''اے! اپنے آپ پر قابو رکھو...... ورنہ یاد رکھنا بھون کے رکھ دوں گا''

اچانک ہی ناٹے قد والے کے پیچھے کھڑے لمبے تڑنگے نوجوان نے اُس کی طرف گن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ دونوں پیشہ ور کھلاڑی تھے انہوں نے اس بات کا اندازہ تو کر لیا کہ یہ عام قسم کے لفنگے نہیں بلکہ کسی ''مافیا'' کے لوگ ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ بزنس کی بات کرو"

پال نے سر جھٹک کر کہا۔

"آؤ ہمارے ساتھ"

ناٹے قد والے نے دوسری طرف کھڑی لیموزین کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں نے مشتبہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن دونوں اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ یہ کمبخت اُن سے جو بھی کام لینا چاہتے ہیں وہ لے کر ہی رہیں گے۔ شاید انہیں اس بات کا علم تھا کہ اُن کا "باس" پولیس مقابلے میں مارا جا چکا ہے اور دونوں اب "بے وارث" ہونے کی وجہ سے کسی بھی لمحے مخالف گروپ کی گولیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

✪✪✪✪✪

دونوں چپ چاپ لیموزین کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ دونوں گن بردار آخری سیٹ پر اور ناٹے قد والا سب سے آگے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کافی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ بالآخر سیمسن نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

"ہم لوگ آخر کہاں جا رہے ہیں۔"

"چند منٹ اور صبر کرلو...... سب معلوم ہو جائے گا"

جواب ملا۔

قریباً مزید ایک گھنٹے کے انتہائی اعصاب شکن سفر کے بعد اس سفر کا اختتام ہائی وے کے کنارے بنے ایک ہوٹل پر ہوا۔ شاید یہ اُن کا کوئی اڈہ تھا۔

رات دو پہر بیت چکی تھی اور دور دور تک اِکا دُکا گاڑیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے وہ سب ہوٹل کے ایک تہہ خانے میں جسے بڑی نفاست سے سجایا گیا تھا پہنچ گئے۔ جہاں اُن کی تواضع دوبارہ مہنگی شراب سے کی گئی۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک زبردست آفر ہے...... ایک لاکھ ڈالر کی آفر"

ناٹے قد والے نے اچانک ہی اپنا جام میز کے کونے پر رکھ کر انہیں مخاطب کیا۔

"ہاں ایک لاکھ...... پورے ایک لاکھ۔ آدھے اب اور آدھے کام مکمل ہونے پر۔"

اُس نے ایک کونے میں دھرا بریف کیس کھول کر دونوں کو نوٹوں کی جھلک دکھائی تو دونوں کی رال ٹپکنے لگی۔

"بزنس بتاؤ بزنس...... ایک لاکھ کے لیے تو ہم جہنم میں چھلانگ لگا سکتے ہیں"

پال نے قدرے جوش سے کہا۔

"شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

✪✪✪✪✪

تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد ناٹے قد والے نے ایک تصویر نکال کر انہیں دکھائی۔ یہ کسی مسلمان عالم دین کی تصویر تھی۔

"کون ہے یہ؟"

پال نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ایک مسلمان مولوی ہے"

نفرت بھرا جواب ملا۔

پال اگلی بات سمجھ تو گیا تھا لیکن وہ اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

"ہمیں کیا کرنا ہے؟"

سیمسن نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اسے قتل کرنا ہے"

سفاک لہجے میں جواب دیا گیا۔

"لیکن............"

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"لیکن ویکن کو چھوڑو۔ تم دونوں جانتے ہو سام کو تمہاری کتنی شدت سے تلاش ہے۔ ہم چاہیں تو اُسے فون کر کے یہاں بلالیں اور تم دونوں کو بطور تحفہ اُسے پیش کر کے اپنا کام مفت میں کروالیں گے...... میری بات سمجھ گئے ناں۔"

اُس نے پال کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو دونوں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ واقعی اُن کے "باس" کی موت کے بعد سام ڈرگ بزنس کا بے تاج بادشاہ تھا اور دونوں ماضی میں اُسے دھوکہ دے کر بھاگے تھے۔ وہ اُن دونوں کو حاصل کرنے کی کوئی بھی قیمت ان لوگوں کو دینے کے لیے تیار ہوتا۔

"بُرے پھنسے......"

پال زیر لب بڑبڑایا۔

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم کام مکمل ہونے پر ہماری بھی چھٹی نہیں کروا دو گے۔"

اُسے اپنی طرف متوجہ پا کر سیمسن نے پوچھ لیا۔

اس سوال کا جواب دینے کے بجائے اُس نے گھور کر غصے سے دونوں کی طرف اس طرح دیکھا جیسے انہیں اگلا سوال کرنے پر کچا ہی چبا جائے گا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے...... ہم تیار ہیں"

دونوں نے بیک زبان کہا۔

انہیں پچاس ہزار ڈالر ایڈوانس ملے تھے جو اُن کے لیے فی الوقت پچاس ملین ڈالر سے زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔

اگلے روز دونوں کو ایک جگہ طلب کرنے کے بعد اُس ناٹے قد والے نے انہیں فاروقی کی ایک فلم چلا کر دکھائی جس میں وہ مسجد میں خطاب کر رہا تھا۔ دوسری فلم اُس کے

مسجد سے گھر تک کار میں سفر کر کے آنے اور واپس جانے کی تھی۔ اُن لوگوں نے جس طرح اپنا "ہوم ورک" کیا ہوا تھا اُس سے تو انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے یہ کسی "مافیا" نہیں بلکہ انٹیلی جنس ایجنسی کے لوگ ہوں گے۔

دونوں کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر اُس نے بار بار اُس راستے کا چکر لگوایا جہاں سے مولانا فاروقی کے آنے اور جانے کے امکانات تھے۔ اس کے بعد انہیں تمام پلاننگ سے آگاہ کیا۔ اُس نے دونوں کو اچھی طرح باور کروا دیا تھا کہ وہ اُسے دھوکہ نہیں دیں گے اور نہ ہی اپنا کام مکمل کرنے سے پہلے یہاں سے نکل سکتے ہیں، انہیں اب یہ مشن مکمل کرنا ہی تھا۔

بالآخر تین روز بعد وہ دن آ گیا۔

دونوں کو کار میں بٹھا کر انہیں ایک "واکی ٹاکی" دے دیا گیا جس کے ذریعے وہ لوگ اُن سے بات کر سکتے تھے، انہیں ہدایات دے سکتے تھے۔ انہیں پچاس میل کی سپیڈ سے مولانا فاروقی کی گاڑی کے آگے آگے گاڑی چلانے کا حکم ملا تھا جبکہ اُن کے پچھلی والی گاڑی میں وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود موجود تھا۔

پہلے سے طے شدہ پلاننگ کے مطابق جب فاروقی اُس موڑ پر پہنچا جہاں سے اُسے اپنے گھر کے سامنے جانے والی سڑک پر گھومنا تھا وہاں "واکی ٹاکی" پر ہدایات ملنے کے بعد دونوں کار کا بونٹ اٹھائے اُس کے منتظر تھے۔

فاروقی کی گاڑی کو دیکھ کر انہوں نے "طے شدہ منصوبے" کے مطابق انہیں ہاتھ سے مدد کے لیے رکنے کا اشارہ کیا۔

خدا ترس فاروقی نے اُس اندھیری اور ہڈیوں کا گودا منجمد کر دینے والی سرد رات میں انہیں بے یارومددگار دیکھ کر کار روکی تھی کہ شاید اُن کے کسی کام آ سکے۔ اُس نے کار دونوں کے نزدیک روکی اور کھڑکی کا شیشہ کھول کر اُن سے کچھ دریافت کرنا چاہا۔

اچانک ہی دونوں نے اپنے پاس موجود پستولوں سے اُن پر گولیوں کی بوچھاڑ کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

دی اور پل جھپکتے میں درجنوں گولیاں اُن کے جسم سے پار کر دیں۔

مولانا فاروقی وہیں شہید ہو گئے۔

دونوں تیز رفتاری سے وہاں سے نکل گئے جبکہ پیچھے آنے والی کار پہلے ہی دوسرے راستے پر گھوم گئی تھی۔

✿✿✿✿✿

دونوں ہدایات اور طے شدہ منصوبے کے مطابق وہاں سے قریباً 70 میل دور اُس مضافاتی علاقے میں پہنچ گئے تھے جو پہلے سے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اور اب گاڑی میں بیٹھے اُس شخص کے منتظر تھے جس نے انہیں باقی رقم دینی تھی۔ یہ رقم لے کر انہوں نے ہمیشہ کے لیے اس شہر کو خیر باد کہہ جانا تھا۔ دونوں کے لیے پہلے سے نزدیکی ائرپورٹ لاس اینجلس جانے والی فلائٹ کے ٹکٹ بک تھے۔ یہاں سے ائرپورٹ پون گھنٹے کی دوری پر موجود تھا جبکہ قریباً سوا گھنٹہ بعد انہیں پرواز کر کے لاس اینجلس پہنچنا تھا۔

دونوں کے لیے اس طرح کسی کو قتل کرنے کا یہ پہلا موقعہ نہیں تھا۔ اپنی مجرمانہ زندگی میں انہوں نے ایک دوسرے گروہ کے خلاف ایسے کئی قاتلانہ حملوں میں حصہ لیا تھا اور دونوں کو کبھی اس بات کا اندازہ نہیں ہوا تھا کہ اُن کی چلائی گئی گولیوں سے کتنے لوگ مرے تھے۔

لیکن...... آج نجانے کیوں دونوں ہی کچھ گھبراہٹ کا شکار دکھائی دے رہے تھے۔

''میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔ ابھی تک یہ لوگ کیوں نہیں پہنچے''

پال نے بالآخر کہہ ہی دیا۔

''حوصلہ رکھو یار...... آ جائیں گے''

سیمسن نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر بظاہر اُس کی حوصلہ افزائی کی۔

''لیکن...... انہیں دیر نہیں ہو گئی کیا؟''

پال نے اگلا سوال کر دیا۔

''اوہو! دیکھ نہیں رہے۔ موسم کتنا خراب ہو رہا ہے۔ کار سے باہر منہ نہیں نکالا جا سکتا۔ اور تمہیں...... آ جائیں گے۔ راستے میں ہوں گے۔''

سیمسن نے چڑ کر کہا۔

''یار مجھے تو دال میں کالا لگتا ہے''

پال نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے...... بھلا کبھی ایسے بھی ہوا ہے ہمارے بزنس میں''

سیمسن نے جواب دیا۔

پال خاموش رہا۔

لیکن...... دو تین منٹ بعد پھر اُس نے سیمسن کی طرف دیکھا۔

''یار میری بات مانو اور یہاں سے نکل چلو......''

اُس نے کہا۔

''پاگل ہو گئے ہو تم...... پچاس ہزار ڈالر کا معاملہ ہے...... اور تم جانتے ہو نئے شہر میں پاؤں جمانے کے لیے کتنے پیسوں کی ضرورت ہو گی...... کبھی گئے ہو ایل اے (لاس اینجلس)۔

سیمسن نے اُسے قریباً ڈانٹ دیا۔

لیکن...... تین چار منٹ بعد سیمسن پر بھی یہی کیفیت طاری ہونے لگی۔

''اب تو مجھے بھی شک ہونے لگا ہے...... ہمیں یہاں پندرہ منٹ ہو گئے۔ پولیس کی کوئی پٹرول اس طرف آ گئی تو مصیبت بن جائے گی......''

اُس نے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"چلو......نکلو یہاں سے"

پال نے اُس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

سیمسن نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار کو ڈرائیو پوزیشن دے کر آگے بڑھایا۔

ابھی بمشکل انہوں نے پچاس گز کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

کار میں پہلے سے نصب ریموٹ کنٹرول بم پھٹ گیا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے اُسے نزدیک سے "کمانڈ" دی ہو۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ کار کئی فٹ فضا میں اچھلی اور زمین پر گری تو کار سمیت سواروں کے پرخچے اڑ چکے تھے۔

اُن کی لاشوں سے اُن کی شناخت ناممکن ہو گئی تھی اور کار کے پرزے جوڑنے کے بعد پولیس سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکتی کہ یہ چوری کی کار تھی جس کی رپورٹ چند گھنٹے پہلے ہی فلاڈلفیا کے نزدیکی شہر "ڈیلاویئر" میں درج کروائی گئی تھی۔ جس سے ایک بات تو فوراً سامنے آ جاتی کہ کار سوار فلاڈلفیا کے بجائے "ڈیلاویئر" سے آ رہے تھے اور اُن کا رخ "لونگ وڈ گارڈن" کی طرف تھا۔

پولیس کی تفتیش کو الجھانے اور گمراہ کرنے کے لیے اس کے علاوہ بھی کئی جعلی شہادتوں کا اہتمام پہلے سے موجود تھا۔

✪✪✪✪✪

فلاڈلفیا کے علاقے اوریگن کے نزدیک موجود اس مسجد کو شیخ گیلانی کے پیروکاروں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔

اتوار کی صبح کی وجہ سے فجر کے بعد یہاں "ذکر" ہو رہا تھا جس کا سلسلہ سورج طلوع ہونے کے بعد تک جاری رہا۔ درود و سلام سے فراغت کے بعد سب نے حسب

معمول ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور آپس میں بیٹھ کر "لنگر" کھانے کے بعد اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہونے لگے۔

خلیفہ حسین معمول کے مطابق کار پارکنگ کی طرف جا رہا تھا جب اچانک دس بارہ سفید پوشوں نے اُسے اس طرح جکڑا جیسے وہ کوئی بہت بڑا دہشت گرد اور انہیں ایک عرصے سے کئی خطرناک کارروائیوں میں مطلوب رہا ہو۔

"کیا بات ہے؟ کیوں گرفتار کر رہے ہو مجھے؟"

اُس نے چیخ کر پوچھا۔

لیکن......اُس کے دونوں ہاتھ سختی سے مروڑ کر کمر کے پیچھے ہتھکڑی میں باندھنے کے بعد سفید پوشوں کے اعلیٰ افسر نے کہا۔

"تمہیں فاروقی کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ تمہارے منہ سے کہا گیا کوئی بھی لفظ تمہارے خلاف عدالتی کارروائی کا حصہ بن سکتا ہے۔"

افسر معمول کی قانونی زبان بول رہا تھا اور خلیفہ حسین پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے ہفتہ کی رات فاروقی کا وعظ ضرور سنا تھا اور یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا۔ اُس نے اس سے پہلے فاروقی سے تین چار ملاقاتیں بھی کی تھیں۔ وہ اُن کا بے حد احترام کرتا تھا کیونکہ فاروقی کے وہی نظریات تھے جن کا پرچار شیخ گیلانی کیا کرتا تھا۔

دو سفید پوشوں نے اُسے کار کے کھلے دروازے میں پچھلی سیٹ پر دھکیلا اور کار برق رفتاری سے ہوٹر بجاتی اپنی منزل کی طرف بھاگنے لگی۔ مسجد سے آٹھ دس مسلمان جو کسی ناگہانی صورت حال کے تحت یہاں پہنچے تھے ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ پولیس خلیفہ حسین کو کس جرم میں پکڑ کر لے گئی ہے؟

کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

✪✪✪✪✪

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

نیو جرسی کا یہ مضافاتی علاقہ عام امریکیوں کی دسترس سے باہر تھا۔ یہاں کا کوئی بھی مکین ایسا نہیں تھا جو حکومت کو سالانہ کئی ملین ڈالر ٹیکس ادا نہ کرتا ہو۔ اس علاقے میں رہنے والوں کی امارت کے قصے اکثر پریس کے ذریعے منظر عام پر آتے رہتے تھے۔ ہفتہ کی شام اس علاقے میں ہمیشہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ اترتی تھی۔ قریباً ہر دوسرے گھر میں "پارٹی" کا اہتمام کیا جاتا جہاں وی آئی پی شرکت کرتے تھے۔ ان وی آئی پی میں ہر طبقہ زندگی کے امیر ترین اور اہم ترین لوگ شامل تھے۔ ایسے لوگ جو رموز مملکت میں برابر کے حصہ دار ہوں۔

آج بھی کانگریس کی سینٹ کمیٹی کے وائس چیئر مین کے ہاں "پارٹی" چل رہی تھی جہاں شہر کی چنیدہ شخصیات جمع تھیں۔ ان میں جوزف بوڈنسکی بھی شامل تھا جو بنگلے کے بڑے لان کے ایک کونے میں پندرہ بیس لوگوں کے ایک گروپ کے ساتھ جام شراب سے دل بہلاتے ہوئے انہیں اپنے افغانستان کے تجربات سنا رہا تھا۔ اچانک ہی اس کی نظر لان

کی طرف آنے والے راستے سے پھسلتی اپنے بائیں طرف ایک حرافہ سے خوش گپیوں میں مصروف ٹیڈ مارکر پر پڑی۔

"معاف کیجئے"

اُس نے اپنے ہمہ تن گوش سامعین سے معذرت کی اور اُس طرف بڑھا۔

ناٹے قد والے ٹیڈ مارکر نے جو اگلے ہی روز پال اور سیمسن کے ذریعے ایک بڑا کارنامہ انجام دے چکا تھا اُسے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی بغل میں کھڑی حرافہ سے ایکسکیوز (excuse) کرتے ہوئے ہاتھ میں جام پکڑے اُس کی طرف بڑھا۔

دونوں بے تکلفی سے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے تھے۔ دونوں نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے جام ٹکرائے اور ٹیڈ مارکر کے کارنامے پر ایک دوسرے کو داد دے کر اپنے حلق میں انڈیل لیے۔

"ویل ڈن ٹیڈ...... شاندار...... زبردست...... کمال کر دیا تم نے تو"

خوشی سے بے قابو ہوتے جوزف بوڈنسکی نے کہا۔

"اصل میں تو یہ آپ ہی کا کارنامہ ہے"

ٹیڈ نے جو عام حالت میں شاید اپنے مخاطب کی پوری بات سننے کی زحمت بھی گوارا نہ کرتا ہوگا جوزف سے کہا۔

"مان گئے تمہیں ٹیڈ...... مان گئے"

جوزف بوڈنسکی نے بڑے توصیفی لہجے میں کہا۔

"یہ تو معمولی بات تھی باس...... آپ کہیں تو اُن کے "گورو گھنٹال" کو بھی......"

اُس نے اپنی بات نامکمل چھوڑ کر گلے پر ہاتھ سے چھری پھیرنے کا تاثر دیتے ہوئے کہا۔

جوزف بوڈنسکی قہقہہ لگا کر ہنسا پھر یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں...... اس کی ضرورت نہیں۔ یہ کار خیر ہم امریکیوں سے انجام دلائیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

گے......"

اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی باس! میں تو کہتا تھا لگے ہاتھوں یہ کام بھی نمٹاتا جاؤں"

ٹیڈ نے دوبارہ چاپلوسی اختیار کی۔

"بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے سے زیادہ بہتر ہے انہیں دھواں دے کر اڑا دیا جائے۔ ہمیں تو درخت خالی کروانا ہے میرے دوست...... پھر ہم انہیں کوئی نیا "شہید" کیوں دیں۔ تم ان لوگوں کی نفسیات ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔ انہیں تو انسپائریشن (inspiration) کے لیے کچھ ملنا چاہئے۔ قیامت کھڑی کر دیں گے...... اور اس مرحلے پر ہم امریکنوں کو اپنے پیچھے لگانے کا خطرہ بھی مول نہیں لے سکتے......"

جوزف بوڈنسکی نے آخری فقرہ اُس کی طرف جھکتے ہوئے قدرے آہستگی سے ادا کیا تھا۔

"ٹھیک ہے...... تمہارا اپنا انداز ہے کام کرنے کا۔ میرا تو طریقہ یہی ہے کہ مسئلہ جڑ سے ہی ختم کر دو۔ درخت کی ٹہنیاں کاٹنے سے درخت گرا نہیں کرتے مسٹر جوزف......"

ٹیڈ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ہاں اپنا اپنا طریقہ ہے......"

جوزف نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اب کیا حکم ہے ہمارے لیے......"

ٹیڈ نے اگلا سوال کیا۔

"فی الوقت تو یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ۔ ایک ماہ کے لیے کم از کم......"

جوزف نے بظاہر مسکراتے ہوئے لیکن بڑے سرد لہجے میں کہا۔

کوئی اور ٹیڈ مار کر سے یہ بات کہتا تو وہ گھونسہ مار کر اُس کا جبڑا توڑ دیتا لیکن یہاں سوائے ایک زبردستی کی مسکراہٹ کے اور کوئی ردعمل اُس کی طرف سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

شاید وہ اس سے پہلے جوزف بوڈنسکی کو آزما چکا تھا۔

"اوکے" Enjoy yourself "(مزے کرو)

کہتے ہوئے جوزف جس طرف سے آیا تھا اُسی طرف واپس لوٹ گیا۔ ٹیڈ نے بھی یہی عمل دہرایا تھا۔

جوزف بوڈنسکی کو امید تھی کہ اُس کے ایجنٹوں نے دس روز کی محنت شاقہ کے بعد جو منصوبہ تیار کیا تھا اور جس طرح اُس کی شاندار ٹائمنگ کی تھی اُس کے بعد توقع کے مطابق نتائج حاصل نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اُس نے شیخ گیلانی کو "موساد" سے زیادہ اپنا ذاتی مسئلہ بنا لیا تھا۔ وہ ایک متعصب یہودی تھا جس کے لیے امریکہ میں شیخ گیلانی جیسے لوگوں کا وجود نا قابل برداشت تھا۔ بمشکل دو سال میں اُس کے پیروکاروں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں اور اب لاکھوں میں چلی گئی تھی جن میں نومسلموں کی تعداد اُن کی توقعات سے زیادہ تھی۔ جس تیزی سے وہ "صوفی ازم" کو پھیلا رہا تھا اُس کے اثرات سے امریکہ کا بچ جانا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا تھا۔

شیخ گیلانی کے خلاف اُس کی متعدد چالیں اب تک ناکام ہو چکی تھیں اور اب وہ کوئی ایسی چال نہیں چلنا چاہتا تھا جو ناکام ہو۔ اُس نے اپنی دانست میں اس مرتبہ شیخ پر براہ راست ہاتھ ڈالنے کے بجائے اُسے گھیر کر پھنسانے کی پلاننگ کی تھی اور اُس کا پہلا مرحلہ کامیابی سے طے پا گیا تھا۔

خلیفہ حسین کے سامنے تین مستعد افسر بیٹھے تھے جو اُس سے مسلسل سوالات کر کے اُسے دراصل گڑبڑانے کی کوشش کر رہے تھے اور انہیں امید تھی کہ اس طرح شاید خلیفہ حسین کے منہ سے وہ سچ نکل آئے گا جو وہ اگلوانے کی کوشش کر رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"تم اگر چاہو تو اپنے وکیل کی مدد حاصل کر سکتے ہو۔"

انہوں نے اپنی دانست میں اُسے بڑی فراخدلانہ پیشکش کی تھی۔

"میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ تم لوگ یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو یا پھر ماضی کی طرح ہمارے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور ماضی کی طرح یہ سازش بھی ناکام ہو جائے گی۔"

اُس نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا کیونکہ اُسے اب کچھ کچھ معاملات کی سمجھ آنے لگی تھی۔ انہیں علی الصباح مسجد میں فاروقی صاحب کی شہادت کی اطلاع ملی تھی جو اُس کے لیے کسی ذہنی دھچکے سے کم نہیں تھی کیونکہ فاروقی جیسا روشن ضمیر اور انتہائی مہربان عالم دین اُس نے اپنی زندگی میں اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بڑی فراخدلی سے اُن کی باتیں سنتا اور اُس کے شیخ علی گیلانی کا دل سے احترام کرتا تھا۔ اُس نے گذشتہ دنوں خلیفہ حسین سے بطورِ خاص یہ کہا تھا کہ وہ پہلی فرصت میں اس کی اپنے شیخ سے ملاقات کرائے اور جب بھی وہ فلاڈلفیا میں کسی "خلوت" کا اہتمام کریں تو اُسے ضرور شمولیت کا موقعہ دیا جائے۔

اگلے ہفتے شیخ گیلانی نے چونکہ نیوجرسی آنا تھا اور نیوجرسی آمد کے موقعہ پر وہ اکثر نیویارک اور فلاڈلفیا بھی جایا کرتے تھے اس لیے اُسے امید تھی کہ ضرور شیخ سے اُس کی ملاقات ہو جائے گی جس کے بعد وہ بھی شیخ کا "طالب" بن جائے گا کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ ایک مرتبہ شیخ گیلانی کی خلوت میں آنے والا اُن سے الگ ہونے کا تصور بھی کرے۔

وہ دل میں اس کامیابی پر خوش تھا اور اپنے ساتھیوں کو بڑے فخر سے فاروقی کی تعریف کرتے ہوئے یہ واقعات سنایا کرتا تھا کہ اچانک یہ بِپتا اُس پر آن پڑی۔ اُسے فاروقی کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔

"مسٹر حسین تم نے اس ماہ کی تین گیارہ سولہ اور اٹھارہ تاریخ کو فاروقی سے اُس

کے گھر پر ملاقاتیں کی ہیں"

پولیس آفیسر نے اُس سے پوچھا۔

"تاریخوں کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ کوئی طے شدہ پروگرام کے مطابق نہیں ہوئیں البتہ میں نے پچھلے ماہ میں نہیں گذشتہ تین چار ماہ میں مرحوم سے درجنوں ملاقاتیں کی ہیں"

اُس نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر کہا۔

"کیوں؟"

دوسرے پولیس آفیسر نے اپنی دانست میں بڑا اہم سوال کیا تھا۔

"وہ عالم دین تھے اور بطور مسلمان میں اُن سے اکتساب کرنا چاہتا تھا"

جواب ملا۔

"لیکن تم لوگ تو اپنے شیخ کے علاوہ اور کسی کو نہیں مانتے"

پولیس آفیسر نے اگلا حملہ کیا۔

"اس سے بڑا اور بے ہودہ الزام ہمارے شیخ پر اور کوئی نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ کسی نئے فرقے کے بانی نہیں بلکہ بزرگانِ دین کا تسلسل ہیں۔ وہ ہمارے امام اور مرشد ہیں لیکن انہوں نے ہمیں یہ کبھی نہیں کہا کہ ہم اپنے علاوہ اور کسی کو مسلمان بھی نہ سمجھیں۔ اُن کے نزدیک وہ تمام لوگ جو اللہ کے دینِ مبین کے لیے کام کر رہے ہیں باعثِ احترام ہیں اور فاروقی صاحب اُن میں سے ایک تھے"

خلیفہ حسین نے کہا۔

"کیا تم یہ نہیں چاہتے تھے کہ فاروقی تمہاری جماعت میں شامل ہو جائے؟"

پولیس آفیسر نے پھر اُسے پھانسنے کا چارہ کیا۔

"ہم سب کو اپنی جماعت میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں لیکن ہماری جماعت کوئی نیا فرقہ یا مذہب نہیں بلکہ آپس میں مل جل کر اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

کرنے کا ایک طریقہ ہے‘‘

اُس نے جواب دیا۔

’’کچھ بھی ہو بہر حال تم یہ چاہتے تھے کہ وہ تمہاری جماعت میں شامل ہو جائے جبکہ فاروقی کو یہ بات پسند نہیں تھی کیونکہ وہ تمہارے شیخ کو پسند نہیں کرتا تھا‘‘

اگلا حملہ ہوا۔

’’لاحول ولا قوۃ...... آپ کیسی غلط باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے میرے سامنے کبھی ایسی بات نہیں کی کیونکہ وہ تو ہمیشہ شیخ کی تعریف کرتے تھے اور اُن کی ’’خلوت‘‘ میں شامل ہونا چاہتے تھے......‘‘

خلیفہ حسین نے کہا۔

’’ہمارے پاس اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ فاروقی تمہارے شیخ کو پسند نہیں کرتا تھا‘‘

پولیس افسر نے اُس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

’’ممکن ہے ماضی میں کبھی انہوں نے ایسی کوئی بات کی ہو لیکن میرے سامنے کبھی ایسا نہیں کہا‘‘

خلیفہ حسین اپنی بات پر قائم رہا۔

’’خلیفہ حسین تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم یہ چاہتے تھے کہ فاروقی تمہاری ’’جماعتِ فقرا‘‘ میں شامل ہو جائے۔ تم نے اس کے لیے بہت زور لگایا اور جب تم نے دیکھا کہ وہ تمہاری بات نہیں مان رہا تو اُسے قتل کر دیا۔‘‘

اچانک ہی دوسرے پولیس آفیسر نے اُس کی پشت سے اُس پر اعصابی حملہ کیا۔

’’تم اُس کے وعظ میں شامل تھے۔ تم نے گیارہ بجکر دس منٹ پر پارکنگ سے گاڑی نکالی جبکہ گیارہ بجکر بائیس منٹ پر فاروقی پارکنگ سے نکلا۔ تم پہلے ہی سے اُس راستے سے آگاہ تھے جہاں سے گزر کر اُس نے گھر تک پہنچنا تھا۔ تم نے وہاں محفوظ ناکہ لگایا

اور اُسے مدد کے لیے رکنے کے بہانے قتل کر کے فرار ہو گئے‘‘

اُن کے تیسرے ساتھی نے اُس کے دائیں پہلو سے اعصابی حملہ کیا۔

’’جھوٹ، غلط، بے بنیاد، تم لوگ مفروضے قائم کر کے مجھ پر الزامات لگا رہے ہو حالانکہ یہ سب الزامات سوائے جھوٹ کے پلندے کے اور کچھ نہیں......‘‘

اُسے غصہ آنے لگا تھا۔

’’کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ کل رات تم نے اُس کی مجلس میں شرکت نہیں کی‘‘

پولیس افسر نے بات گھما کر اُسے پھانسنا چاہا۔

’’بالکل نہیں...... میں نے اُن کا وعظ سنا‘‘

خلیفہ حسین نے کہا۔

’’کیا یہ سچ نہیں کہ تم نے گیارہ بجکر دس منٹ پر پارکنگ سے گاڑی نکالی کیونکہ وہاں paid پارکنگ ہے اور تم اس سے انکار نہیں کر سکتے......‘‘

دوسرا سوال ہوا۔

’’یہ بھی سچ ہے لیکن اس کے بعد سب کچھ جھوٹ ہے‘‘

خلیفہ حسین نے بڑے تیقن سے کہا۔

اچھا اس کے بعد سے صبح تک کے معمولات کیا رہے؟‘‘

سوال کیا گیا۔

’’میں پارکنگ سے سیدھا فلاڈلفیا کی مسجد میں آ گیا۔ کیونکہ عشا کے بعد ’’ذکر‘‘ کی خصوصی مجلس تھی۔ یہاں میں نے ’’ذکر‘‘ میں شمولیت کی۔ صبح کی نماز پڑھی اور لنگر کھا کر اب گھر آرام کرنے جا رہا تھا کہ تم نے مجھے گرفتار کر لیا‘‘

خلیفہ حسین نے بتایا۔

’’تمہارے پاس ان مصروفیات کا کیا ثبوت ہے؟‘‘

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس کی پشت سے پوچھا گیا۔

یہ ثبوت میں تمہارے بجائے عدالت کے سامنے پیش کروں گا۔ میں قانون کی رو سے تمہیں بتانے کا پابند نہیں'' اچانک ہی خلیفہ حسین نے پینترہ بدل لیا۔

''ٹھیک ہے تم شاید اس طرح نہیں مانو گے۔ تم سے باقاعدہ تفتیش کرنی پڑے گی''

پولیس آفیسر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''اب تک کیا تم لوگ میرے ساتھ مذاق کر رہے تھے''

خلیفہ حسین نے قدرے تلخی سے کہا۔

''جلد پتہ لگ جائے گا تمہیں۔ یاد رکھنا اس مرتبہ ہم تمہاری کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور تمہیں اپنے انجام تک پہنچا کر ہی دم لیں گے''

دائیں ہاتھ والا کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہا تھا۔

''ہاں! ہاں! لگا دینا مجھے پھانسی...... اگر میں نے قتل کیا ہے تو ضرور لگا دینا''

خلیفہ حسین نے چڑ کر کہا۔

تینوں اُسے اکیلا چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ اُس کی خواہش پر وہاں کافی مہیا کر دی گئی۔ تینوں دوسرے کمرے میں اٹارنی جنرل سے مشورہ کرتے رہے۔ انہیں جو ''ثبوت'' پہنچائے گئے تھے وہ بھی عدالت ہی میں پیش کرنا چاہتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہی انہوں نے خلیفہ حسین کو عدالت کے سامنے ریمانڈ کے لیے پیش کر دیا لیکن عدالت میں خلیفہ حسین کا وکیل اور ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ خاتون جج نے اس کے وکیل کے دلائل سننے کے بعد پولیس کو ریمانڈ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ خلیفہ حسین کے خلاف ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر ہی ریمانڈ دے سکتی ہے۔ اُس نے خلیفہ حسین کو ضمانت پر رہا کرتے ہوئے اُسے شہر میں رہنے کا پابند کیا اور کہا کہ وہ پولیس سے تفتیش میں ہر ممکن تعاون کرے۔

✡✡✡✡✡

اگلے روز کے اخبارات خصوصاً لوکل اخبارات کی خبروں نے اُن سب کو پریشان کر دیا جن میں خلیفہ حسین کی گرفتاری اور فاروقی کے قتل کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا اور اسے ایک اہم واقعہ کی طرح بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے علاوہ شیخ گیلانی کے طالبین کے لیے ''جماعت الفقراً'' کا فرضی نام دے کر اُن کے عقائد اور خصوصاً الگ تھلگ بستیاں آباد کر کے اسلامی طریق حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کو ایسے انداز میں بیان کیا گیا تھا جیسے یہ کوئی بہت انہونی بات ہو اور بین السطور میں اُن لوگوں کو امریکی سلامتی کے لیے خطرہ قرار دیا جا رہا تھا۔

مرے پر سو دُرے کہ ایک بڑے اخبار نے بھی اس خبر کو خاصا نمایاں کر کے شائع کیا تھا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ یہ جماعت مستقبل میں امریکہ کے لیے خطرات پیدا کر سکتی ہے۔

شیخ گیلانی کے پیروکاروں میں ایسی خبروں سے متعلق غم وغصہ تو پیدا ہوتا تھا لیکن وہ انہیں صبر کی تلقین کرتا اور انہیں بتاتا کہ انہیں ایسی کئی آزمائشوں سے ابھی اور گزرنا ہے کیونکہ آزمائش اللہ کی سنت ہے جس سے ہمیں پناہ مانگنی چاہیے۔ لیکن جب یہ گھڑی آ جائے تو صبر و رضا کے پیکر بن کر اللہ سے استعانت طلب کرنا ہی ہمارا مقصد اور مشن ہونا چاہیے۔

اُس نے ہزاروں افریقن امریکی مسلمانوں کو جن کی زندگیاں ویلفیئر پر چل رہی تھیں، انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور حکومتی امداد پر پلنے کے بجائے محنت سے کمانے اور انہیں اپنی حلال کمائی کے ذریعے اپنے دوسرے مسلمان ساتھیوں کی مدد کرنے کا سبق دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں وہ مسلمان جنہوں نے دو تین نسلوں سے صرف خیرات پر زندگی بسر کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا کام کاج میں جت گئے۔ انہوں نے مزدوریاں تلاش کیں اور نوکریاں کر کے اپنا پیٹ پالنے لگے۔

شیخ گیلانی نے فوری طور پر تمام ایسے مسلمانوں پر پابندی عائد کر دی کہ وہ بھلے بھوکے رہیں لیکن اب خیرات کی زندگی نہ گزاریں۔ اُس کے طالبین نے یہ محاذ بھی خود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سنبھالا۔ انہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ''مشترکہ دسترخوان'' کو رواج دیا۔ جلد ہی وہ دن آ گئے جب اُس کے لاکھوں پیروکاروں میں سے ایک بھی ایسا نہ رہا جو حکومتی خیرات پر زندگی بسر کر رہا ہو۔

خود کمانے اور محنت کرنے سے اُن میں اعتماد پیدا ہوا اور اُن کی زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں آنے لگیں۔

اس صورت حال کو ''موساد'' کے ایجنٹ لمحہ بہ لمحہ مانیٹر کر رہے تھے۔ انہوں نے کبھی کوئی موقعہ ضائع نہ جانے دیا۔ جب انہیں موقعہ ملتا، ان مسلمانوں کے خلاف پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں طوفان کھڑا کر دیتے لیکن اب امریکن حکومت کو اس بات کا شدت سے احساس ہونے لگا تھا کہ انہیں ورغلایا جا رہا ہے اور جان بوجھ کر ایک منصوبے کے تحت اُن کی توجہ دوسری طرف مبذول کی جا رہی ہے۔

شیخ گیلانی کے مرید اُس سے تربیت حاصل کرنے کے بعد اب قرآنی آیات کے ذریعے دکھی اور دم توڑتی انسانیت کی خدمت کرنے لگے تھے۔ یہ لوگ مختلف ہسپتالوں میں جاتے اور ایسے مریضوں کو منتخب کرتے جو ذہنی عوارض کے باعث لاعلاج ہو چکے تھے یا پھر جنہیں جسمانی عوارض کی وجہ سے لاعلاج سمجھا جانے لگا تھا۔ ان مریضوں کا ''گیلانی میتھاڈولوجی'' (El-Gilani Methodology) کے ذریعے علاج ہونے لگا اور امریکن اخبارات میں آئے روز ناقابل علاج مریضوں کی شفایابی کی خبریں شائع ہونے لگیں۔

شیخ گیلانی کو امریکہ کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں اس قرآنی طریق علاج پر لیکچر دینے کے لیے اپنے ہاں بلانے لگیں۔ اُس نے ان لوگوں کو اپنے لیکچرز کے ذریعے بتایا کہ انسان کی ذہنی، نفسیاتی، روحانی اور جسمانی تباہی کی دس اہم وجوہات ہیں:

1. Love for the world and worldly possessions — دنیاوی محبت اور دنیا پر قبضہ کرنے کی خواہش

2. Jealousy — حسد
3. Hatred — انسانوں سے نفرت
4. Cruelty — ظلم
5. Selfishness — مطلب پرستی
6. Arrogance — غرور
7. Anger — غصہ
8. Polytheism — شرک
9. Egotism — خود پسندی

اُس نے بتایا کہ یہ بیماریاں انسان کو روحانی کوڑھ لگا دیتی ہیں جن سے اُس کے اعصاب متاثر ہوتے ہیں۔ دل و دماغ پر بوجھ بڑھتا ہے اور انسانی اعضاء متاثر ہونے لگتے ہیں اور یہ سلسلہ پھر ذہنی اور جسمانی عوارض کو جنم دیتا ہے۔ اُس نے لوگوں کو بتایا کہ ذہنی عوارض کا علاج مسکن ادویات نہیں وہ تو انسانی ذہن کو ایک اور عارضے میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اس طرح بجلی کے جھٹکے انسان پر ظلم کے مترادف ہیں۔ اُس نے قرآنی آیات شفا کے ذریعے ایسے مریضوں پر کام شروع کیا اور ''خانقاہوں'' پر مستقل درد اور اعضاء کے غیر متحرک ہو جانے کے مریضوں کا تانتا بندھنے لگا۔ ان میں سے وہ مریض جو اُس کی ہدایات پر عمل کرتے شفایاب ہونے لگے جو یہاں صرف ٹیسٹ کرنے یا تماشا کرنے آتے تھے وہ اپنی نیت کا پھل لے کر بے مراد واپس جانے لگے۔

اسلام وِل کی خانقاہ ''بیت النور'' میں اسمائے الٰہی کے ظہور کی مختلف ٹی وی چینلز نے فلمیں بنائیں کہ اسے فراڈ ثابت کر سکیں لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ایسی تصاویر اُن کے سامنے آئیں جو انہوں نے زندگی میں اسے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

امریکن سی بی ایس کے نمائندے جان کرائے کو شروع ہی سے اس جماعت میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

بہت دلچسپی رہی تھی۔ وہ بطور خاص ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا تھا۔ خصوصاً جب خانقاہوں میں کرامات کا ظہور شروع ہوا اور ایک روز جب اُس نے یہ سنا کہ شیخ گیلانی نے الیکٹرونک آلات کی تباہی، خلائی جہازوں کی تباہی اور انسانی اذہان پر کنٹرول کا جنوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے تو اُس کی رگِ صحافت پھڑکی اور وہ شیخ گیلانی کا انٹرویو لینے چل پڑا۔

جان کرائے شیخ گیلانی سے ملا تو اس نے پہلا سوال ہی جنوں کی مخلوق کے متعلق کیا جس کے جواب میں شیخ گیلانی نے اُسے قرآن پاک کی سورۃ جن کے اقتباسات سنائے اور بتایا کہ جن بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہمارے کاروبارِ حیات پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اُس نے جان کرائے کو بتایا کہ جنوں کو کچھ لوگ اپنے مخصوص عملیات کے ذریعے قابو میں کر لیتے ہیں اور انہیں اپنا مطیع بنا کر اُن سے ناجائز اور غلط کام لیتے ہیں۔

اس نے جان کرائے کو بتایا کہ امریکہ اور دنیا کے دیگر ممالک میں انسانی اذہان کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی جنوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں اور یہ نام نہاد عامل جنوں کے ذریعے انسانی دماغ پر ایسا کنٹرول کرتے ہیں کہ انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی پاگلوں کا علاج اُس نے قرآنی علوم کے ذریعے کیا تھا۔

اُس نے جان کرائے سے کہا کہ "X-File" ایکس فائل نامی جو سیریز دنیا بھر کے ٹی وی چینلز پر دکھائی جاتی ہے اُس میں (FBI) ایف بی آئی کی فائلوں سے سچی کہانیاں ہی منتخب کر کے فلمائی جاتی ہیں۔ یہ وہ کیس ہیں جن کے عوامل ایف بی آئی کے نزدیک نامعلوم ہیں البتہ اس بات کا اقرار ضرور کیا جاتا ہے کہ کچھ غیر مرئی یا ماورائی قوتیں ان کے پس پردہ متحرک دکھائی دیتی ہیں۔

شیخ گیلانی نے جان کرائے کو بتایا کہ دراصل ان کے پس پردہ بھی یہی جنات ہوتے ہیں اور ایسی مخلوقات جو انسانی آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتیں لیکن اللہ کی طرف سے خصوصی طور پر "باطنی آنکھ" پانے والے صوفیا کو دکھائی دے جاتی ہیں۔

جان کرائے نے شیخ گیلانی سے کہا کہ یہ سب افسانوی باتیں ہیں۔ اگر جنات کا

کوئی وجود ہے اور وہ اُسے دکھائی دیتے ہیں تو جان کرائے کو کیوں دکھائی نہیں دیتے۔

شیخ گیلانی یہ بات سن کر کچھ دیر کے لیے مراقبے میں چلا گیا اور جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو اُس پر جلالی کیفیت طاری ہے:

"تم اپنی آنکھوں سے ضرور انہیں دیکھنا چاہو گے؟"

اُس نے کہا۔

"ہاں......"

جان کرائے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تمہیں یہ سب دکھا دیا جائے گا"

شیخ گیلانی نے کہا۔

جان کرائے نے شیخ گیلانی سے ایک گھنٹہ کا انٹرویو کیا جسے CBS 60 Minutes کے نام سے ساری دنیا نے حیرت سے دیکھا۔ اس انٹرویو کے دوران شیخ گیلانی اُسے قدرے سنسان پارکنگ میں لے گیا اور اُس نے سامنے گھنے درختوں کے جنگل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اُدھر دیکھو"

جان کرائے کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اُس نے اپنی زندگی کا حیرت انگیز ترین نظارہ کیا جب اُسے ایک جن کنبہ دکھائی دیا جو بہت واضح اور اُن سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اور اندھیرے کی گہری چادر میں بڑا نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔ جان کرائے کے کیمرہ مین نے اپنے اعصاب بحال رکھے اور اس منظر کو سلولائیڈ کے فیتے پر اتار لیا۔ اپنے سٹل کیمرے سے اُس کی تصاویر لے لیں اور اُن کے لیے مزید حیرت انگیز بات یہ تھی کہ فلم میں یہ جنوں کا کنبہ بڑا نمایاں دکھائی دے رہا تھا۔

یہ فلم جب سی بی ایس سے چلی تو دنیا بھر میں جہاں جہاں اسے دکھایا گیا دیکھنے والوں نے اپنے ہونٹ کاٹ لیے۔ جنوں کے کنبے کی تصاویر دنیا بھر کے انٹرنیٹ پر جاری کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

گئیں اور قریباً ہر مذہب اور مکتب فکر کے ماننے والوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ جنات ہیں۔

جان کرائے نے بعد میں اپنے ایک انٹرویو میں اس حوالے سے عجیب وغریب واقعہ امریکن چینلز پر بیان کیا۔ اُس نے بتایا کہ شیخ گیلانی نے اُس سے کہا تھا کہ بسا اوقات جن شرارتیں کرتے ہیں اور بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ عامتہ الناس یہی سمجھتی ہے کہ یہ اندھری اور طوفان کی وجہ سے ہوا ہے جبکہ اس کی وجوہات کچھ اور ہوتی ہیں۔

جان کرائے کو اب شیخ گیلانی کی باتوں پر یقین آنے لگا تھا۔ اُس نے شیخ گیلانی سے یہ انٹرویو پاکستان میں کیا تھا اُن دنوں شیخ گیلانی پاکستان آیا ہوا تھا۔

جان کرائے کا کہنا ہے کہ ایک روز امریکہ میں وہ شیخ گیلانی کے پیروکاروں کی ایک ''خانقاہ'' سے باہر نکل کر اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک تیز آندھی چلنا شروع ہوگئی۔ اُس کے دماغ میں جانے کہاں سے شیخ گیلانی کی بات آگئی کہ بسا اوقات جنوں کی شرارت سے ایسے واقعات سامنے آجاتے ہیں۔ اچانک ہی اُس کی نظر ایک درخت پر پڑی جس کی ایک بڑی شاخ اس طرح ٹوٹی جیسے اُسے انسانی ہاتھوں نے الگ کر دیا ہو۔ جان کرائے کچھ گھبرا گیا کیونکہ یہ بڑی سی شاخ بالکل میزائل کی طرح تیز رفتاری سے اُس کی طرف بڑھ رہی تھی اور اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اگلے چند لمحوں میں یہ میزائل اُس کے سینے کے آر پار ہو جائے گا۔

''یا شیخ گیلانی''

اچانک وہ مدد کے لیے چلایا۔

اور...... اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُس نے دیکھا کہ اُس کے جسم سے بمشکل چند فٹ کے فاصلے سے درخت کی اس میزائل نما نوکیلی شاخ نے اپنا رخ یک لخت تبدیل کیا اور زناٹے دار آواز پیدا کرتی مخالف سمت میں ایک بجلی کے کھمبے سے اس زور

سے ٹکرائی کہ بجلی کا یہ پول درمیان سے دوہرا ہو گیا۔

سی بی ایس کے نمائندے جان کرائے کی زبان سے نشر ہونے والے ایسے واقعات اور اُس کی شیخ گیلانی کے ساتھ "CBS 60 Minutes" نامی فلم نے بڑی تیزی سے شہرت حاصل کی جہاں عوام میں شیخ گیلانی کا احترام بڑھا وہاں اُس کے مخالفین خصوصاً یہودی لابی کو شدید خطرات لاحق ہونے لگے۔ انہوں نے اُس کے خلاف اپنی تشہیری مہم اور تیز کر دی۔ آئے روز اُس کے پیروکاروں کو ''جماعت الفقراً'' کا نام دے کر تنقید کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ مسلمانوں کے ناموں سے اُس کے عقائد کے خلاف مضامین شائع ہونے لگے۔ اُسے ایک ''صوفی'' کے بجائے بد راہ عامل اور مستقبل میں امریکہ کے لیے خطرات پیدا کرنے والا دہشت گرد قرار دیا جانے لگا۔

یہودی میڈیا نے شیخ گیلانی کے پیروکاروں کی طرف سے افغانستان کے مجبور اور بے کس مسلمانوں کی دامے، درمے، قدمے، سخنے امداد کو غلط معنی دینا شروع کیے اور ایسا تاثر دیا جانے لگا کہ شیخ گیلانی کے یہ پیروکار افغانستان جا کر جہاد کی تربیت حاصل کر رہے ہیں اور امریکہ کے خلاف بغاوت کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

شیخ گیلانی کے پیروکاروں نے کشمیر کے مجبور و مقہور مسلمانوں سے اظہار ہمدردی اور اُن کی مالی اور اخلاقی معاونت کے لیے امریکن کشمیر مسلم فرینڈز سوسائٹی بنائی تو اُس کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی جانے لگی۔

جوزف بوڈنسکی اس ساری مہم کو بڑے سائنٹفک انداز میں چلا رہا تھا۔ اُس نے امریکی سینٹ کی انسداد دہشت گردی کمیٹیوں کو ایسی جعلی رپورٹس تیار کر کے دیں جن کے ذریعے شیخ گیلانی اور اُس کے پیروکاروں کو دہشت گرد ثابت کیا گیا اور امریکیوں کو خبردار کیا جانے لگا کہ مستقبل میں یہ لوگ امریکہ کا تختہ الٹ دیں گے۔

اس نوعیت کے مضحکہ خیز الزامات کا جواب میڈیا کی سطح پر بے چارے مسلمان دیتے رہے لیکن یہودی لابی کے مضبوط تعلقات اور بے پناہ سرمائے کے آگے اُن کی جوابی

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مہم کیا حیثیت رکھتی تھی۔

شیخ گیلانی نے اس مرحلے پر استخارہ کیا اور ایک روز اُس نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ اُسے پاکستان واپسی کا حکم ہوا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں اس کے پیروکار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ انہوں نے اپنے شیخ کی ہر طرح منت سماجت کی کہ وہ امریکہ میں انہیں اکیلے چھوڑ کر نہ جائیں۔

لیکن......وہ تو حکم کا پابند تھا۔

پہلے دربار نبوی ﷺ سے حکم ملا امریکہ چلے جاؤ وہ یہاں آ گیا۔ اب اذن رخصت عطا ہوا تھا اور وہ واپس جا رہا تھا۔ اُس نے اپنے سسکیاں لیتے پیروکاروں سے کہا:

"خدا کی قسم تم مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز ہو لیکن تم سب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا قیام کبھی بھی اپنی مرضی سے نہیں رہا۔ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچایا۔ اُس نے تمہیں ہدایت دی اور اپنے راستے پر لگا لیا۔ تم خوش قسمت ہو کہ بدراہ تھے، جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ اللہ نے تمہیں روشنی عطا کی۔ اس کی بندگی سے کبھی غفلت اختیار نہ کرنا۔ اپنی بستیوں کی حفاظت کرنا، اپنے معاملات اللہ پر چھوڑ دینا اور توکل اختیار کرنا۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تم جب چاہو گے مجھے اپنے قریب پاؤ گے۔"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور وہ پاکستان لوٹ آیا۔

لیکن اس کے پیروکاروں نے اُسے ہمیشہ اپنے پاس موجود پایا۔ ایسے درجنوں واقعات دیکھنے میں آئے جب وہ انہیں خانقاہ میں، راستے میں، گھروں میں دکھائی دیا۔ اُس نے انہیں حالت خواب اور بیداری میں خطرات سے آگاہ کیا اور اُن تک وہ خوشخبریاں پہنچائیں جو اُن کا مقدر بننے والی تھیں۔ اپنی پاکستان آمد سے پہلے اُس نے بطور خاص اُن "طالبین" سے جنہیں قرآنی طریق علاج کی تربیت دی گئی تھی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے اس عمل کی بنیاد اخلاص کو بنائیں اور بلا تخصیص مذہب و ملت ہر دکھی کی خدمت کریں۔ اُن کا مریض کس مذہب، عقیدے یا علاقے اور زبان سے تعلق رکھتا ہے یہ اُن کا مسئلہ نہیں ہونا چاہئے۔

اُس کی پاکستان آمد کے بعد اُس کے پیروکاروں کی طرف سے جو EGM Practitioner کہلاتے تھے، سائنسی بنیادوں پر ذہنی اور جسمانی عوارض کے شکار

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

مریضوں کا علاج جاری رہا۔ ایسے مریض جب شفایاب ہوتے تو اُن میں سے بیشتر اسلام قبول کر لیتے کیونکہ اُن کے دل و دماغ اسلام کی حقانیت کی گواہی دے دیا کرتے تھے۔

پروفیسر ڈکنز ایک غیر متعصب کیتھولک عیسائی اور ماہر نفسیات تھا۔ اُس نے امریکہ کی بہترین یونیورسٹیوں سے دماغی امراض اور اُس کے علاج کی سند حاصل کی تھی اور نیویارک ہی نہیں بلکہ امریکہ اور کینیڈا کے میڈیکل حلقوں میں اُس کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔

پروفیسر ڈکنز تک EGM سے متعلق اطلاعات پہنچ رہی تھیں اور اُس کی ملاقات اب تک ایسے گیارہ مریضوں سے ہو چکی تھی جو اس طریق علاج سے فیضیات ہونے کے بعد نارمل زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان میں تین ایسے مریض بھی شامل تھے جنھیں گذشتہ سات سال سے وقتاً فوقتاً بجلی کے جھٹکے دیے جا رہے تھے۔

ان مریضوں سے تفصیلی انٹرویو کے بعد اُس نے بطور خاص مسلم صوفیاء کی اس سائنس کا مطالعہ شروع کیا تو اُسے بہت سی ایسی باتوں کا علم ہوا جو سائنس کے مروجہ معیار پر پوری اترتی تھیں لیکن جنھیں تعصب کی وجہ سے مغربی معاشرہ قبول نہیں کرتا تھا۔ ڈکنز کا اشتیاق بڑھا اور اُس نے اس طریق علاج کا عملی مشاہدہ کرنے کی ٹھانی۔ وہ اپنے ایک مریض کے ساتھ ایک روز اسلام وِل کی خانقاہ پر پہنچ گیا جہاں اُس کی ملاقات خلیفہ عتیق سے کروائی گئی۔ مریض کو مرگی کا عارضہ لاحق تھا۔

ڈکنز نے اپنے مریض کی ہسٹری اُسے بتائی تو خلیفہ عتیق نے اُس سے درخواست کی کہ مریض کی بنیان اُسے دی جائے۔ ڈکنز نے مریض کی قمیص کے نیچے پہنی بنیان اُس کے حوالے کر دی۔ خلیفہ عتیق نے پہلے اس بات کی اچھی طرح تصدیق کی کہ بنیان کاٹن کی بنی ہوئی ہے اور کھینچنے سے اس کے بڑھنے یا کم ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اُس نے پروفیسر ڈکنز کے سامنے لکڑی سے بنے ایک تختے پر بنیان کو بچھا کر اُسے ہاتھوں کی مدد سے استری کرتے ہوئے سیدھا کیا اور ایک فیتے کی مدد سے اُس کی پیمائش کرنے کے بعد آنکھیں بند کر کے استغراق کی کیفیت میں گیا اور قرآنی آیات تلاوت کرنے لگا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

پروفیسر ڈکنز بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا......!

خلیفہ عتیق نے متعلقہ آیات کی تلاوت کرنے کے بعد بنیان پر پھونک ماری اور دوبارہ اُس کی پیمائش کرنے کے بعد ایک کاغذ پر کچھ نوٹ کیا جس کے بعد اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اُس نے وہاں پہلے سے موجود ایک دھاگہ اکٹھا کر کے مریض کے ہاتھ میں دیا اور اُسے کہا کہ اسے مٹھی میں بند کر لے۔ مریض نے ایسا ہی کیا جس کے بعد اُس نے دوبارہ عمل دھرایا اور اُسے مٹھی کھولنے کے لیے کہا۔

ایک مرتبہ پھر اُس نے دھاگے کی پیمائش کی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے پاس پہلے سے موجود کاغذ پر کچھ نوٹ کر لیا۔ جس کے بعد اُس نے الماری سے ایک پانی کی بوتل نکالی جس پر پہلے سے متعلقہ وظائف مکمل کرنے کے بعد اُسے محفوظ کیا گیا تھا۔

"یہ ہماری میڈیسن ہے"

اُس نے مسکراتے ہوئے پروفیسر سے کہا۔

پروفیسر کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی اور ابھی تک اُس نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

خلیفہ عتیق نے بوتل سے کچھ پانی اپنے ہاتھ پر ڈالا اور قرآنی آیات پڑھتے ہوئے مریض کے سر پر پانی کے چھینٹے مارے۔ یہ عمل اُس نے سات مرتبہ دھرایا اور پروفیسر نے محسوس کیا کہ مریض کے جسم پر پہلی مرتبہ بڑا زوردار دھچکا لگا جس کے بعد اس کی شدت کم ہونے لگی اور ساتویں مرتبہ جب اُس پر پانی پھینکا گیا تو وہ بالکل نارمل رہا۔

خلیفہ عتیق نے وہیں بیٹھ کر ایک تعویذ لکھا۔ اُسے مریض کے گلے میں ڈالنے کی تلقین کے ساتھ کچھ پانی پڑھ کر دیا اور کہا کہ مریض کو شفا ہو گئی ہے۔ اب وہ انشاءاللہ ہمیشہ نارمل رہے گا۔

پروفیسر ڈکنز نے اُس سے کوئی سوال کرنے یا اپنا تعارف کروانے کے بجائے چپ چاپ مریض کو ساتھ لیا اور گھر آ گیا۔ مریض کو اُس نے اپنے ساتھ تین روز تک رکھا۔ تعویذ اُس کے گلے میں ہدایات کے مطابق تیار کر کے ڈال دیا گیا۔ تین دن تک پانی مقررہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اوقات میں اُسے پلایا گیا۔ ان تین دنوں میں وہ بالکل نارمل رہا اور اپنے کام پر جانے کی ضد کرتا رہا۔

لیکن...... پروفیسر کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اُس نے مزید دس روز تک مریض کو زیرِ نگرانی رکھا۔ اس کا ایک اسسٹنٹ مستقل مریض سے چپکا رہا اور ان کی دلچسپی اب حیرت میں بدلنے لگی تھی کیونکہ مریض نارمل تھا اُسے متعدد مرتبہ دریا کے کنارے لے جایا گیا۔ مریض تین مرتبہ پانی میں نہایا لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

پروفیسر ڈکنز کے نزدیک یہ معجزہ تھا اور اب وہ اس معجزے کا پس منظر جاننے کے لیے خلیفہ عتیق سے ملنے جا رہا تھا۔

✪✪✪✪✪

جب وہ دوبارہ خلیفہ عتیق سے ملا تو خلیفہ عتیق کو یاد دلانے پر یاد آیا کہ وہ پہلے بھی آ چکا ہے کیونکہ اس دوران اُس نے بیس مریضوں کا علاج کیا تھا جن میں سے پندرہ شفایاب ہو کر واپس جا چکے تھے۔

پروفیسر ڈکنز نے اُسے اپنا تعارف کروانے کے بعد اُس سے تفصیل جاننا چاہی اور پوچھا کہ اُس نے مریض کی بنیان اور پھر اُس کے ہاتھ میں دھاگہ دے کر کچھ پڑھنے کے بعد کس طرح مرض کی تشخیص کی اور یہ کیا طریقِ علاج تھا۔

خلیفہ عتیق نے اُسے مختصراً EGM کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ ہم مرض کی تشخیص کے لیے یہ طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ جہاں تک مریض کے جسم کے کپڑوں کا تعلق ہے ہم کاٹن کے کپڑے اس سے لے لیتے ہیں کہ وہ اپنی پیمائش برقرار رکھتے ہیں۔ مریض کے کپڑوں پر ہمارے مرشد الشیخ گیلانی کی طرف سے تعلیم کردہ قرآنی آیات پڑھنے کے بعد ہم دوبارہ اُس کی پیمائش کرتے ہیں اگر پیمائش برقرار رہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مریض کو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہے۔ جس کا علاج ڈاکٹر سے کروایا جائے۔ اگر اُس کے جسم

سے اترا ہوا کپڑا دوبارہ پیمائش پر کم یا زیادہ دکھائی پڑے تو ہم جان لیتے ہیں کہ اُس پر غیر مرئی قوتوں نے حملہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہم پہلے سے پیمائش شدہ دھاگہ مریض کی مٹھی میں تھما کر مخصوص قرآنی آیات پڑھتے ہیں۔ جس کے بعد دوبارہ اُس کی پیمائش کی جاتی ہے۔

دورانِ پیمائش اگر دھاگہ لمبا ہو جائے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ مریض پر کسی جن کا سایہ ہے یا اُسے جنات تنگ کر رہے ہیں۔

اگر یہ دھاگہ کم پڑ رہا ہو تو مریض پر شیطانی آنکھ (Evil eye) کا حملہ ہوتا ہے۔ اگر دھاگہ قرآنی علوم کی تلاوت کے بعد پیمائش میں خاصا کم پایا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ مریض سحر کا شکار ہے، اس پر کسی نے جادو ٹونہ کروایا ہوا ہے۔ اس طرح دونوں نتائج جمع کرنے کے بعد ہم اپنے مرشد الشیخ گیلانی کا تعلیم کردہ قرآنی طریق علاج اپناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مریض کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔

پروفیسر ڈکنز نا یقینی اور یقین کی درمیانی کیفیت میں پہنچا خلیفہ عتیق کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یوں تو اللہ تعالیٰ صوفی کو ایسی توفیق سے نوازتا ہے کہ وہ مریض پر ایک نظر ڈالنے کے فوراً بعد ہی اُس کی بیماری کا اندازہ کر لیتا ہے لیکن ہمارے شیخ نے چونکہ اسے باقاعدہ سائنس کی طرح بھی پڑھایا اور سکھایا ہے اور ہم انسانی فلاح و بہبود کے لیے اس علم کو سائنسی بنیادوں پر ہی آگے بڑھانا چاہتے ہیں، یہی ہمارا مشن ہے۔"

ان دنوں برطانوی اور امریکی ٹی وی چینلز پر یوری گیلر Uri Geller کی بڑی تشہیر کی جا رہی تھی۔ خلیفہ عتیق نے اُسے بتایا کہ یوری گیلر کو دراصل شیطانی قوتوں کی آشیرواد حاصل ہے۔ جن کے ذریعے وہ بظاہر حیرت انگیز کرتب دکھاتا ہے۔ پروفیسر ڈکنز نے یوری گیلر کے بی بی سی ٹی وی پر مظاہرے دیکھے تھے وہ اپنے ہاتھ کے اشارے سے ایک ہی وقت میں اپنے سامنے موجود درجنوں چھریاں چاقو، چمچے وغیرہ ٹیڑھے کر دیا کرتا تھا اور اُس

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

نے ٹی وی کی سکرین پر بیٹھے ہوئے اپنے ناظرین کو بتایا کہ وہ اُن کے بازو پر بندھی گھڑی کا وقت وہاں بیٹھ کر کئی گھنٹے آگے پیچھے کرسکتا ہے۔ اُس نے ایسا بھی کر دکھایا تھا۔

لندن یونیورسٹی کے پروفیسر جان ٹیلر نے جو پروفیسر ڈ کنز کا دوست تھا اُسے بتایا کہ اُس کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ اُس پروگرام کو دیکھنے والے کئی کم عمر نوجوانوں نے بھی وقتی طور پر یہ قوت حاصل کر لی تھی جس کا مظاہرہ بھی انہوں نے کر دکھایا۔ خلیفہ عتیق نے اُسے بتایا کہ شیطانی قوتوں کی ودیعت کردہ اس خاصیت کو ریڈیائی اور ٹی وی لہروں کے ذریعے دوسروں میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اُس نے پروفیسر ڈ کنز کو یہ بتا کر حیران کر دیا کہ بہت سے جسمانی عوارض ایک وائرس کے ذریعے الیکٹرونک میڈیا سے پھیلائے جا رہے ہیں اور یہ عمل جاری رہے گا۔ اُس نے بتایا کہ صوفیاء نے evil eye یعنی شیطانی قوتوں کا ادراک ایک ہزار سال پہلے حاصل کر لیا تھا یہ ایک نظر نہ آنے والی لیکن انتہائی طاقتور انرجی ہے جو آنکھوں کے راستے باہر لائی جاتی ہے۔

خلیفہ عتیق نے اُسے بتایا کہ جس طرح بھڑ کے کاٹنے سے زہر سارے جسم میں پھیل جاتا ہے اسی طرح شیطانی آنکھ کی زہرناکیوں سے دوسرے اجسام کو زہریلا کیا جاسکتا ہے۔ آدھے سر کا درد Migraines، بے خوابی Sleeplessness، درد Pain اور Bleeding شیطانی آنکھ کے ذریعے دوسرے انسانی جسم کو شکار کرسکتی ہے۔ اُس نے پروفیسر ڈ کنز کو بتایا کہ روسی سائنسدانوں نے evil eye پر بہت تحقیق کی ہے اور شیطانی آنکھ کے مخرج کو Bio-energy کا نام دیا ہے۔ مسلسل تحقیق کے ذریعے روسی سائنسدانوں کو اس بات کا علم بھی ہوگیا ہے کہ شیطانی آنکھ کی مار کتنے فاصلے تک ہوسکتی ہے۔ اُس نے پروفیسر ڈ کنز کو اس ضمن میں ESP - Behind the iron curtain کے مطالعے کی تلقین کی۔

''میں EGM کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے شیخ سے ملنا چاہتا ہوں''

اُس نے بے چینی اور اضطراب کے لہجے میں کہا۔

''اگلے ماہ یہاں سے طالبعلموں کی ایک جماعت پاکستان EGM کی ٹریننگ کے لیے جا رہی ہے اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو اُن کے ساتھ بھیج سکتے ہیں''

خلیفہ عتیق نے کہا اور پروفیسر ڈ کنز تیار ہوگیا۔

پاکستان کے شمال مغربی پہاڑی علاقے کے ایک دور دراز اور انسانی بستیوں سے الگ تھلگ مقام پر وہ ایک روز امریکہ سے آنے والی جماعت کے ہمراہ شیخ گیلانی کا خصوصی لیکچر سن رہا تھا۔

''آپ نے بعض لوگوں کو مافوق الفطرت قوتوں کا مالک دیکھا ہوگا جنہیں پیش آمدہ حالات کی پہلے سے خبر ہو جاتی ہے جسے مغرب میں پیراسائیکالوجی کا علم کہا جاتا ہے۔ اسی علم کی ایک اہم شاخ Extra Sensory Perception (ESP) ہے جسے ہم ناورالحواس پراسرار صلاحت کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی شعوری کوشش کے بغیر لوگ ایسے حالات و واقعات، باتیں اور اشیاء کا ادراک حاصل کر لیتے ہیں جو تب حواس خمسہ کے دائرے میں نہیں ہوتیں۔

ٹیلی پیتھی بھی ای سی پی ہی کی ایک شاخ ہے۔ چونکہ ای سی پی ایک غیر معمولی اور بظاہر پراسرار صلاحیت دکھائی دیتی ہے اس لیے جہاں ماضی میں اس صلاحیت کے حامل بعض افراد محض اپنی عیاری اور ہوشیاری کی بنیاد پر عجیب و غریب قسم کے دعوے کر کے ضعف الاعتقاد عوام کا استعمال کرتے رہے وہاں عام لوگ نہ صرف یہ کہ اس قسم کے افراد سے جلدی مرعوب ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے متعلق پھر عجیب و غریب قسم کے کرامات اور واقعات ان کی ذات سے منسوب کر کے انہیں ایک طرح سے دیوتا، ولی یا اوتار کا روپ دے ڈالتے ہیں۔

سادہ لوح لوگ جب ماضی میں ایک شخص کو ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے کسی شخص کی سرگرمیوں کے بارے میں ایسی اطلاعات دیتے سنتے جو بعد میں واقعی سچ ثابت ہوتیں تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

وہ اسے فوراً خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ مان کر اس کے متعلق بڑی زبردست لیکن ٹھوس رائے قائم کر لیتے، اُن کی رائے کو پھر بدلا نہیں جا سکتا کیونکہ انہیں پیراسائیکالوجی کا علم ہی نہیں۔

ای ایس پی کی ادنیٰ ترین قسم وہ ہے جسے ہم عام طور پر چھٹی حس کہتے ہیں اور یہ حس جانوروں میں بھی اکثر موجود ہوتی ہے۔ یہ حس ہمیں آنے والے خطرہ یا مصیبت سے بروقت آگاہ کرتی ہے۔ بعض اوقات ہمیں اچانک کسی ظاہری وجہ اور جواز کے بغیر کسی دوست کا خیال آتا ہے اور اگلے ہی لمحے وہی دوست ملاقات کے لیے گھر کے دروازے کی گھنٹی بجا رہا ہوتا ہے۔ ایک ساتھی نے مجھے بتاتا کہ ایک بار صبح کا اخبار پڑھتے ہوئے مجھے اچانک کسی ایسے دوست کا خیال آنے لگا جسے ملے ہوئے کئی مہینے گزر چکے تھے۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ میرا وہ دوست آجکل کہاں ہوگا اور اگلے ہی لمحے میں اخبار کا صفحہ الٹتا ہوں تو ایک کالم میں اسی دوست کے بارے خبر پڑھتا ہوں، خبر میں میرے دوست کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں ٹرانسفر کا ذکر تھا۔ پس ای ایس پی کی ادنیٰ ترین قسم ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔

ای ایس پی کے بیشتر واقعات کسی شعوری کوشش کے بغیر وقوع پذیر ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ایک شخص اپنی صلاحیت کو اس حد تک پروان چڑھا لیتا ہے کہ وہ کسی بھی ایجنٹ یا عامل کے ارسال کردہ ذہنی پیغام کو وصول کر سکتا ہے اور عامل کے ذہن میں پنہاں مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔ ای ایس پی کی کیفیت ہر وقت طاری نہیں رہتی۔ ای ایس پی عام طور پر اس وقت واقع ہوتی ہے جب ذہن تھوڑی دیر کے لیے آرام کی طرف مائل ہو، گردوپیش سے اس کا رابطہ منقطع ہو، دل و دماغ کی انفعال اور خوابیدہ کیفیت ای ایس پی کے تجربے سے گزرنے کی مثالی کیفیت ہوتی ہے۔

ای ایس پی کی ذیلی شاخ، ٹیلی پیتھی میں یہ ہوتا ہے کہ معمول کو اس وقت عامل کی طرف سے کوئی واضح پیغام وصول ہوتا ہے جب وہ (عامل) کسی مصیبت میں ہو یا جذباتی ہیجان میں مبتلا ہو اور اس کا معمول کے ساتھ انتہائی قریبی جذباتی تعلق ہو۔ مثلاً ایسا اکثر

پیش آتا ہے کہ بیٹھے بٹھائے کسی عزیز کی یاد ستانے لگتی ہے۔ اگر وہ وقت اور تاریخ نوٹ کر لی جائے تو معلوم ہوگا کہ ٹھیک اسی وقت اور تاریخ کو اس کے عزیز نے بھی (کسی خاص وجہ سے) اسے شدت سے یاد کیا تھا۔

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے" کا محاورہ بھی ٹیلی پیتھی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آپ نے "چینل فور" پر حال ہی میں یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ایک کمسن لڑکے کو سکول سے گھر لوٹتے ہوئے اچانک محسوس ہوا (گویا کہ وہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو) کہ اس کی پیاری ماں، بظاہر مردہ حالت میں بیڈروم کے فرش پر اوندھی لیٹی ہوئی ہے۔ لڑکا سیدھا ڈاکٹر کی طرف دوڑا اور جب وہ ڈاکٹر کے ہمراہ گھر داخل ہوا تو واقعی اپنی ماں کو دل کے شدید دورے میں مبتلا فرش پر گرا ہوا پایا۔ عین وقت پر ڈاکٹر کے آ جانے سے اس کی ماں کی جان بچ گئی۔ لیکن ٹیلی پیتھی یا ای ایس پی کے واقعات ہمیشہ اس طرح ڈرامائی نہیں ہوتے۔ عام طور پر کچھ مبہم سے اشارے موصول ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم اکثر نظرانداز کر دیتے ہیں۔

بہرحال ایک بات واضح ہے کہ جس قدر فریقین کے درمیان رشتہ قریبی اور محبت کا ہوگا، پیغام اتنا ہی واضح اور صاف ہوگا۔ چنانچہ ماں اور بچے کے بعد ٹیلی پیتھی کی بہترین مثال ہمیں محبت کرنے والے دو دلوں کے سلسلے میں ملتی ہیں۔ اگر محبوب کے پاؤں میں خار بھی چبھے تو عاشق کا دل شدت تکلیف سے تڑپ اٹھتا ہے۔

ای ایس پی کے متعلق ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ نسبتاً کم عمر افراد، بچے یا نوجوان اور عورتیں، جن کا شعور ابھی اس قدر پختہ نہیں ہوتا، اس کیفیت کو آسانی سے اپنے اوپر طاری کر سکتے ہیں۔ جبکہ عمر رسیدہ اور انتہائی دانشور قسم کے لوگ ای ایس پی کے تجربے سے بہت کم گزرتے ہیں۔ تاہم یہ کوئی سو فیصدی صحیح اصول نہیں ہے۔ اسی طرح ای ایس پی کی صلاحیت بعض اوقات موروثی بھی ہوتی ہے اور نسل درنسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ایک اور قابلِ غور حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں (جہاں اس سلسلے میں وسیع پیمانے پر کام ہو رہا ہے) تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جو افراد اپنی کسی قدرتی صلاحیت

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سے محروم ہوں یا حواسِ خمسہ میں سے ان کے ہاں کسی ایک حس کی کمی ہو وہ ای ایس پی کی بہتر صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ گویا ایک اعتبار سے قدرت ان کی تلافی کرتی ہے۔

ای ایس پی کا سائنسی اور تحقیقی بنیادوں پر مطالعہ سب سے پہلے یورپ میں شروع ہوا۔ جب ایک نامور سائنسدان سر ولیم بیرٹ نے برٹش سوسائٹی فار ایڈوانسمنٹ آف سائنس کے روبرو اس کا مظاہرہ کیا کہ وہ اپنے معمول تک، درد، ذائقہ اور بو سونگھنے کے احساسات کسی قسم کے ظاہری اسباب کے بغیر پہنچا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں 1976ء میں سر ولیم بیرٹ نے ایک زوردار مقالہ بھی سپردِ قلم کیا۔ 1890ء میں برطانیہ کی سوسائٹی فار سائیکک ریسرچ (انجمن تحقیق روحانیات) نے ملک بھر میں ایک سوالنامہ تقسیم کیا۔ پوچھے جانے والے سوالات میں سے ایک یہ تھا: ”کہ کیا حالتِ بیداری میں آپ نے کبھی کسی زندہ یا غیر مرئی چیز کو دیکھا یا اسے چھوتا ہوا محسوس کیا، یا کوئی آواز سنی، جبکہ اس قسم کا تاثر، جہاں تک آپ کو معلوم ہو، کسی خارجی جسمانی سبب سے رونما نہ ہوا ہو؟“

اس سوالنامے پر سترہ ہزار جوابات انجمن کو موصول ہوئے۔ دس فیصد جوابات اثبات میں تھے، ان جوابات کو تحریر کرنے والوں میں سے بیشتر نے اقرار کیا تھا کہ انہوں نے کسی زندہ چیز کا سایہ، یا مردہ شخص کی روح یا نامعلوم افراد کو دیکھا تھا۔ 1884ء میں مشہور عالم نفسیات سگمنڈ فرائڈ کے استاد فرانسیسی نفسیات دان پیری ژانت نے ای ایس پی کے کامیاب تجربات کرنے کا اعلان کیا، اس نے اپنے ایک مریض کو ہپناٹائز کرنے کے بعد، کافی فاصلے سے اسے ذہنی پیغام ارسال کیے۔ مثلاً ژانت کے حکم پر مریض نے ایک چراغ روشن کیا۔ حالانکہ یہ حکم محض ذہنی مشورے کی شکل میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد کے زمانے کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ ای ایس پی کے تجربات کے لیے ہپناٹزم کو استعمال کرنا ضروری نہیں۔

انگریزی ادبیات کی مشہور شخصیت گلبرٹ مرے کو ای ایس پی میں کمال حاصل تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو ایک کمرے میں بٹھا کر خود باہر چلا جاتا، اس دوران اس کی بیٹی کسی تاریخی

واقعہ یا منظر کو ذہن میں لاتی۔ ایک بار اس کی بیٹی نے اپنے دل میں نپولین کا تصور کیا۔ جیسے کہ وہ عظیم سپہ سالار ایک پہاڑی چوٹی پر کھڑا اپنے لشکر کی طرف دیکھ رہا ہو۔ گلبرٹ مرے نے جواب دیا: ”یہ ایک لڑائی کا منظر ہے، کوئی جرنیل پہاڑ پر کھڑا نیچے اپنی فوج کو دیکھ رہا ہے، مجھے گولوں کے پھٹنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔“

گلبرٹ مرے کی یہ صلاحیت اپنے افرادِ خانہ کے ساتھ ذہنی رابطہ تک محدود تھی جب بھی کسی اجنبی شخص نے مرے کو ای ایس پی کا مظاہرہ کرنے کی دعوت دی، مرے ناکام رہا۔ اس لیے کہ بنیادی طور پر ای ایس پی عزیزوں اور پیاروں کی حد تک کارگر ہوتی ہے۔

یہ انکشاف دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سوویت یونین جیسی مذہب بیزار اور کمیونسٹ ریاست میں بھی ای ایس پی، ٹیلی پیتھی اور اس قسم کے فوق الحواس اور باطنی تجربات کی طرف توجہ دی جاتی رہی ہے اور بعض نئی باتیں دریافت بھی کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک قرلیان فوٹوگرافک پروسیس کی دریافت ہے۔ جس کی بدولت تمام زندہ مادوں کے اردگرد ہالوں کی موجودگی کا پتہ چلایا گیا ہے۔ لینن گراڈ سٹیٹ یونیورسٹی میں پیراسائیکالوجی پر ریسرچ کی ایک لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔

روسی علمائے نفسیات، ای ایس پی کو نظریاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے نقطۂ نظر سے ریسرچ میں مصروف رہے۔ ای ایس پی کا ایک پراسرار پہلو وہ ہے جو مستقبل میں رونما ہونے والے اہم یا خطرناک واقعات کی پیشگی اطلاع سے تعلق رکھتا ہے۔ اصطلاح میں اس کیفیت کو ”روحانی پیش ادراک“ کہا جاتا ہے۔ یہ ادراک یا پیش خبری مختلف حوالوں سے حاصل ہوتی ہے۔ خوابوں سے، رویا سے، کشف سے، مختلف پراسرار صداؤں سے، جسمانی یا ذہنی کرب اور بے قراری سے، خواب و رویا کو ہزاروں سال سے مستقبل کے واقعات و حادثات کی پیشگی اطلاع کا اہم ذریعہ مانا جاتا رہا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں رونما ہونے والی بھیانک قحط سالی کی خبر (اصل واقعہ سے سات سال قبل) بادشاہِ مصر کے خواب سے ہوئی تھی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شاہ مصر کو اپنے ملک میں پھوٹنے والے قحط کی پیشگی اطلاع کیوں ملی؟ اس لیے کہ ملک اور عوام سے جو تعلق ایک نیک حکمران کو ہوتا ہے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ پس ذاتی تعلق یا جذباتی تعلق، کسی چیز یا شخصیت کے بارے میں ای ایس پی کی ناگزیر شرط ہے اور چونکہ انسان کو سب سے زیادہ تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے لہٰذا خوابوں یا دیگر فوق الحسی ذرائع سے ملنے والے اشاروں اور پیغامات کا تعلق بھی اکثر اپنی ذات کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعات و حادثات سے ہوتا ہے۔ اپنی ذات کے بعد اپنا خاندان، عزیز و اقارب، اہل و عیال، دوست اور پھر اپنا ملک آتا ہے۔

1971ء میں پاکستان دولخت ہو گیا۔ مشرقی پاکستان میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ یہ ایک ''عظیم المیہ'' تھا جس میں ہزاروں خاندان اجڑ گئے، لاکھوں انسان خاک و خون میں غلطاں ہو گئے۔ اس المیہ کے متعلق ملک کا درد رکھنے والے متعدد پاکستانیوں کو خواب رویا اور کشف کے ذریعے واضح پیش ادراک ہو چکا تھا۔ بعض افراد نے اپنے خواب اخبارات میں بھی شائع کروائے تھے۔ اسی طرح بعض مشہور شخصیات کے ساتھ پیش آنے والے کسی حادثہ کی پیش خبری بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ ای ایس پی کے ذریعے بے شمار امریکی شہریوں کو محسوس ہو چکا تھا کہ ان کا محبوب صدر کینیڈی قتل کر دیا جائے گا۔

اپنے قتل سے ایک شب قبل رومی ڈکٹیٹر جولیس سیزر نے خواب میں خود کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہوا دیکھا جہاں دیوتا جیوپیٹر نے اسے خوش آمدید کہا جبکہ اس کی بیوی ملکہ کالپورنیا نے خواب میں اپنے شوہر کو لہولہان حالت میں اپنی آغوش میں لیٹا ہوا دیکھا تھا۔

ہٹلر کے مرنے سے کچھ عرصہ قبل اس کے معتمد ہملر کے ایک دوست ولہلم ولف نے جو ای ایس پی کی صلاحیت میں مشہور تھا، پیشگوئی کی تھی کہ ہٹلر 7 مئی 1945ء سے پہلے ''پراسرار حالات'' میں فوت ہو جائے گا۔ یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ ہٹلر

نے 30 اپریل کو اسرار حالات میں خودکشی کی یا وفات پائی۔ ہٹلر کی موت آج تک ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔

تاریخ میں ہمیں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں بعض افراد نے اپنی موت کی صحیح تاریخ اور وقت کے متعلق پیشگی اطلاع حاصل کی۔ ایک فرانسیسی طبیب، ڈاکٹر گستاف گیلی کا ایک مریض تھا جس نے اپنی موت سے آٹھ دن پہلے بتا دیا تھا کہ وہ فلاں دن آدھی رات کو مر جائے گا۔ ٹھیک اس روز نصف شب کے وقت اس شخص نے اپنے بستر میں پہلو بدلا، دیوار پر آویزاں گھڑیال کی بارہ بجاتی ہوئی سوئیوں کی طرف اشارہ کیا اور مر گیا۔

ای ایس پی کے محقق فرانسیسی ڈاکٹر چارلس رشٹ نے ایک طالب علم کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے سکول کے زمانے میں خواب دیکھا جس میں اس نے اپنی لوح مزار دیکھی جس پر اس کی موت کی تاریخ 9 جنوری 1883ء درج تھی۔ یہ خواب اس لڑکے نے 1813ء میں دیکھا۔ ٹھیک ستر سال بعد 9 جنوری 1883ء کو اس کی وفات ہوئی۔

رابرٹ مورس سینئر کا شمار امریکی آئین کے مصنفوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک جہاز راں کمپنی کا ایجنٹ تھا۔ جب کمپنی کا جہاز میری لینڈ میں پہنچا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ جہاز کی آمد کی خوشی میں ایک گولہ چھوڑا گیا جو اسے آ کر لگا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اگلے روز اس نے جہاز پر سوار ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ لیکن جہاز کے کپتان کے کہنے پر وہ ایک کشتی میں سوار ہو گیا اور توپوں کی سلامی کے سگنل سے پہلے فائرنگ کی حدود سے نکلنے کی کوشش کی۔ اس دوران کپتان کی ناک پر ایک مکھی آ کر بیٹھ گئی۔ کپتان نے مکھی اڑانے کے لیے ہاتھ بلند کیا جسے جہاز رانوں نے سلامی کا سگنل سمجھا اور گولہ داغ دیا۔ مورس ہلاک ہو گیا۔

قدرتی آفات کے متعلق ای ایس پی اور خوابوں وغیرہ کے ذریعے پیش ادراک کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ 1902ء میں جے ڈبلیو ڈون ایک انجینئر نے خواب میں دیکھا کہ وہ ویسٹ انڈیز کے جزیرہ مارٹنیق میں ہے جہاں ماؤنٹ پیلی سے آتش فشاں لاوا پھوٹ پڑتا ہے اور ہزاروں افراد اس کی زد میں آ کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بعد میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اخباروں کے ذریعے اس خواب کی تصدیق ہوگئی۔

1970ء میں مشرقی پاکستان میں سمندری طوفان کی زد میں آ کر ہزاروں افراد ہلاک اور لاکھوں بے گھر ہوگئے۔ تاریخ کی اس ہوشربا تباہی کے بارے میں بھی متعدد افراد کو واضح اشارے مل چکے تھے۔ کئی لوگوں نے خواب میں کئی ماہ قبل اس تباہی کی وارننگ وصول کی تھی لیکن قدرت کی طرف سے جو ہونا ہوتا ہے وہ واقع ہو کے رہتا ہے۔

قدرتی آفات کے علاوہ حادثات کے بارے میں بھی بعض ایسے لوگوں کو جن کی ای ایس پی تیز ہوتی ہے، وقت سے پہلے خبر مل جاتی ہے۔ خصوصاً ایسے حادثات کی خبر جن میں ان کا کوئی دوست یا عزیز بھی ملوث ہوتا ہو۔

لورنا مڈلٹن ایک انگریز خاتون ہے جسے ای ایس پی میں بہت شہرت حاصل ہے۔ جنوری 1970ء میں اس پر منکشف ہوا: ''ایک تفریحی کیمپ...... ٹرین کا بدترین حادثہ جو مجھے یاد آیا ہے...... سینکڑوں افراد ہلاک...... خون فواروں کی طرح ہوا میں بلند ہو رہا ہے۔''

اور ٹھیک ایک ہفتہ بعد ارجنٹینا کے شہر بیونس آئرس میں ایک تفریحی مقام سے لوٹنے والی ٹرین کو خوفناک حادثہ پیش آیا جب یہ ٹرین ایک دوسری ٹرین سے ٹکرا گئی۔ ڈیڑھ سو افراد اس حادثے کا شکار ہوئے۔

1967ء میں نفسی ادراک رکھنے والے برطانوی آلن ہنچر نے ایک خواب میں دیکھا کہ نکوسیا (قبرص) میں ایک جیٹ طیارے کو حادثہ پیش آیا ہے جس میں ایک سو چوبیس افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ چند ہفتے بعد نکوسیا میں ایک طیارے کو واقعی حادثہ پیش آیا اور اس میں سوار ایک سو چوبیس افراد موقع پر ہلاک ہوگئے۔

برطانیہ کے عظیم الشان بحری جہاز ٹائی ٹینک کی 1912ء میں بربادی کے متعلق کئی افراد نے پیشگوئی کی تھی۔ یہ جہاز جو ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے ایک آئس برگ سے ٹکرا کر ڈوب گیا اور اس میں سوار افراد بھی ہلاک ہوگئے، لیکن اس کے متعلق دلچسپ ترین پیش گوئی ایک ناول ''ٹائٹن کی تباہی'' میں کی گئی تھی۔ یہ ناول 1898ء میں ٹائی ٹینک کے تیار

ہونے سے تیرہ سال قبل لکھا گیا۔ اس میں جس خیالی جہاز کی تباہی کا حال بیان کیا گیا تھا وہ اصلی ٹائی ٹینک جہاز سے ہو بہو ملتا تھا۔ مثلاً دونوں ایک زبردست آئس برگ سے ٹکرا کر تباہ ہوئے۔ دونوں کی رفتار ایک تھی۔ حفاظتی کشتیوں کی تعداد یکساں تھی۔ مسافروں کی گنجائش ایک جیسی تھی وغیرہ وغیرہ۔ ناول کے مصنف مورگن رابرٹسن کا تعلق بحری اور جہاز راں زندگی سے تھا۔ سمندر اور جہازوں سے مضبوط جذباتی تعلق نے اسے ٹائی ٹینک جیسے ایک خیالی جہاز کی تباہی کا نقشہ کھینچنے کے قابل بنایا جو ایک حقیقی جہاز کی بربادی کی صحیح پیشگوئی ثابت ہوا۔

عام طور پر اگر کسی شخص کے دل میں ای ایس پی کی بدولت، پیش آنے والے کسی خطرے کی گھنٹی بجتی ہے تو یہ کیفیت شعوری آگاہی کی سطح تک نہیں پہنچتی اور بہت سے لوگ بغیر کسی خاص وجہ کے محض ذہنی اور روحانی اضطراب یا اندرونی خوف یا غائبانہ وارننگ (جسے وہ سمجھ نہیں پاتے) کی بنا پر کسی ایسی ٹرین یا طیارے کی محفوظ شدہ نشست کینسل کروا دیتے ہیں جس کی قسمت میں حادثے کا شکار ہونا لکھا ہوتا ہے اور اس طرح ان کی جان بچ جاتی ہے۔ بدقسمت برطانوی بحری جہاز ٹائی ٹینک کے آخری سفر کے موقع پر یہی ہوا کہ بیشمار مسافروں نے عین جہاز کی روانگی کے وقت اپنی نشستیں منسوخ کرالی تھیں۔ پیرا سائیکالوجی کے محققین نے اندازہ لگایا ہے کہ عام پروازوں کے مقابلہ میں حادثات کا شکار ہونے والی پروازوں میں بعض اوقات چھ سو فیصد تک نشستیں منسوخ ہونے کی درخواستیں ہوائی کمپنیوں کو موصول ہوئیں۔

عالمگیر وباؤں، آفتوں اور عالمگیر جنگوں کی پیشگوئی کے سلسلے میں ای ایس پی کو موثر ذریعہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں اگر اس قسم کی کسی جنگ یا آفت میں کسی کے عزیز کو حادثہ پیش آنے والا ہو تو پھر اپنے اس عزیز کی مصیبت یا ابتلا کی حد تک ای ایس پی کا اشارہ موصول ہو سکتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ای ایس پی کا دائرہ اثر محدود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی آنے والی مصیبت، حادثہ یا موت کے بارے میں غیبی اشارے عام طور پر اس

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

وقت زیادہ واضح اور حقیقی ثابت ہوتے ہیں جب اس نوع کے واقعہ کے پیش آنے میں ہفتہ یا دو ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ جیسے جیسے وقت قریب آتا جاتا ہے، ای ایس پی کے اشارے (خواب، رویا یا غیبی آوازیں) شدت پکڑتے جاتے ہیں اور تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ رُونما ہوتے ہیں۔ لیکن بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں۔ اس کا انحصار اشارہ وصول کرنے والی شخصیت اور مستقبل کے واقعہ کے مابین جذباتی نسبت پر ہے۔ مثلاً ایک جرمن خاتون نے 1919ء میں اپنے نومولود کے بارے میں خواب دیکھا کہ وہ ریگ میں اس کا جسد ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ جیسے جیسے بچہ پروان چڑھتا رہا، وہ ڈراؤنا خواب جرمن خاتون کا تعاقب کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اس پر توجہ دینا چھوڑ دیا۔ دوسری جنگ عظیم میں، پہلے خواب کے اکیس سال بعد، جبکہ وہ لڑکا جوان ہو چکا تھا، اسے فرانس کے ارتکاز کیمپ میں ہلاک کر دیا گیا اور ساحلِ سمندر کی ریگ میں دفن کیا گیا۔ ہو بہو اس کی ماں کے خواب کے مطابق۔

ای ایس پی کا ایک مظہر بلاوجہ احساس خوف یا احساسِ مسرت بھی ہوتا ہے۔ مقامِ حادثہ یا جائے المیہ جس قدر قریب ہوگی، احساس اتنا ہی شدید ہوگا۔ پیرا سائیکالوجی کے محقق رائز جانسن نے ایک نوجوان آسٹریلوی خاتون کا ذکر کیا ہے جو کہ ایک تفریحی پارک میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ پارک کے کونے میں پہنچی اس کی حالت متغیر ہو گئی اور خوف سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ بظاہر اچانک کیفیت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ٹھیک ایک ہفتہ بعد پارک کے اسی گوشے میں ایک طیارہ انجن فیل ہونے کے باعث گر گیا اور اس کا پائلٹ انتہائی اذیت میں انتقال کر گیا۔ علاوہ ازیں یہ جاننا چاہئے کہ زمین کا ہر گوشہ انسان کی طرح حساس ہے۔ اگر کسی مقام پر یا مکان میں یا باغ میں کبھی کوئی ٹریجڈی یا دردناک واقعہ پیش آیا ہو تو وہاں سے اس ٹریجڈی یا دردناک واقعہ کی برقی لہریں برابر اٹھتی رہتی ہیں اور حساس انسانوں کو محسوس ہوتی ہیں۔ بعض اوقات یہ لہریں (واقعہ یا ٹریجڈی کی نوعیت کے مطابق) اس قدر شدید ہوتی ہیں کہ مکان میں وارد ہونے والوں کو جھٹکے سے محسوس ہوتے ہیں۔ اکثر ایسے مکانات کو "آسیب زدہ" قرار دے دیا جاتا ہے حالانکہ جو کچھ محسوس ہو رہا ہوتا ہے وہ اس گوشہء زمین کی گواہی ہوتی ہے۔ ماضی کے دردناک واقعہ کے متعلق! واللہ

اعلم بالصواب!!

ای ایس پی کے کمال کی انتہا یہ ہے کہ بعض لوگ نہ صرف مستقبل میں اخباروں میں چھپنے والی شہ سرخیاں پڑھ لیتے ہیں بلکہ ان اخباروں کے فوٹو اور مضامین بھی دیکھ لیتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران آرتھر فورڈ، جسے ای ایس پی میں شہرت حاصل تھی، ہر روز صبح کو اٹھنے کے بعد جنگ میں تازہ مرنے والوں کی فہرست کو اپنے ذہن کے گوشے میں ملاحظہ کرتا۔ جب شام کے اخباروں میں یہ فہرست چھپتی تو اس میں عین وہی نام درج ہوتے جنہیں آرتھر فورڈ نے صبح اٹھتے ہی نہاں خانہ ذہن میں دیکھا تھا۔ برطانوی خاتون ماہر معاشیات لیڈر رائز ولیمز اکثر کئی دن پہلے غیب سے ایسی نشریات سن لیتی جو بعد میں بی بی سی ریڈیو پر نشر ہوتی تھیں۔ بعض اوقات اسے ٹی وی کے مستقبل کے پروگرام بمعہ تصاویر پہلے سے نظر آ جاتے۔

ایسے ملتے جلتے ہزاروں واقعات ہماری دنیا کا حصہ ہیں۔
وہ لوگ جو کبھی کبھی مستقبل کی پیش گوئی کر دیتے ہیں۔
اچانک کسی حادثے سے باخبر کر دیتے ہیں۔
جنہیں خوابوں کے ذریعے کوئی ایسا اشارہ مل جاتا ہے جو مستقبل کا بڑا بھیانک سچ بننے والا ہوتا ہے۔

آپ کیا کہیں گے؟

ہمارا یہ ایمان خدانخواستہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ غیب کا علم جانتے ہیں۔ کیونکہ غیب کا علم تو خداوند تعالیٰ کی ذات کو ہے لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان میں وہ خاص قوت پیدا کر دی جسے جدید سائنسی اصطلاح نے ای ایس پی کا نام دیا ہے۔

جیسا کہ آج کل مغربی معاشرے میں ہو رہا ہے۔ وہاں کے لوگ علم نجوم پر زیادہ عمل کرنے لگے ہیں۔ بعض اوقات ناکامیوں کا شکار ہونے والے افراد کسی غیر محسوس اثر کو خود پر مسلط پاتے ہیں۔ لیکن ایسے حالات میں گھرے ہوئے انسانوں کو اوہام کے حصار

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

سے تعلیم نکال لاتی ہے جبکہ تعلیم سے بے بہرہ افراد معمولی باتوں کو جادو اور ستاروں کے برے اثرات کی وجہ سے پیدا شدہ حالات سمجھتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جہالت ایک اندھیرا ہے اور علم ایک اجالا ہے۔

یہ دور علم کے حصول کا دور ہے۔ ترقی یافتہ اقوام صرف علم کی روشنی کی وجہ سے منظر عام پر آئی ہیں اور آپ کو بھی اس علم کی روشنی پھیلانی ہے......"

اُس نے رک کر اپنے سحر زدہ سامعین پر نظر ڈالی پھر اُن سے سوالیہ انداز میں کہا:

"جانتے ہو یہ روشنی، یہ علم کون سا ہے؟ کہاں ہے؟"

ماحول پر سکوت طاری تھا۔

"وہ ہے قرآن مبین۔ جو اللہ تعالیٰ نے ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا۔ جو اسرار و رموز کا بے بہا خزانہ ہے۔ قرآن پاک میں موجود چھ آیات شفا ہر مرض کا علاج ہیں اگر تم "معالج" کے اُس معیار پر پورا اترو جو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کا مقرر کردہ ہے۔ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو۔ اپنا محاسبہ کرو۔ قرآن کی حقانیت ثابت کرنا ہمارا کام نہیں یہ کام اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا۔ ہمارا کام اس کی تبلیغ ہے۔ اسے اُن لوگوں تک پہنچانا ہے جو نہیں جانتے۔"

لیکچر کے خاتمے پر پروفیسر ڈکنز کے چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔ اُسے آج علم ہوا کہ اسلام ماضی کا نہیں آج اور مستقبل کا دین ہے اور اس کے پیروکار اور پرچارک صرف کٹھ ملا نہیں بلکہ شیخ علی گیلانی جیسے صاحب علم ہیں جو جدید و قدیم علوم پر یکساں دسترس رکھتے ہیں۔ اپنے ضمیر کی آواز پر اس نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا اور ایک روز امریکہ کے لاکھوں شہری یہ پڑھ کر حیران رہ گئے کہ مشہور پروفیسر ماہر نفسیات ڈاکٹر کارل ڈکنز نے الشیخ السید علی گیلانی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا۔ جس کے بعد سے وہ بھی دوسرے طالبین کی طرح دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے سرگرم عمل ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

امریکہ میں موجود خانقاہوں سے انوار و تجلیات کا ظہور، اسلام کی تیزی سے اشاعت اور شیخ گیلانی کے پیروکاروں کی طرف سے افغانستان اور کشمیر کی مظلوم مسلمانوں کی حمایت ایسے معمولی "جرائم" نہیں تھے جنہیں یہودی میڈیا آسانی سے نظر انداز کر دیتا۔ جوزف بوڈنسکی اور اُس کے ساتھیوں کی حشر سامانیاں جاری رہیں۔ وہ آئے روز کوئی نہ کوئی ایسا ایشو کھڑا کر دیتے جس سے بظاہر اس جماعت کو دنیا کی نظروں سے گرانے کا سامان کیا جاتا لیکن ایک ایک کر کے اُن کی سازشیں ناکام ہوتی رہیں۔ اگر کوئی گرفتاری ہوتی تو کچھ دنوں بعد ہی سچائی سامنے آ جاتی اور گرفتار باعزت رہائی پا جاتا۔ کوئی الزام لگایا جاتا تو مخالف حلقوں کی طرف سے ہی اُس کی تردید بھی ہو جاتی۔

مولانا فاروقی کے قتل پر طوفان اٹھایا گیا لیکن امریکن میڈیا کے "باخبروں" نے ذاتی تحقیق و تفتیش کے بعد اسے یہودی تنظیموں UDL اور ADL کا کارنامہ قرار دے دیا اور حقیقت بے نقاب ہو گئی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

جوزف بوڈنسکی نے ہمت نہ ہاری اور اپنے کام میں جُتا رہا۔ ری پبلکن ٹاسک فورس آن ٹیرر ازم اینڈ ان کونوینشنل وارفیئر آف یو ایس کانگریس

(Republican Task Force on Terrorism & Unconventional Warfare of the U.S. Congress)

کا ایک عہدے دار ہونے کے ناطے اُس نے کمیٹی میں ایک مکمل رپورٹ دہشت گردی کے حوالے سے لکھ کر پیش کر دی۔ یہ رپورٹ جسے متنازعہ قرار دیا گیا اور کمیٹی نے جوزف بوڈنسکی کی ''ذاتی رائے'' قرار دیا اچانک کتابی شکل میں شائع کر دی گئی جس میں شیخ گیلانی کی جماعت کو ''جماعت الفقرا'' کا نام دے کر دہشت گردوں کا ٹولہ قرار دیا گیا۔ شیخ گیلانی کے ڈانڈے ایران سے ملا دیئے گئے اور امریکن عوام کو بظاہر یہ باور کروانے کی کوشش کی گئی کہ شیخ گیلانی اور اُس کے پیروکار اُن کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں اور امریکہ میں یہ لوگ دہشت گردی کو رواج دے رہے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے بظاہر ایسا تاثر دینے کی کوشش کی گئی جیسے ان سیدھے سادے مسلمانوں کی یہ جماعت عنقریب بغاوت کر کے امریکہ پر قبضہ کر لے گی۔

دنیا بھر کے غیر جانبدار پریس نے اس کتاب کو ''مضحکہ خیز'' قرار دے کر اس امر پر حیرانگی ظاہر کی کہ ایک شخص کی ذاتی رائے کو اس طرح کتابی شکل میں شائع کرنا قطعاً قرین انصاف نہیں۔ اس کتاب میں درج معلومات اور شواہد اتنے ناقص اور بودے تھے کہ کچھ عرصہ کے بعد اسے ''پراپیگنڈہ بک'' قرار دے کر ایک عام درجے کی کتاب کی حیثیت دے دی گئی۔

کتاب کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد شیخ گیلانی کے پیروکاروں کی طرف سے اس کا مسکت جواب ایک کتاب شائع کر کے دیا گیا لیکن یہودی میڈیا نے اس جوابی کتاب کو کبھی اہمیت نہیں دی کیونکہ اس کے ذریعے اُن کے جھوٹ کا پول کھل گیا تھا۔

شیخ گیلانی کی شہرت شاید اُس کے پیروکاروں تک ہی محدود رہتی لیکن اللہ تعالیٰ کبھی کبھی شر سے خیر کا پہلو نمایاں کر دیتے ہیں کہ یہی قانون قدرت بھی ہے۔ جوزف بوڈنسکی اور اُس کے ساتھیوں نے شیخ گیلانی اور اُس کے پیروکاروں کے خلاف مذموم پراپیگنڈہ کیا اور اسے دنیا کے کونے کونے تک پھیلایا تو اہل خیر کو بھی اس بندہ خدا کی خبر ہوئی اور بڑی بڑی دور سے خصوصاً صوفیا اکتساب کے لیے اُس کے پاس آنے لگے۔

شیخ ناظم کا تعلق قبرص سے تھا اور برونائی کے سلطان کا پیر ہونے کی وجہ سے انہیں دنیا بھر میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ شیخ ناظم پاکستان آئے تو ان تک بھی شیخ گیلانی کی شہرت کے افسانے پہنچے اور وہ ایک روز اپنے پیروکاروں کے ساتھ شیخ گیلانی کے آستانے پر تشریف لے گئے۔ شیخ ناظم چونکہ ''بین الاقوامیت'' کے پرچارک ہیں اس لیے انہوں نے شیخ گیلانی سے اپنی گفتگو میں یہ بات کہہ دی کہ دنیا بھر کے مذاہب کا مقصود دراصل ایک ہی ہے جس سے شیخ گیلانی نے اختلاف کیا کیونکہ وہ طریقت کے ساتھ ساتھ شریعت کی بھی سختی سے پابندی کرتے تھے اور کوئی بات خلاف قرآن وسنت اُن کے ہاں قابل قبول نہیں۔

شیخ ناظم نے اس بات کا برا منایا اور شیخ گیلانی سے کہا کہ انہوں نے 40 دن حضرت غوث پاکؒ کے مزار مبارک پر چلہ کشی کی ہے اور غوث پاکؒ نے اُن سے ملاقات کر کے کہا تھا کہ انہیں شیخ ناظم کی ''عبا'' بہت پسند آئی ہے۔ وہ اپنی ''عبا'' حضرت غوث پاکؒ کی خدمت میں چھوڑ آئے تھے۔

اس بات پر شیخ گیلانی نے توقف کیا پھر کہنے لگے کہ میری حاضری بھی دربار غوثیہؒ میں ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی ایک امانت بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ اگر اجازت ہو تو دے دوں۔

شیخ ناظم نے فوراً ہاں کہا جس پر شیخ گیلانی نے ایک الماری کا دروازہ کھولا اور وہاں سے ایک ''عبا'' نکال کر انہیں دی۔ یہ وہی ''عبا'' تھی جو بقول شیخ ناظم کے حضرت غوث پاکؒ نے پسند فرما کر رکھ لی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com
Scanend and PDF by: Qamar Abbas

شیخ ناظم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے شیخ گیلانی کی طرف دیکھا اور بے اختیار کہا:

"ھذا کراما......ھذا کراما" (یہ کرامت ہے۔ یہ کرامت ہے)

اس کے ساتھ ہی انہوں نے شیخ گیلانی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور وہ "عبا" لے کر اپنے سینے سے لگالی۔

پاکستان آرمی کے ایک مایہ ناز آفیسر میجر شہادت کا بیٹا اچانک گھر سے غائب ہوا تو گھر والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میجر شہادت نے اپنے تمام تر ذرائع کے ساتھ اُس کی تلاش شروع کی لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ اکلوتا بیٹا والدین سے بچھڑ جائے تو اُن کے دل پر کیا قیامت ٹوٹے گی اس کا اندازہ کوئی اہل دل ہی لگا سکتا ہے۔ ماں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اسی دوران میجر شہادت نے اپنی پریشانی کا ذکر کرنل اسرار سے کیا جنہیں شیخ گیلانی کی کرامات کا کچھ ادراک تھا۔ انہوں نے میجر شہادت کو شیخ گیلانی سے رجوع کرنے کی تلقین کی لیکن میجر صاحب ان باتوں کے قائل نہ تھے۔ بہرحال اپنے بچے کے لیے انہیں کرنل اسرار کے ساتھ شیخ گیلانی کے پاس آنا پڑا۔

شیخ نے کہا اللہ کرم کرے گا اور بچہ واپس آجائے گا لیکن تین چار روز تک کچھ نہ ہوا تو ماں کی ممتا تڑپ اٹھی اور بے اختیار شیخ گیلانی کے پاس پہنچ کر رونے لگی۔

شیخ نے اُسے حوصلہ دیا اور کہا بیٹی اپنے گھر جا۔ انشاءاللہ اگلے دو چار روز میں تیرا بیٹا تیرے پاس لوٹ آئے گا۔

اور......اگلے دو دن کے بعد ایک روز میجر شہادت نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ گھر کے دروازے پر ان کا بیٹا اس طرح کھڑا ہے کہ اُس کا سارا جسم زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ باپ نے بیٹے کو گلے سے لگالیا۔ جس نے اپنی کہانی سنائی کہ اُسے کچھ لوگ بے ہوش کر کے اغوا کر کے لے گئے تھے اور انہوں نے اسے زنجیروں سے باندھ کر رکھا ہوا تھا۔ دن کو وہ مزدوری کرواتے اور رات کو انہیں پھر زنجیروں سے باندھ کر ایک کمرے میں بند کر دیتے۔

بیٹے نے بتایا کہ اُسے علم نہیں اُس کی زنجیر کیسے کھلی اور جہاں وہ تھا وہاں سے یہاں تک کیسے پہنچ گیا۔ کسی نادیدہ قوت نے اُسے رہا کروایا اور یہاں پہنچا دیا۔ میجر شہادت کی آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اپنے جس بیٹے کی تلاش میں اُس نے زمین کا کونا کونا چھان مارا تھا وہ اس طرح اچانک رہا ہو کر اُس کے سامنے آجائے گا۔

ملک کے کئی وی آئی پی اپنے بچوں کی لاینحل بیماریوں کا اُس سے علاج کروانے لگے اور قرآنک اوپن یونیورسٹی کے ذریعے اُس نے دنیا بھر میں قرآن کے ذریعے پیچیدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی بیماریوں کے علاج کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اُس کے پیروکاروں نے قرآنک ذریعہ علاج کو امریکہ کے کئی شہروں تک پھیلا دیا۔

امریکہ سے اُس کے "طالبین" حصول علم کے لیے ایک جماعت ترتیب دیتے جو پاکستان آتی اور شیخ گیلانی انہیں قرآن و حدیث اور اسلامی علوم کی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے لگا۔ یہ لوگ پاکستان سے واپس جاتے تو نئے عزم اور جذبہ خدمت سے اپنے کام میں جُت جاتے۔ امریکی انٹیلی جنس ایجنسیاں بڑی باریک بینی سے اُن کا جائزہ لے رہی تھیں۔ انہیں سوائے اس کے اور کوئی فرق دکھائی نہ دیتا کہ وہ نوجوان جنہوں نے کبھی محنت کر کے کمانے کا تصور نہیں کیا تھا، جن کی آمدن کا واحد ذریعہ غلط کام یا پھر سرکاری ویلفیئر تھی جب اس جماعت میں داخل ہوتے تو اُن کی زندگیوں میں ایک انقلاب آجاتا۔ وہ پرانی روش ترک کر کے "جاب" تلاش کرتے۔ محنت کو شعار بناتے اور فوراً ویلفیئر لینا چھوڑ دیتے۔ اُن کی زندگیاں ایک ڈسپلن کے تحت گزرنے لگتیں۔ ان لوگوں نے اپنے "گاؤں" بسا لیے، اپنی "قاضی کورٹس" قائم کر لیں۔ اپنے جھگڑے خود ہی نمٹانے لگے۔ انہوں نے اپنا رہن سہن، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کر لیا اور یہی بات اسلام دشمن حلقوں کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

اُس نے اپنا مسکن ہمیشہ پہاڑی اور غیر آباد علاقوں کو بنایا جہاں اُسے یکسوئی حاصل رہے اور اُس کی توجہ کسی اور طرف نہ جائے۔

اُن دنوں شیخ گیلانی کے والد بزرگوار صاحب فراش تھے جب اچانک ایک عجیب وغریب واقعہ اخبارات کی زینت بنا۔ کسی امریکی ائرلائن میں سوار ایک نوجوان کو جہاز کے عملے نے پکڑ کر قابو کر لیا جس پر الزام تھا کہ اُس نے اپنے جوتوں کے تلوے میں آتش گیر مادہ چھپا رکھا ہے جس کے ذریعے وہ جہاز کو تباہ کر دے گا۔ گو کہ یہ مضحکہ خیز بات تھی کہ جس مقدار میں اس کے پاس مادہ ہونے کا ذکر کیا گیا اُس سے جہاز کو تباہ کیا جا سکے۔

شیخ گیلانی اُن دنوں اپنے والد کی تیمارداری میں مصروف تھا جب کینیڈا سے فرح سٹاک مین نامی "موساد" کی ایک ایجنٹ اخباری نمائندے کے روپ میں اُس سے ملنے آ گئی۔ شیخ گیلانی عام حالات میں بھی عورتوں سے ملاقات نہیں کرتا تھا اب تو اُس کے والد کی بیماری کا مسئلہ بھی تھا۔ اُس نے پیغام لانے والے سے کہا کہ وہ ابھی کسی سے نہیں مل سکتا۔

فرح سٹاک مین نے اُس کے نام ایک رقعہ لکھا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ جہاز سے گرفتار ہونے والا نوجوان رچرڈ شوبمر اُس کا مرید ہے اور اُس نے گیلانی کی بیعت کی ہوئی ہے۔ گیلانی کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی اور وہ اس سے پہلے بھی بہت سی یہودی سازشوں کا سامنا کر چکا تھا اس لیے اُس نے اس رقعہ کو زیادہ اہمیت نہ دی اور یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ رقعہ لکھنے والی کوئی باقاعدہ جرنلسٹ نہیں اگر وہ جرنلسٹ ہوتی تو اس طرح کاغذ پر الزامات لکھ کر تقسیم نہ کرتی۔

فرح سٹاک مین نے یہاں سے اسلام آباد کا رخ کیا اور وہاں ایک مخصوص حلقے میں اس بات کا پراپیگنڈہ شروع کر دیا جو وہ شیخ گیلانی کو لکھ کر دے آئی تھی۔ شیخ کے وہ حاسد جو ایک عرصہ سے اُس کے دسترخوان پر پل رہے تھے لیکن منافقت سے ابھی کنارہ کشی نہیں کی تھی اس موقعہ پر حرکت میں آئے اور انہوں نے اس یہودن کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

Scanend and PDF by: Qamar Abbas

"چلو.....نکلو یہاں سے"

پال نے اُس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

سیمسن نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار کو ڈرائیو پوزیشن دے کر آگے بڑھایا۔

ابھی بمشکل انہوں نے پچاس گز کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا۔

کار میں پہلے سے نصب ریموٹ کنٹرول بم پھٹ گیا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے اُسے نزدیک سے "کمانڈ" دی ہو۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ کار کئی فٹ فضا میں اچھلی اور زمین پر گری تو کار سمیت سواروں کے پرخچے اڑ چکے تھے۔

اُن کی لاشوں سے اُن کی شناخت ناممکن ہو گئی تھی اور کار کے پرزے جوڑنے کے بعد پولیس سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکتی کہ یہ چوری کی کار تھی جس کی رپورٹ چند گھنٹے پہلے ہی فلاڈلفیا کے نزدیکی شہر "ڈیلاویئر" میں درج کروائی گئی تھی۔ جس سے ایک بات تو فوراً سامنے آ جاتی کہ کار سوار فلاڈلفیا کے بجائے "ڈیلاویئر" سے آ رہے تھے اور اُن کا رخ "لونگ وڈ گارڈن" کی طرف تھا۔

پولیس کی تفتیش کو الجھانے اور گمراہ کرنے کے لیے اس کے علاوہ بھی کئی جعلی شہادتوں کا اہتمام پہلے سے موجود تھا۔

فلاڈلفیا کے علاقے اوریگن کے نزدیک موجود اس مسجد کو شیخ گیلانی کے پیروکاروں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔

اتوار کی صبح کی وجہ سے فجر کے بعد یہاں "ذکر" ہو رہا تھا جس کا سلسلہ سورج طلوع ہونے کے بعد تک جاری رہا۔ درود و سلام سے فراغت کے بعد سب نے حسب

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

معمول ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور آپس میں بیٹھ کر "لنگر" کھانے کے بعد اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہونے لگے۔

خلیفہ حسین معمول کے مطابق کار پارکنگ کی طرف جا رہا تھا جب اچانک دس بارہ سفید پوشوں نے اُسے اس طرح جکڑا جیسے وہ کوئی بہت بڑا دہشت گرد اور انہیں ایک عرصے سے کئی خطرناک کارروائیوں میں مطلوب رہا ہو۔

"کیا بات ہے؟ کیوں گرفتار کر رہے ہو مجھے؟"

اُس نے چیخ کر پوچھا۔

لیکن.....اُس کے دونوں ہاتھ سختی سے مروڑ کر کمر کے پیچھے ہتھکڑی میں باندھنے کے بعد سفید پوشوں کے اعلیٰ افسر نے کہا۔

"تمہیں فاروقی کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ تمہارے منہ سے کہا گیا کوئی بھی لفظ تمہارے خلاف عدالتی کارروائی کا حصہ بن سکتا ہے۔"

افسر معمول کی قانونی زبان بول رہا تھا اور خلیفہ حسین پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے ہفتہ کی رات فاروقی کا وعظ ضرور سنا تھا اور یہ پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا۔ اُس نے اس سے پہلے فاروقی سے تین چار ملاقاتیں بھی کی تھیں۔ وہ اُن کا بے حد احترام کرتا تھا کیونکہ فاروقی کے وہی نظریات تھے جن کا پرچار شیخ گیلانی کیا کرتا تھا۔

دو سفید پوشوں نے اُسے کار کے کھلے دروازے میں پچھلی سیٹ پر دھکیلا اور کار برق رفتاری سے ہوٹر بجاتی اپنی منزل کی طرف بھاگنے لگی۔ مسجد سے آٹھ دس مسلمان جو کسی ناگہانی صورت حال کے تحت یہاں پہنچے تھے ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ پولیس خلیفہ حسین کو کس جرم میں پکڑ کر لے گئی ہے؟

کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com